CHECKED ۴۷۲۵۳

Checked 1987

CHECKED

جس کی تصدیق رسول کائنات یارب نے کلام کو صدقہ قبول کیا

الحمد للہ والمنۃ

کہ جملہ فصاحت کمالات بلاغت مدح و ثناشان رسالت و ایمان اہل سنت

یعنی

ذوقِ نعت

۲۶ ۱۳

معروف بہ

صلۂ آخرت

۱۳ ۲۶

CHECKED 1993

THE CENTRAL LIBRARY

مصنفہ

تاج وجان نثار رسول اکرم سید الحسن رضا خاں صاحب حسن

رحمۃ اللہ علیہ

جس کو حضرت مولانا ابوالبرکات علامہ سید احمد صاحب ناظم مرکزی انجمن

حزب الاحناف لاہور نے شائع فرمایا۔

(دین محمدی پریس لاہور میں چھپا)

ہے پاک مُنتہ فکر سے اُس بے نیاز کا
کچھ دخل عقل کا ہے نہ کام امتیاز کا

شہ رگ سے ہیں وصال ہے آنکھوں سے کیوں حجاب
کیا کام اس جگہ خرد و ہر زہ تاز کا

لب بند اور دل میں وہ جلوے بھرے ہوئے
اللہ رے جگر ترے آگاہ راز کا

غش آگیا کلیم سے مشتاقِ دید کو
جلوہ بھی بے نیاز ہے اُس بے نیاز کا

ہر شے سے ہیں عیاں ترے صانع کی صنعتیں
عالم سب آئینوں ہے آئینہ ساز کا

افلاک و ارض سب تیرے فرماں پذیر ہیں
حاکم ہے تُو جہاں کے نشیب و فراز کا

اس بیکسی میں دل کو ترے ٹیک لگ گئی
شہرہ سُنا جو رحمتِ بیکس نواز کا

مانندِ شمع تیری طرف تو لگی رہے
دے لُطف میری جان کو سوز و گداز کا

تو بے حساب بخش کہ ہیں بے شمار جرم
دیتا ہوں واسطہ تجھے شاہِ حجاز کا

بندہ ہے تیرے نفس لعیں ہو گیا محیط
اللہ کر علاج میری حرص و آز کا

کیونکر ترے کام نہیں غیب سے حسنؔ
بندہ بھی ہوں تو کیسے بڑے کارساز کا

فکر اسفل ہے مری مرتبہ اعلےٰ تیرا
وصف کیا خاک لکھے خاک کا پُتلا تیرا

طور ہی پر نہیں موقوف اُجالا تیرا
کون سے گھر میں نہیں جلوۂ زیبا تیرا

ہر جگہ ذکر ہے اے واحد و یکتا تیرا
کونسی بزم میں روشن نہیں اِکا تیرا

پھر نمایاں جو سرِ طور ہو جلوہ تیرا
آگ لینے کو چلے عاشقِ شیدا تیرا

خیرہ کرتا ہے نگاہوں کو اُجالا تیرا
کیجیے کونسی آنکھوں سے نظارا تیرا

جلوۂ یار نرالا ہے یہ پردہ تیرا
کہ گلے ملکے بھی کھُلتا نہیں ملنا تیرا

کیا خبر ہے کہ علی العرش کے معنی کیا ہیں
کہ ہے عاشق کی طرح عرش بھی چاہا تیرا

ادنیٰ گوئے سرِ طور سے پُوچھے کوئی
کس طرح غش میں گراتا ہے تجلّے تیرا

پار اُترتا ہے کوئی غرق کوئی ہوتا ہے
کہیں پایاب کہیں جوش میں دریا تیرا

باغ میں پھول ہوا شمع بنا محفل میں
جوش نیرنگ در آغوش ہے جلوہ تیرا

نئے انداز کی خلعت ہے یہ اے پردہ نشیں
آنکھیں مشتاق رہیں دل میں ہو جلوہ تیرا

شہ نشیں ٹوٹے ہوئے دِل کو بنایا اُس نے
آہ اے دیدۂ مشتاق یہ لکھا تیرا

سات پردوں میں نظر اور نظر میں عالم
کچھ سمجھ میں نہیں آتا یہ معما تیرا

طور کا ڈھیر ہوا غش میں پڑے ہیں موسےٰ
کیوں نہ ہو یار کہ جلوہ ہے یہ جلوہ تیرا

چار اضداد کی کس طرح گرہ باندھی ہے
ناخنِ عقل سے کھُلتا نہیں عُقدہ تیرا

دشتِ ایمن میں مجھے خاک نظر آئیگا
مجھ میں ہو کر نظر آتا نہیں جلوہ تیرا

ہر سحر نغمۂ مرغانِ نوا سنج کا شور
گونجتا ہے ترے اوصاف سے صحرا تیرا

وحشیِ عشق سے کھُلتا ہے تو اے پردۂ یار
کچھ نہ کچھ چاک گریباں سے ہے رشتہ تیرا

سچ ہے انسان کو کچھ کھو کے ملا کرتا ہے
آپ کو کھو کے تجھے پائے گا جویا تیرا

ہیں ترے نام سے آبادی و صحرا آباد
شہر میں ذکر ترا دشت میں چرچا تیرا

برقِ دیدار ہی نے تو یہ قیامت توڑی
سب سے ہے اور کسی سے نہیں پردہ تیرا

آمدِ حشر سے اِک عید ہے مشتاقوں کو
اِسی پردہ میں تو ہے جلوہ زیبا تیرا

سارے عالم کو تو مشتاقِ تجلّی پایا
پُوچھنے جائیے اب کس سے ٹھکانا تیرا

طور پر جلوہ دکھایا ہے تمنائی کو
کون کہتا ہے کہ بے خود ہے یہ پردہ تیرا

کام دیتی ہیں یہاں دیکھیے کس کی آنکھیں
دیکھنے کو تو ہے مشتاق زمانہ تیرا

میکدہ میں ہے ترا ناتواں مسجد میں
ضعف ہوتا ہے نئے رنگ سے ہر جا تیرا

چاک ہو جائیگے دلِ جیب و گریباں کس کے
دے نہ چھپنے کی جگہ راز کو پردہ تیرا

بینوا مفلس و محتاج و گدا کون کہیں
صاحبِ جود و کرم وصف ہے کس کا تیرا

آفریں اہلِ محبت کے دلوں کو کہ اے دوست
ایک کٹورے میں لئے بیٹھے ہیں دریا تیرا

اتنی نسبت بھی مجھے دونوں جہاں میں بس ہے
گو مرا مالک و مولیٰ ہے میں بندہ تیرا

انگلیاں کانوں میں دے دے کو سُنا کرتے ہیں
خلوتِ دل میں عجب شور ہے برپا تیرا

اب جماتا ہے حسن اُس کی گلی میں بستر
خوبروئیوں کا ہے محبوب ہے پیارا تیرا

نعت شریف

جن و انسان و ملک کو ہے بھروسا تیرا
سر ورا مرجع کل ہے درِ والا تیرا

واہ اے عطرِ خدا ساز مہکنا تیرا
خوبرو ملتے ہیں کپڑوں میں پسینا تیرا

دہر میں آٹھ پہر بٹتا ہے باڑہ تیرا
وقف ہے مانگنے والوں پہ خزانہ تیرا

لامکاں میں نظر آتا ہے اُجالا تیرا
دور پہنچایا ترے حسن نے شہرہ تیرا

جلوۂ یار اِدھر بھی کوئی پھیرا تیرا
حسرتیں آٹھ پہر تکتی ہیں رستا تیرا

یہ نہیں ہے کہ فقط ہے یہ مدینہ تیرا
تو ہے مختار دو عالم پہ ہے قبضہ تیرا

کیا کہے وصف کوئی نشۂ مدینہ تیرا
پھول کی جانِ نزاکت میں ہو کانٹا تیرا

کس کے دامن میں چھپے کس کے قدم پہ لوٹے
تیرا سگ جائے کہاں چھوڑ کے ٹکڑا تیرا

خسرو کون و مکاں اور تواضع ایسی
ہاتھ تکیہ ترا خاک بچھونا تیرا

خوبرویانِ جہاں تجھ پہ فدا ہوتے ہیں
وہ ہے اے ماہ عرب حسن دل آرا تیرا

دشت پر ہول ہیں گھیرا ہے درندوں نے مجھے
اے مرے غمخوار اِدھر بھی کوئی پھیرا تیرا

بادشاہانِ جہاں بہر گدائی آئیں۔
دینے پر آئے اگر مانگنے والا تیرا

دشمن و دوست کو منہ پر ہے گشادہ یکساں
روئے آئینہ ہے مہ روئے مصفا تیرا

پاؤں بحرِ موج میں منزل ہو کڑی بوجھ بہت
آہ اگر ایسے میں پایا نہ سہارا تیرا

نیک اچھے ہیں کہ اعمال ہیں اُن کے اچھے
ہم بدوں کے لئے کافی ہے بھروسا تیرا

آفتوں میں ہے گرفتار غلامِ عجمی
اے عرب والے اِدھر بھی کوئی پھیرا تیرا

اونچے اونچوں کو ترے سامنے ساجد پایا
کس طرح سمجھے کوئی رتبہ اعلےٰ تیرا

خارِ صحرائے نبی پاؤں سے کیا کام تجھے
آہری جان میرے دل میں ہے رستا تیرا

کیوں نہ ہو ناز مجھے اپنے مقدر پہ کہ ہوں
سگ ترا بندہ ترا مانگنے والا تیرا

اچھے اچھے ہیں ترے در کی گدائی کرتے
اونچے اونچوں میں بٹا کرتا ہے صدقا تیرا

بھیک بے مانگے فقیروں کو جہاں ملتی ہو۔
دونوں عالم میں وہ دروازہ ہے کس کا تیرا

کیوں تمنا مری مایوس ہو اے ابرِ کرم
سوکھے دھانوں کا مدار گار ہے چھینٹا تیرا

ہائے پھر خندۂ بیجا مرے لب پر آیا
ہائے پھر بھول گیا رانوں کا رونا تیرا

حشر کی پیاس سے کیا خوف گنہگاروں کو
تشنہ کاموں کا خریدار ہے دریا تیرا

سوزنِ گم شدہ ملتی ہے تبسم سے ترے
شام کو صبح بناتا ہے اُجالا تیرا

صدق نے تجھ میں یہاں تک تو جگہ پائی ہے
کہہ نہیں سکتے اُلش کو بھی تو جھوٹا تیرا

خاص بندوں کے تصدق میں رہائی پائے
آخر اس کام کا تو ہے یہ نکمّا تیرا

بندِ غم کاٹ دیا کرتے ہیں تیرے ابرو
پھیر دیتا ہے بلاؤں کو اشارا تیرا

حشر کے روز ہنسائے گا خطا کاروں کو
میرے غمخوار دلِ شب میں یہ رونا تیرا

عملِ نیک کہاں نامۂ بدکاراں میں
ہے غلاموں کو بھروسا مرے آقا تیرا

بہرِ دیدار جھکے آئے ہیں زیں پر تارے
واہ اے جلوۂ دلدار چمکنا تیرا

اونچی ہو کر نظر آتی ہے ہر اک شے چھوٹی
جا کے خورشید بنا چرخ پہ ذرہ تیرا

اے مدینہ کی ہوا دل مرا افسردہ ہے
سوکھی کلیوں کو کھلا جاتا ہے جھونکا تیرا

میرے آقا ہیں وہ ابرِ کرم سوزِ الم۔
ایک چھینٹے کا بھی ہوگا نہ یہ دھبا تیرا

اب حسنؔ منقبتِ خواجۂ اجمیر سُنا
طبع پُرجوش ہے رکتا نہیں خامہ تیرا

منقبت حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ

خواجہ ہند وہ دربار ہے اعلےٰ تیرا
کبھی محروم نہیں مانگنے والا تیرا

مے سرجوش در آغوش ہو شیشہ تیرا
بیخودی چھائے نہ کیوں پی کے پیالا تیرا

غنچہ گانِ شبِ غفلت کو جگا دیتا ہے
سالہا سال وہ رانوں کا نہ سونا تیرا

ہے تری ذات عجب بحرِ حقیقت پیارے
کسی تیراک نے پایا نہ کنارا تیرا

جو ربا لے عالم سے اسے کیا مطلب
خاک میں مل نہیں سکتا کبھی ذرہ تیرا

کسقدر جوشِ تحیر کے عیاں ہیں آثار
نظر آیا مگر آئینہ کو تلوا تیرا

گلشن عہد ہے شاداب کلیجے ٹھنڈے
واہ اے ابرِ کرم روز برستا تیرا

کیا مہک ہے کہ معطر ہے دماغ عالم
تختہ گلشنِ فردوس ہے روضہ تیرا

تیرے ذرہ پہ معاصی کی گھٹا چھائی ہے
اس طرف بھی کبھی اے مہر ہو جلوہ تیرا

تجھ میں ہیں تربیتِ خضر کے پیدا آثار
بحر و بر میں ہمیں ملتا ہے سہارا تیرا

پھر مجھے اپنا درِ پاک دکھا دے پیارے
آنکھیں پُرنور ہوں پھر دیکھ کے جلوہ تیرا

ظلِ حق غوث پہ ہے غوث کا سایہ حق پر
سایہ گستر سرِ خدام پہ سایہ تیرا

تجھ کو بغداد سے حاصل ہوئی وہ شانِ رفیع
دنگ رہ جاتے ہیں سب دیکھ کے رتبہ تیرا

کیوں نہ بغداد میں جاری ہو نہر اچھتہ فیض
بحرِ بغداد ہی کی نہر ہے دریا تیرا

کرسی ڈالی تری تختِ شہِ جیلاں کے حضور
کتنا اونچا کیا اللہ نے پایا تیرا

رشک ہوتا ہے غلاموں کو کہیں آقا سے
کیوں کہوں رشک دہِ بدر ہے تلوا تیرا

بشر افضل ہیں ملک سے تری کیوں مدح کروں
نہ ملک خاص بشر کرتے ہیں مجرا تیرا

جب سے تو نے قدمِ غوث لیا ہے سر پر
اولیا سر پہ قدم لیتے ہیں شاہا تیرا

محی دیں غوث ہیں اور خواجہ معین الدین ہے
اے حسن کیوں نہ ہو محفوظ عقیدہ تیرا

نعت شریف

آسماں گر ترے تلووں کا نظارا کرتا۔
روز اک چاند تصدق میں اتارا کرتا

طوفِ روضہ ہی پہ چکر تھے کچھ ناواقف
میں تو آپے میں نہ تھا اور جو سجدہ کرتا

صرصرِ دشتِ مدینہ جو کرم فرماتی۔
کیوں میں افسردگیٔ بخت کی پروا کرتا

چھپ گیا چاند نہ آئی ترے دیدار کی تاب
اور اگر سامنے رہتا بھی تو سجدہ کرتا

یہ وہی ہیں کہ گرو آپ اور ان پر مچلو۔
اُلٹی باتوں پہ کہو کون نہ سیدھا کرتا

ہم سے ذرّوں کی تو تقدیر ہی چمکا جاتا۔
مہر فرما کے وہ جس راہ سے نکلا کرتا

دھوم ذرّوں میں اناالشمس کی پڑ جاتی ہے
جس طرف سے ہے گزر چاند ہمارا کرتا

آہ کیا خوب تھا گر حاضرِ در ہوتا میں
اُن کے سایہ کے تلے چین سے سویا کرتا

شوق و آداب بہم گرمِ کشاکش رہتے
عشق گم کردہ تو ان عقل سے اُلجھا کرتا

آنکھ اُٹھتی تو میں جھنجھلا کے پلک سی لیتا
دل بگڑتا تو میں گھبرا کے سنبھالا کرتا

بیخودانہ کبھی سجدہ میں سوئے در گرتا
جانبِ قبلہ کبھی چونک کے پلٹا کرتا

بام تک دل کو کبھی بال کبوتر دیتا
خاک پر گر کے کبھی ہائے خدایا کرتا

گاہ مرہم بنی زخمِ جگر میں رہتا
گاہ نشتر زنیِ خونِ تمنّا کرتا

ہمرہِ مہر کبھی گردِ خطیرہ پھرتا۔
سایہ کے ساتھ کبھی خاک پہ لوٹا کرتا

صحبتِ داغِ جگر سے کبھی جی بہلاتا۔
اُلفتِ دست و گریباں کا تماشا کرتا

دلِ حیراں کو کبھی ذوقِ تپش پر لاتا
تپشِ دل کو کبھی حوصلہ فرسا کرتا

کبھی خود اپنے تحیّر پہ میں حیراں رہتا
کبھی خود اپنے سمجھنے کو نہ سمجھا کرتا

کبھی کہتا کہ یہ کیا بزم ہے کیسی ہے بہار
کبھی انداز نجاہل سے میں توبہ کرتا

کبھی کہتا کہ یہ کیا جوشِ جنوں ہے ظالم
کبھی پھر گر کے تڑپنے کی تمنّا کرتا

سُتھری سُتھری وہ فضا دیکھ کے میں غرقِ گناہ
اپنی آنکھوں میں خود اُس بزم میں کھٹکا کرتا

کبھی رحمت کے تصوّر میں ہنسی آجاتی
یاسِ آداب کبھی ہونٹوں کو سنجیدہ کرتا

دل اگر رنجِ معاصی سے بگڑنے لگتا
عفو کا ذکر سُنا کر میں سنبھالا کرتا

یہ مزے خوبیٔ قسمت سے جو پائے ہوتے
سخت دیوانہ تھا گر خُلد کی پروا کرتا

موت اُس دن کو جو پھر نامِ وطن کا لیتا
خاک اُس سر پہ جو اُس در سے کنارہ کرتا

اے حسنؔ قصدِ مدینہ نہیں رونا ہے یہی
اور میں آپ سے کس بات کا شکوہ کرتا

عاصیوں کو مدد تمہارا مل گیا
بے ٹھکانوں کو ٹھکانا مل گیا

فضلِ رب سے پھر کمی کس بات کی
مل گیا سب کچھ جو طیبہ مل گیا

کشفِ رازِ من رانی یوں ہوا
تم ملے تو حق تعالےٰ مل گیا

بیخودی ہے باعثِ کشفِ حجاب
مل گیا ملنے کا رستا مل گیا

اُن کے در نے سب سے مستغنی کیا
بے طلب بے خواہش اتنا مل گیا

ناخدائی کے لئے آئے حضور
ڈوبتو نکلو سہارا مل گیا

دونوں عالم سے مجھے کیوں کھو دیا
نفسِ خود مطلب تجھے کیا مل گیا

آنکھیں پُرنم ہوگئیں سر جھک گئے
جب ترا نقشِ کفِ پا مل گیا

خُلد کیا کیا چھن کس کا وطن
مجھ کو صحرائے مدینہ مل گیا

ہے محبت کس قدر نامِ خُدا
نامِ حق سے نامِ والا مل گیا

اُن کے طالب نے جو چاہا پا لیا
اُن کے سائل نے جو مانگا مل گیا

تیرے در کے ٹکڑے ہیں اور میں غریب
مجھ کو روزی کا ٹھکانا مل گیا

اے حسنؔ فردوس میں جائیں جناب
ہم کو صحرائے مدینہ مل گیا

دل مرا دُنیا پہ شیدا ہوگیا
اے مرے اللہ یہ کیا ہوگیا

کچھ مرے بچنے کی صورت کیجئے
اب تو جو ہونا تھا مولےٰ ہوگیا

عیب پوشِ خلق دامن سے ترے
سب گنہگاروں کا پردہ ہوگیا

رکھدیا جب اُس نے پتھر پر قدم
صاف اِک آئینہ پیدا ہوگیا

دُور ہو مجھ سے جو اُن سے دُور ہے
اُس پہ میں صدقے جو اُن کا ہوگیا

گرمیٔ بازار مولےٰ بڑھ چلی
نرخِ رحمت خوب سستا ہوگیا

دیکھ کر اُن کا فروغِ حُسن پاہ
مہر ذرہ چاند تارا ہوگیا

ربِّ سلّم واہ ادھر کہنے لگے
اُس طرف پارا اپنا بیڑا ہوگیا

اُنکے جلووں میں ہیں یہ دلچسپیاں
جو وہاں پہنچا وہیں کا ہوگیا

تیرے ٹکڑوں سے پلے دونوں جہاں
سب کا اس در سے گذارا ہوگیا

السلام اے ساکنانِ کوئے دوست
ہم بھی آتے ہیں جو ایسا ہوگیا

اُنکے صدقے میں عذابوں سے چھٹے
کام اپنا نام اُن کا ہوگیا

سر وہی جو اُن کے قدموں سے لگا
دل وہی جو اُن پہ شیدا ہو گیا

حُسنِ یوسف پر زلیخا مٹ گئیں
آپ پر اللہ پیارا ہو گیا

اُسکو شیروں پر شرف حاصل ہوا
آپ کے در کا جو کُتّا ہو گیا

زاہدوں کی خُلد پر کیا دھوم تھی۔
کوئی جانے گھر یہ اُن کا ہو گیا

غم اُسکے عاصیوں کے آئے جب
چھٹ گئی سب بھیڑ سستا ہو گیا

چا پڑا جو دشتِ طیبہ میں حسن
گلشنِ جنت گھر اُس کا ہو گیا

کہوں کیا حال زاہد وادیِ طیبہ کی نزہت کا
کہ ہے خُلد بریں چھوٹا سا ٹکڑا میری جنت کا

تعالے اللہ شوکت تیرے نامِ پاک کی آقا
کہ اب تک عرشِ اعلےٰ کو ہے سکتہ تیری ہیبت کا

وکیل اپنا کیا ہے احمدِ مختار کو میں نے
نہ کیونکر پھر رہائی میری منشا ہو عدالت کا

بُلاتے ہیں اُسی جس کی بگڑی وہ بناتے ہیں
کمر بندھنا دیارِ طیبہ کو گھلنا ہے قسمت کا

کھُلیں اسلام کی آنکھیں ہُوا سارا جہاں روشن
عرب کے چاند صدقے کیا ہی کہنا تیری طلعت کا

نہ کر رُسوائے محشر واسطہ محبوب کا یارب
یہ مجرم دُور سے آیا ہے لے کر نام رحمت کا

مُرادیں مانگنے سے پہلے ملتی ہیں مدینہ میں
ہجومِ جود نے روکا ہے کہنا دستِ حاجت کا

شبِ اسرےٰ ترے جلووں نے کچھ ایسا سماں باندھا
کہ اب تک عرشِ اعظم منتظر ہے تیری رحمت کا

یہاں کے ڈوبتے دم میں اُدھر جا کر اُبھرتے ہیں
کنارا ایک ہے بحرِ ضلالت بحرِ رحمت کا

غنی ہے دل بھرا ہے نعمتِ کونین سے دامن
گداؤں میں فقیرِ شانِ خود بدولت کا

طوافِ روضۂ مولےٰ پہ ناواقف بگڑتے ہیں
عقیدہ اور ہی کچھ ہے ادب داں محبت کا

خزانِ غم سے رکھنا دُور مجھ کو اُس کے صدقے میں
جو گل کے باغباں ہے عطر تیرے باغِ صنعت کا

الٰہی بعد مُردن پردہائے حائل اُٹھ جائیں
اُجالا میرے مرقد میں ہو اُس کی شمعِ تربت کا

سُنا ہے روزِ محشر آپ ہی کا مُنہ تکیں گے سب
یہاں پُورا ہوا مطلب دلِ مُشتاقِ رویت کا

وجودِ پاک باعث خلقتِ مخلوق کا ٹھیرا
تمہاری شانِ وحدت سے ہوا اظہار کثرت کا

ہمیں بھی یاد رکھنا ساکنانِ کوچۂ جاناں
سلامِ شوق پہنچے بیکسانِ دشتِ غربت کا

حسن سرکارِ طیبہ کا عجب دربار عالی ہے
درِ دولت پہ اک میلا لگا ہے اہلِ حاجت کا

تصور لطف دیتا ہے دہانِ پاکِ سرور کا
بھرا آتا ہے پانی میرے مُنہ میں حوضِ کوثر کا

جو کچھ بھی وصف ہو اُن کے جمالِ ذرہ پرور کا
مرے دیوان کا مطلع ہو مطلع مہرِ محشر کا

مجھے بھی دیکھنا ہے حوصلہ خورشیدِ محشر کا
لئے جاؤنگا چھوٹا سا کوئی ذرہ ترے در کا

جو اک گوشہ چمک جائے تمہارے ذرۂ در کا
ابھی مُنہ دیکھتا رہ جائے آئینہ سکندر کا

اگر جلوہ نظر آئے کفِ پائے منور کا
ذرا سا مُنہ نکل آئے ابھی خورشید محشر کا

اگر دم بھر تصور کیجئے شانِ پیمبر کا
زباں پر شور ہو بے ساختہ اللہ اکبر کا

اُجالا طور کا دیکھیں جمالِ جانفزا دیکھیں
کلیم آکر اُٹھا دیکھیں ذرا پردہ ترے در کا

دو عالم یہاں تو میزباں خوانِ کرم جاری
اِدھر بھی کوئی ٹکڑا میں بھی گنتا ہوں ترے در کا

نہ گھر بیٹھے ملے جوہر صفا و خاکساری کے
مرید ذرۂ طیبہ ہے آئینہ سکندر کا

اگر اُس خندہ دندان نما کا وصف موزوں ہو
ابھی لہرا چلے بحرِ سخن سے چشمہ گوہر کا

ترے دامن کا سایہ او ردامن کتنے پیارے ہیں
وہ سایہ دشتِ محشر کا یہ حامی دیدۂ تر کا

تمہارے کوچہ و مرقد کے زائر کو میسر ہے
تماشا روضۂ جنت کا تماشا عرشِ اکبر کا

گنہگارانِ اُمت اُن کے دامن پر مچلتے ہوں
الٰہی چاک ہو جس دم گریباں صبحِ محشر کا

ملائک جن و انساں سب اِسی در کے سلامی ہیں
دو عالم میں ہے اک شہرہ مرے محتاج پرور کا

الٰہی تشنہ کامِ ہجر دیکھے دشتِ محشر میں
برسنا ابرِ رحمت کا چھلکنا حوضِ کوثر کا

زیارت میں کروں اور وہ شفاعت میری فرمائیں
مجھے ہنگامہ عیدین یارب روز ہو محشر کا

نصیبِ دوستاں اُن کی گلی میں گر سکونت ہو
مجھے ہو مغفرت کا سلسلہ ہر تار بستر کا

وہ گریہ اُستنِ حنانہ کا آنکھوں میں پھرتا ہے
حضوری نے بڑھایا تھا جو پایہ اوجِ منبر کا

ہمیشہ رہروانِ طیبہ کے زیرِ قدم آئے
الٰہی کچھ تو ہو اعزاز میرے کاسۂ سر کا

سہارا کچھ نہ کچھ رکھتا ہے ہر فرد بشر اپنا
کسی کو نیک کاموں کا حسنؔ کو اپنے یاور کا

مجرم ہیبت زدہ جب فردِ عصیاں لے چلا
لطفِ خندہ تسکین دیتا پیشِ یزداں لے چلا

دِل کے آئینہ میں جو تصویرِ جاناں لے چلا
محفلِ جنت کی آرائش کا ساماں لے چلا

رہروِ جنت کو طیبہ کا بیاباں لے چلا
دامنِ دِل کھینچتا خارِ مغیلاں لے چلا

گُل نہ ہو جائے چراغِ زینتِ گلشن کہیں۔ اپنے سر میں کیں ہوائے وحشتِ جاناں لے چلا
روئے عالمتاب نے باندھا جو باڑا نُور کا ماہِ نو کشتی میں پیالا مہرِ تاباں لے چلا
گو نہیں رکھتے زمانہ کی وہ دولت اپنے پاس پر زمانہ نعمتوں سے بھر کے داماں لے چلا
تیری ہیبت سے ملائک سلاطیں خاک ہیں تیری رحمت سے گدا تختِ سلیماں لے چلا
ایسی شوکت پر کہ اُڑتا ہے پھریرا عرش پر جس گدا نے آرزو کی اُن کو مہماں لے چلا
دبدبہ کس سے بیاں ہو اُن کے نامِ پاک کا شیر کے مُنہ سے سلامت جانِ سلماں لے چلا
صدقے اس رحمت کے اُنکو روزِ محشر ہر طرف تا شکیبا شورِ فریادِ اسیراں لے چلا
ساز و سامانِ گدائے کوئے سرور کیا کہوں اُس کا منگتا سروری کے ساز و ساماں لے چلا
دو قدم بھی چل نہ سکتے ہم سرِ شمشیر تیز ہاتھ پکڑے دستِ سلمٰی کا نگہباں لے چلا
دستگیرِ خستہ حالاں دستگیری کیجیے پاؤں میں رعشہ ہے سر پر بارِ عصیاں لے چلا
وقتِ آخر نا امیدی میں وہ صورت دیکھکر دل شکستہ دل کے ہر پارہ میں قرآں لے چلا
قیدیوں کی جنبشِ ابرو سے بیڑی کاٹ دو ورنہ جُرموں کا تسلسل سُوئے زنداں لے چلا
روزِ محشر شاد ہوں عاصی کہ پیشِ کبریا رحم اُن کو اُمتی گویاں و گریاں لے چلا
شکلِ شبنم راتوں کا رونا ترا ابرِ کرم۔ صبحِ محشر صورتِ گل ہمکو خنداں لے چلا
کشتگانِ ناز کی قسمت کے صدقے جائیے اُن کو مقتل میں تماشائے شہیداں لے چلا
اخترِ اسلام چمکا کفر کی ظلمت چھٹی۔ بدر میں جب وہ ہلالِ تیغ بُراں لے چلا
بزمِ خوباں کو خدا نے پہلے دی آرائشیں پھر مرے دولھا کو سوئے بزمِ خوباں لے چلا
اللہ اللہ صرصرِ طیبہ کی رنگ آمیزیاں ہر بگولا نزہتِ سروِ گلستاں لے چلا
غمزدوں کو جب شفاعت نے کیا امیدوار عفو خوشخبری سناتا پیشِ یزداں لے چلا
قطرہ قطرہ اُن کے گھر سے بحرِ عرفاں ہو گیا۔ ذرہ ذرہ اُن کے در سے مہرِ تاباں لے چلا
صبحِ محشر ہر ادائے عارضِ روشن ہیں وہ شمعِ نُور افشاں پئے شامِ غریباں لے چلا

شافعِ روزِ قیامت کا ہوں اذنے اُمتی
پھر حسن کیا غم اگر میں بارِ عصیاں لے چلا

قبلہ کا بھی کعبہ رُخِ نیکو نظر آیا | کعبہ کا بھی قبلہ خمِ ابرو نظر آیا

Checked 1987

محشر میں کسی نے بھی مری بات نہ پوچھی
حامی نظر آیا تو بس اک تُو نظر آیا

پھر بندِ کشاکش میں گرفتار نہ دیکھے
جب معجزۂ جنبشِ ابرو نظر آیا

اُس دل کے فدا جو ہے تری دید کا طالب
اُن آنکھوں کے قرباں جنھیں تُو نظر آیا

سُلطان و گدا سب ہیں ترے در کے بھکاری
ہر ہاتھ میں دروازہ کا بازو نظر آیا

سجدہ کو جُھکا جائے براہیم میں کعبہ
جب قبلۂ کونین کا ابرو نظر آیا

بازارِ قیامت میں جنہیں کوئی نہ پوچھے
اکسیوں کا خریدار ہمیں تُو نظر آیا

محشر میں گنہگار کا پلہ ہُوا بھاری
پلہ پہ جو وہ قُربِ ترازو نظر آیا

یا دیکھنے والا تھا ترا یا ترا جویا۔
جو ہم کو خدا میں و خدا مجھ نظر آیا

شل ہاتھ سلاطین کے اُٹھے بہر گدائی
دروازہ ترا قوتِ بازو نظر آیا

یُوسف سے حسیں اور تمنائے نظارہ
عالم میں نہ تُم سا کوئی خوش رُو نظر آیا

فریاد غریباں سے ہے محشر میں وہ بچیں
کوثر پہ تھا یا قربِ ترازو نظر آیا

تکلیف اُٹھا کر بھی دُعا مانگی عدو کی
خوش خُلق نہ ایسا کوئی خوشخو نظر آیا

ظاہر ہیں حسن احمدِ مختار کے معنے
کونین پہ سرکار کا قابو نظر آیا

ایسا تجھے خالق نے طرحدار بنایا
یُوسف کو ترا طالبِ دیدار بنایا

طلعت سے زمانہ کو پُر انوار بنایا
نکہت سے گلی کوچوں کو گلزار بنایا

دیواروں کو آئینہ بناتے ہیں وہ جلوے
آئینوں کو جن جلووں نے دیوار بنایا

وہ جنس کیا جس کو جسے کوئی نہ پُوچھے
اُس نے ہی مرا تجھ کو خریدار بنایا

اے نظمِ رسالت کے چمکتے ہوئے مقطع
تُو نے ہی اُسے مطلعِ انوار بنایا

کونین بنائے گئے سرکار کی خاطر
کونین کی خاطر تمہیں سرکار بنایا

کُنجی تمہیں دی اپنے خزانوں کی خدا نے
محبوب کیا مالک و مختار بنایا

اللہ کی رحمت ہے کہ ایسے کی یہ قسمت
عاصی کا تمہیں حامی و غمخوار بنایا

آئینۂ ذاتِ احدی آپ ہی ٹھہرے
وہ حُسن دیا ایسا طرحدار بنایا

انوارِ تجلّی سے وہ کچھ حیرتیں چھائیں
سب آئینوں کو پشتِ دیوار بنایا

عالم کے سلاطین بھکاری ہیں بھکاری
سرکار بنایا تمہیں سرکار بنایا

گلزار کو آئینہ کیا سُنہ کی چمک نے
آئینہ کو رُخسار نے گلزار بنایا

یہ لذتِ پابوس کہ پتھر نے جگر میں
نقشِ قدمِ سیدِ ابرار بنایا

خدام تو بندے ہیں ترے خلقِ حسن کے
پیارے تجھے بدخواہ کا غمخوار بنایا

بے پردہ وہ جب خاک نشینوں میں نکل آئے
ہر ذرّہ کو خورشیدِ پُرانوار بنایا

اے ماہِ عرب مہرِ عجم میں ترے صدقے
ظلمت نے مرے نکو شبِ تار بنایا

بندہ کرم میرے بھی ویرانۂ دل پر
صحرا کو ترے حسن نے گلزار بنایا

اللہ تعالےٰ بھی ہوا اُس کا طرفدار
سرکار تمہیں جس کا طرفدار بنایا

گلزارِ جناں تیرے لئے حق نے بنائے
اپنے لئے تیرا گلِ رُخسار بنایا

بے یار و مددگار جنہیں کوئی نہ پوچھے
ایسوں کا تجھے یار و مددگار بنایا

ہر بات بداعمالیوں سے میں نے بگاڑی
اور تم نے مری بگڑی کو ہر بار بنایا

اُس جلوۂ رنگیں کا تصدق تھا وہ جس نے
فردوس کے ہر تخت کو گلزار بنایا

اُن کے دُرِ دنداں کا وہ صدقہ تھا کہ جس نے
ہر قطرۂ نیساں دُرِ شہوار بنایا

اُس رُوحِ مجسم کے تبرک نے مسیحا
جاں بخش تمہیں یوں دمِ گفتار بنایا

اُس چہرۂ پُرنور کی وہ بھیک تھی جس نے
مہر و مہ و انجم کو پُر انوار بنایا

اُن ہاتھوں کا جلوہ تھا یہ اے حضرتِ موسیٰ
جس نے یدِ بیضا کو ضیا بار بنایا

اُنکے لبِ رنگیں کی نچھاور تھی وہ جس نے
پتھر میں حسن لعل پر انوار بنایا

تمہارا نام مصیبت میں جب لیا ہوگا
ہمارا بگڑا ہوا کام بن گیا ہوگا

گنہگار پہ جب لطف آپ کا ہوگا
کیا بغیر کیا بے کیا کیا ہوگا

خدا کا لطف ہوا ہوگا دستگیر ضرور
جو گرتے گرتے ترا نام لے لیا ہوگا

دکھائی جائیگی محشر میں شانِ محبوبی
ق کہ آپ ہی کی خوشی آپ کا کہا ہوگا

خدائے پاک کی چاہینگے اگلے پچھلے خوشی
خدائے پاک خوشی ان کی چاہتا ہوگا

کسی کے پاؤں کی بیڑی یہ کاٹتے ہونگے
کوئی اسیرِ غم ان کو پکارتا ہوگا

کسی طرف سے صدا آئیگی حضور آؤ
نہیں تو دم میں غریبوں کا فیصلہ ہوگا

کسی کے پلہ پہ یہ ہونگے وقتِ وزنِ عمل
کوئی امید سے مُنہ ان کا تک رہا ہوگا

کوئی کہیگا دُہائی ہے یا رسُول اللہ
تو کوئی تھام کے دامن مچل گیا ہوگا

کسی کو لیکے چلیں گے فرشتے سوئے جحیم
وہ ان کا رستہ پھر پھر کے دیکھتا ہوگا

شکستہ پا ہوں مرے حال کی خبر کردو
کوئی کسی سے یہ رو رو کے کہہ رہا ہوگا

خدا کے واسطے جلد اُن سے عرضِ حال کرو
کسے خبر ہے کہ دم بھر میں ہائے کیا ہوگا

پکڑ کے ہاتھ کوئی حالِ دل سُنائیگا
تو رو کے قدموں سے کوئی لپٹ گیا ہوگا

زبان سُوکھی دکھا کر کوئی لبِ کوثر
جنابِ پاک کے قدموں پہ گر گیا ہوگا

نشانِ خسروِ دیں دُور کے غلاموں کو
لوائے حمد کا پرچم بتا رہا ہوگا

کوئی قریبِ ترازو کوئی لبِ کوثر
کوئی صراط پر انکو پکارتا ہوگا

یہ بے قرار کرے گی صدا غریبوں کی
مقدس آنکھوں سے تارا شک کا بندھا ہوگا

وہ پاک دل کہ نہیں جس کو اپنا اندیشہ
ہجومِ فکر و تردد میں گھر گیا ہوگا

ہزار جان فدا نرم نرم پاؤں سے
پکارِ رُسل کے اسیروں کی دوڑتا ہوگا

عزیز بچہ کو ماں جس طرح تلاش کرے
خدا گواہ یہی حال آپ کا ہوگا۔

خدائی بھر انہیں ہاتھوں کو دیکھتی ہوگی
زمانہ بھر انہیں قدموں پہ لوٹتا ہوگا

نبی ہے دم پہ دہائی ہے تاج والے کی
یہ غُل یہ شور یہ ہنگامہ جا بجا ہوگا

مقام فاصلوں پر کام مختلف اتنے
وہ دن ظہورِ کمالِ حضور کا ہوگا

کہیں گے اور نبی اِذْهَبُوْا اِلٰی غَیْرِیْ
مرے حضور کے لب پر اَنَا لَهَا ہوگا

دُعائے اُمتِ بدکار ورد لب ہوگی
خدا کے سامنے سجدہ میں سر جھکا ہوگا

غلام اُن کی عنایت سے چین میں ہونگے
بعد و حضور کا آفت میں مُبتلا ہوگا

میں اُنکے در کا بھکاری ہوں فضلِ مولےٰ سے
حسنؔ غلام کا جنت میں بستر ا ہوگا

یہ اکرام ہے مُصطفٰے پیر خدا کا
کہ سب کچھ خدا کا ہُوا مصطفٰے کا

یہ بیٹھا ہے سکہ تمہاری عطا کا
کبھی ہاتھ اُٹھنے نہ پایا گدا کا

چمکتا ہوا چاند ثور و حرا کا
اُجالا ہوا بُرجِ عرشِ خدا کا

لحد میں عمل ہو نہ دیوِ بلا کا
جو تعویذ میں نقش ہو نقشِ پا کا

جو بندہ خدا کا وہ بندہ تمہارا — جو بندہ تمہارا وہ بندہ خدا کا

مرے گیسوؤں والے میں تیرے صدقے — کہ سر پر ہجومِ بلا ہے بلا کا

ترے زیرِ پا مسندِ ملکِ یزداں — ترے فرق پر تاجِ مُلکِ خدا کا

سہارا دیا جب مرے ناخدا نے — ہوئی ناؤ سیدھی پھرا رُخ ہوا کا

کیا ایسا قادر قضاؤ قدر نے — کہ قدرت میں ہے پھیر دینا قضا کا

اگر زیرِ دیوارِ سرکار بیٹھوں — مرے سر پہ سایہ ہو فضلِ خدا کا

ادب سے لیا تاجِ شاہی نے سر پر — یہ پایا ہے سرکار کے نقشِ پا کا

خدا کرنا ہوتا جو تحتِ مشیت — خدا ہو کر آتا یہ بندہ خدا کا

اذاں کیا جہاں دیکھو ایمان والو — ق — پسِ ذکرِ حق ذکر ہے مصطفےٰ کا

کہ پہلے زباں حمد سے پاک ہو لے — تو پھر نام لے وہ حبیبِ خدا کا

یہ ہے تیرے ایمائے ابرو کا صدقہ — ہدف ہے اثر اپنے تیرِ دعا کا

ترا نام لے کر جو مانگے وہ پائے — ترا نام لیوا ہے پیارا خدا کا

نہ کیونکر ہو اس ہاتھ میں سب خدائی — کہ ہاتھ تو ہاتھ ہے کبریا کا

جو صحرائے طیبہ کا صدقہ نہ ملتا — کھلاتا ہی تو پھول جھونکا صبا کا

عجب کیا نہیں گر سراپا کا سایہ — سراپا سراپا ہے سایہ خدا کا

خدا مدح خواں ہے خدا مدح خواں ہے — مرے مصطفےٰ کا مرے مصطفےٰ کا

خدا کا وہ طالب خدا اُس کا طالب — خدا اُس کا پیارا وہ پیارا خدا کا

جہاں ہاتھ پھیلائے منگتا بھکاری — وہی در ہے داتا کی دولت سرا کا

ترے رتبہ میں جس نے چون و چرا کی — نہ سمجھا وہ بد بخت رتبہ خدا کا

ترے پاؤں نے سربلندی وہ پائی — بنا تاجِ سرِ عرشِ ربِ علا کا

کسی کے جگر میں تو سر پر کسی کے — عجب مرتبہ ہے ترے نقشِ پا کا

ترا دردِ اُلفت جو دل کی دوا ہو — وہ بے درد ہے نام لے جو دوا کا

ترے بابِ عالی کے قربان جاؤں — یہ ہے دوسرا نام عرشِ خدا کا

چلے آؤ مجھ جاں بلب کے سرہانے — کہ سب دیکھ لیں پھر کے جانا قضا کا

بھلا ہے حسن کا جنابِ رضا سے
بھلا ہو الٰہی جنابِ رضا کا

سرِ صبحِ سعادت نے گریباں سے نکالا
ظلمت کو ملا عالمِ امکاں سے نکالا

پیدائشِ محبوبِ کی شادی میں خدا نے
اُمت کے گرفتاروں کو زنداں سے نکالا

رحمت کا خزانہ پئے تقسیمِ گدایاں
اللہ نے تہِ خانۂ پنہاں سے نکالا

خوشبو نے غزالوں سے چھڑائے چمن و گل
جلوے نے پتنگوں کو شبستاں سے نکالا

ہے حسنِ گلوئے مہ بطحا سے یہ روشن
اب مہر نے سر اُس کے گریباں سے نکالا

پردہ جو ترے جلوۂ رنگیں نے اُٹھایا
صرصر کا عمل صحنِ گلستاں سے نکالا

اُس ماہ نے جب مہر سے کی جلوہ نمائی
تاریکیوں کو شامِ غریباں سے نکالا

اے مہرِ کرم تیری تجلّی کی ادا نے
ذرّوں کو بلائے شبِ ہجراں سے نکالا

صدقے ترے اے مرہمِ دیدۂ یعقوب
یوسف کو تری چاہ نے کنعاں سے نکالا

ہم ڈوبنے ہی کو تھے کہ آقا کی مدد نے
گرداب سے کھینچا ہمیں طوفاں سے نکالا

اُمت کے کلیجے کی خلش تم نے مٹائی
ٹوٹے ہوئے نشتر کو رگِ جاں سے نکالا

ان ہاتھوں کے قرباں کہ اِن ہاتھوں سے تم نے
خارِ رہِ غم پائے غریباں سے نکالا

ارمان زدوں کی ہیں تمنّائیں بھی پیاری
ارمان نکالا تو کس ارماں سے نکالا

یہ گردنِ پُر نُور کا پھیلا ہے اُجالا
یا صُبح نے سر اُن کے گریبان سے نکالا

گلزارِ براہیم کیا نار کو جس نے۔
اوس نے ہی ہمیں آتشِ سوزاں سے نکالا

دینی تھی جو عالم کے حسینوں کو ملاحت
تھوڑا سا نمک اُس کے نمکداں سے نکالا

قرآن کے حاشی پہ جلالین لکھی ہے
مضمون یہ خطِ عارضِ جاناں سے نکالا

قرباں ہُوا بندگی پہ لطفِ رہائی
یُوں بندہ بنا کر ہمیں زنداں سے نکالا

اے آہ مرے دل کی لگی اور نہ بجھتی۔
کیوں تُو نے دُھواں سینۂ سوزاں سے نکالا

مدفن نہیں پھینک آئینگے احباب گڑھے میں
تابوت اگر کوچۂ جاناں سے نکالا

کیوں فکر ہے کیا حشر کا ہنگامہ بپا ہے
یا تم نے قدم گورِ غریباں سے نکالا

لاکھوں ترے صدقے میں کہیں گے دمِ محشر
زنداں سے نکالا ہمیں زنداں سے نکالا

جو بات لبِ حضرتِ عیسےٰ نے دکھائی
وہ کام یہاں جُنبشِ داماں سے نکالا

منہ مانگی مرادوں سے بھری جیب دو عالم
جب دستِ کرم آپ نے داماں سے نکالا

کانٹا غمِ عقبیٰ کا حسنؔ اپنے جگر سے
اُمت نے خیالِ سرِ مژگاں سے نکالا

اگر قسمت سے میں اُنکی گلی میں خاک ہو جاتا
غمِ کونین کا سارا بکھیڑا پاک ہو جاتا

جو اے گُل جامۂ ہستی تری پوشاک ہو جاتا
تو خارِ نیستی سے کیوں اُلجھ کر چاک ہو جاتا

جو وہ ابرِ کرم پھر آبروئے خاک ہو جاتا
تو اُس کے دو ہی چھینٹوں میں زمانہ پاک ہو جاتا

ہوائے دامنِ رنگیں جو ویرانہ میں آ جاتی
لباسِ گُل میں ظاہر خس و خاشاک ہو جاتا

لبِ جاں بخش کی قربت حیاتِ جاوداں دیتی
اگر ڈورا نفس کا ریشۂ مسواک ہو جاتا

ہوا دل سو غموں کو چاہیے تھی اُن کے دامن کی
الٰہی صبحِ محشر کا گریباں چاک ہو جاتا

اگر دو بُوند پانی چشمۂ رحمت سے مل جاتا
مری ناپاکیوں کے میل ڈھلتے پاک ہو جاتا

اگر پیوندِ لبِ بوسِ پیمبر کے نظر آتے
ترا اے حُلۂ شاہی کلیجہ چاک ہو جاتا

جو وہ گُل سونگھ لیتا پھول مرجھایا ہوا بلبل
بہارِ تازگی میں سب چمن کی ناک ہو جاتا

چمک جاتا مقدر جب دُرِ دنداں کی طلعت سے
نہ کیوں رشتہ گہر کا ریشۂ مسواک ہو جاتا

عدو کی آنکھ بھی محشر میں حسرت سے نہ منہ تکتی
اگر تیرا کرم کچھ آسرے نگاہ پاک ہو جاتا

بہارِ تازہ رہتیں کیوں خزاں میں دھجیاں اُڑتیں
لباسِ گُل جو اُن کی ملگجی پوشاک ہو جاتا

کمانِ نبوت قادر اندازی میں یکتا ہیں
وہ عالم کیوں نہ اُنکا بستۂ فتراک ہو جاتا

نہ ہوتی مشتاق اگر در کی جدائی تیرے ذرہ کو
قمر اک اور بھی روشن سرِ افلاک ہو جاتا

تری رحمت کے قبضہ میں ہی پیارے قلبِ ماہیت
مرے حق میں نہ کیوں زہرِ گنہ تریاک ہو جاتا

خدا تارِ رگِ جاں کی اگر عزت بڑھا دیتا
شرائک نعلِ پاکِ سیدِ لولاک ہو جاتا

تجلی گاہِ جاناں تک اُجالے سے پہنچ جاتے
جو تو اے توسنِ عمر رواں چالاک ہو جاتا

اگر تیری بھرن اے ابرِ رحمت کچھ کرم کرتی
ہمارا چشمۂ ہستی اُبل کر پاک ہو جاتا

حسنؔ اہلِ نظر عزت سے آنکھوں میں جگہ دیتے
اگر یہ مُشتِ خاک اُن کی گلی کی خاک ہو جاتا

دشمن ہے گلے کا ہار آقا
کٹتی ہے مری بہار آقا

تم دل کیلئے قرار آقا
تم راحتِ جانِ زار آقا

تُم عرش کے تاجدار ہوئے — تُم فرش کے باوقار آقا
دامن دامن ہوائے دامن — گُلشن گُلشن بہار آقا
بندے ہیں گناہگار بندے — آقا ہیں کرم شعار آقا
اِس شان کے ہم نے کیا کسی نے — دیکھے نہیں زینہار آقا
بندوں کا الم نے دل دُکھایا — اور ہو گئے بے قرار آقا
آرام سے سوئیں ہم کہ کیونے — جاگا کریں باوقار آقا
ایسا تو کہیں سُنا نہ دیکھا — بندوں کا اُٹھائیں بار آقا
جِنکی کوئی بات تک نہ پُوچھے — اُنپر تُمہیں آئے پیار آقا
پاکیزہ دلوں کی زینت ایماں — ایماں کے تم سنگار آقا
صدقہ جو بٹے کہیں سلامیں — ہم بھی ہیں امیدوار آقا
چمکا گئی ناؤ بے کسوں کی — آنا مرے غمگسار آقا
اللہ نے تم کو دے دیا ہے — ہر چیز کا اختیار آقا۔
ہے خاک پہ نقشِ پا تمہارا — آئینہ بے غبار آقا
عالم میں ہیں سب بنی کے ساتھی — بگڑی کے تمہیں ہو یار آقا
سرکار کے تاجدار بندے — سرکار ہیں تاجدار آقا۔
دے بھیک اگر جمالِ رنگیں — جنت ہو مرا مزار آقا
آنکھوں کی کھنڈر بھی اب بسا دو — دل کا تو ہُوا وقار آقا
ایمان کی تاک میں ہو دشمن — آؤ دمِ احتضار آقا۔
ہو شمعِ شبِ سیاہ بختاں — تیرا رُخِ نُور بار آقا۔
تو رحمتِ بے حساب کو دیکھ — جُرموں کا نہ لے شمار آقا
دیدار کی بھیک کب بٹے گی — منگتا ہوں امیدوار آقا
بندوں کی ہنسی خوشی میں گذرے — اس غم میں ہوں اشکبار آقا
آتی ہے مدد بلا سے پہلے — کرتے نہیں انتظار آقا
سایہ میں تمہارے دونوں عالم — تُم سایۂ کردگار آقا
جب فوجِ الم کرے چڑھائی — ہو اوجِ کرم حصار آقا

ہر مُلک خدا کے سچّے مالک — ہر مُلک کے شہریار آقا
مانا کہ میں ہوں ذلیل بندہ — آقا تو ہے باوقار آقا
ٹوٹے ہوئے دِل کو دو سہارا — اب غم کی نہیں سہار آقا
مِلتی ہے تُمہیں سے داد دل کی — سُنتے ہو تُمہیں پکار آقا
تیری عظمت وہ ہے کہ تیرا — اللہ کرے وقار آقا
اللہ کے لاکھوں کارخانے — سب کا تُمہیں اختیار آقا
کیا بات تمہارے نقشِ پا کی — ہے تاجِ سرِ وقار آقا
خود بھیک دو خود کہو بھلا ہو۔ — اس دین کے ہیں نثار آقا
وہ شکل ہی ہے ادا تمہاری — اللہ کو آئے پیار آقا
جو تجھ سے تجھے چھپائے رکھّے — وہ جلوہ کر آشکار آقا
کچھ کہتے ہیں بے زباں تمہارے — گونگوں کی سنو پکار آقا
وہ دیکھے کربلا میں جس نے — دیکھے نہ ہوں جاں نثار آقا
آرام سے شش جہت میں گزرے — غم دل سے نہ ہو دوچار آقا

ہو جانِ حسن نثار تجھ پر
ہو جاوں ترے نثار آقا

واہ کیا مرتبہ ہوا تیرا — تو خدا کا خدا ہوا تیرا
تاج والے ہوں یا گدا ہوں یا محتاج — سب نے پایا دیا ہوا تیرا
ہاتھ خالی کوئی پھرا نہ پھرے — ہے خزانہ بھرا ہوا تیرا
آج سُنتے ہیں سُننے والے کل — دیکھ لیں گے کہا ہوا تیرا
اسے تُو جانے یا خدا جانے — پیشِ حق مرتبہ کیا ہوا تیرا
گھر ہیں سب بند در ہیں سب تیغے — ایک در ہے کھُلا ہوا تیرا
کام تو ہیں سے ہے سجدی کو — تو ہوا یا خُدا ہوا تیرا
تاجداروں کا تاجدار بنا — بن گیا جو گدا ہوا تیرا
اور میں کیا لکھوں خدا کی حمد — حمد اسے وہ خدا ہوا تیرا
جو تیرا ہو گیا خدا کا ہوا — جو خدا کا ہوا ہوا تیرا

حوصلے کیوں گھٹیں غموں کے سہے ارادہ بڑھا ہُوا تیرا
ذات بھی تیری انتخاب ہوئی نام بھی مصطفےٰ ہُوا تیرا
جسے تُو نے دیا خدا نے دیا دین رب کی دیا ہُوا تیرا
ایک عالم خدا کا طالب ہے اور طالب خدا ہُوا تیرا
بزمِ امکاں ترے نصیب کھلے کہ وہ دولھا بنا ہُوا تیرا
میری طاعت سے تیرے مجرم فزوں لطف سب سے بڑھا ہُوا تیرا
خوب وزنِ عمل کسے ہو کہ ہے دل مدعا پر تُلا ہُوا تیرا
کلمہ بگڑے ہوؤں کے بنا دیتا کام کس کا ہُوا ہُوا تیرا
ہر ادا دل نشیں بنی میری ہر سخن جاں فزا ہُوا تیرا
آشکارا کمالِ شانِ ظہور پھر بھی جلوہ چھپا ہُوا تیرا
پردہ دار ادا ہزار حجاب پھر بھی پردہ اٹھا ہُوا تیرا
بزمِ دنیا میں یومِ محشر میں نام کس کا ہُوا ہُوا تیرا
مَنْ رَّاٰنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ حُسن یہ حق نما ہُوا تیرا
بارِ عصیاں سروں سے پھینکے گا پیشِ حق سر جھکا ہُوا تیرا
یم جو حضور پیاسا ہوں نم گھٹا سے بڑھا ہُوا تیرا
وصلِ وحدت پھر اس پہ یہ خلوت تجھ سے سایہ جدا ہُوا تیرا
صنعِ خالق کے جتنے خاکے ہیں رنگ سب میں بھرا ہُوا تیرا
ارضِ طیبہ قدومِ عالا سے ذرہ ذرہ سما ہُوا تیرا
اے جناں ہیں ترے عمل کرسی تختہ تختہ بچھا ہُوا تیرا
اے فلک مہرِ حق کی باڑی ہے کاسہ کاسہ بھرا ہُوا تیرا
اے چمن بھیک ہے تبسم کی غنچہ غنچہ کھلا ہُوا تیرا
ایسی شوکت کے تاجدار کہاں تخت تختِ خدا ہُوا تیرا
اس جلالت کے شہریار کہاں ملک ملکِ خدا ہُوا تیرا
اس وجاہت کے بادشاہ کہاں حکم حکمِ خدا ہُوا تیرا
خلق کہتی ہے لامکاں جس کو شہ نشیں ہے سجا ہُوا تیرا

زیست وہ ہے کہ حسنِ یار رہے
دل میں عالم لیا ہوا تیرا

موت وہ ہے کہ ذکر یار رہے
لب پہ نقشہ جما ہوا تیرا

ہوں زمیں والے یا فلک والے
سب کو صدقہ عطا ہوا تیرا

ہر گھڑی گھر سے بھیک کی تقسیم
رات دن در کھلا ہوا تیرا

نہ کوئی دوسرا میں تجھ سا ہوا
نہ کوئی دوسرا ہوا تیرا

سوکھے گھاٹوں مرا اتار ہو کیوں
کہ ہے دریا چڑھا ہوا تیرا

سوکھے دھانوں کی بھی خبر لیلے
کہ ہے بادل گھرا ہوا تیرا

مجھ سے کیا لے سکے عدو میاں
اور وہ بھی دیا ہوا تیرا

بے خبر ہم تباہ کاروں کی
قافلہ ہے لٹا ہوا تیرا

مجھے وہ درد دے خدا کہ رہے
ہاتھ دل پر دھرا ہوا تیرا

تیرے سر کو ترا خدا جانے
تاجِ سر نقشِ پا ہوا تیرا

بگڑی باتوں کی فکر کر نہ حسنؔ
کام سب ہے بنا ہوا تیرا

مطلعِ مطلب تمہارا ہر اشارہ ہوگیا
جب اشارہ ہوگیا مطلب ہمارا ہوگیا

ڈوبتوں کا یا نبی کہتے ہی بیڑا پار تھا
غم کنارے ہوگئے پیڑا کنارا ہوگیا

تیری طلعت سے زمیں کے ذرے مہ پارے بنے
تیری ہیبت سے فلک کا مہ دوپارا ہوگیا

اللہ اللہ محوِ حسنِ روئے جاناں کے نصیب
بند کرلیں جس گھڑی آنکھیں نظارا ہوگیا

یوں تو سب پیدا ہوئے ہیں آپ ہی کیواسطے
قسمت اس کی ہے جسے کہدو ہمارا ہوگیا

تیرگی باطل کی چھائی تھی جہاں تاریک تھا
اٹھ گیا پردہ ترا حق آشکارا ہوگیا

کیوں نہ دم دیں مرنیوالے مرگِ عشقِ پاک پر
جان دی اور زندگانی کا سہارا ہوگیا

نام تیرا ذکر تیرا تو ترا پیارا خیال
ناتوانوں بے سہاروں کا سہارا ہوگیا

ذرۂ کوئے حبیب اللہ رے تیرے نصیب
پاؤں پڑکر عرش کی آنکھوں کا تارا ہوگیا

تیرے صانع سے کوئی پوچھے ترا حسن و جمال
خود بنایا اور بنا کر خود ہی پیارا ہوگیا

ہم کمینوں کا انھیں آرام تھا اتنا پسند
غم خوشی سے دکھ تو مل سے گوارا ہوگیا

کیوں نہ ہو تم مالکِ ملکِ خدا ملکِ خدا
سب تمہارا ہے خدا ہی جب تمہارا ہوگیا

روزِ محشر کے الم کا دشمنوں کو خوف ہو — دکھ ہمارا آپ کو کس دن گوارا ہو گیا
جو ازل میں تھی وہی طلعت وہی تنویر ہے — آئینہ سے یہ ہوا جلوہ دوبارا ہو گیا
تو ہی نے تو مصر میں یوسف کو یوسف کر دیا — تو ہی تو یعقوب کی آنکھوں کا تارا ہو گیا
ہم بھکاری کیا ہماری بھیک کس گنتی میں ہے — تیرے در سے بادشاہوں کا گذارا ہو گیا

اے حسنؔ قربان جاؤں اس جمالِ پاک پر
سیکڑوں پردوں میں رہ کر عالم آرا ہو گیا

منقبت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ

بیاں ہو کس زباں سے مرتبہ صدیق اکبر کا — ہے یارِ غار محبوبِ خدا صدیق اکبر کا
الٰہی رحم فرما خادمِ صدیق اکبر ہوں — تری رحمت کے صدقے واسطہ صدیق اکبر کا
رُسل اور انبیاء کے بعد جو افضل ہو عالم سے — یہ عالم میں ہے کس کا مرتبہ صدیق اکبر کا
گدا صدیق اکبر کا خدا سے فضل پاتا ہے — خدا کے فضل سے میں ہوں گدا صدیق اکبر کا
نبی کا اور خدا کا مدح گو صدیق اکبر ہے — نبی صدیق اکبر کا خدا صدیق اکبر کا
ضیا میں مہرِ عالمتاب کا یوں نام کب ہوتا — نہ ہوتا نام اگر وجہِ ضیا صدیق اکبر کا
ضعیفی میں یہ قوت ہے ضعیفوں کو قوی کر دیں — سہارا لیں ضعیف و اقویا صدیق اکبر کا
خدا اکرام فرماتا ہے اتقٰی کہہ کے قرآں میں — کریں پھر کیوں نہ اکرام اتقیا صدیق اکبر کا
صفا وہ کچھ ملی خاکِ سرِ کوئے پیغمبر سے — مصفا آئینہ ہے نقشِ پا صدیق اکبر کا
ہوئے فاروق و عثمان و علی جب داخلِ بیعت — بنا فخر سلاسل سلسلہ صدیق اکبر کا
مقامِ خواب راحت چین سے آرام کرنے کو — بنا پہلوئے محبوبِ خدا صدیق اکبر کا
علی ہیں اس کے دشمن اور وہ دشمن علی کا ہے — جو دشمن عقل کا دشمن ہوا صدیق اکبر کا

لٹایا راہِ حق میں گھر کئی بار اس محبت سے
کہ لُٹ لُٹ کر حسنؔ گھر بن گیا صدیق اکبر کا

منقبت خلیفہ دوم رضی اللہ عنہ

نہیں خوش بخت محتاجانِ عالم میں کوئی ایسا — ملا تقدیر سے حاجت روا فاروق اعظم سا

ترا رشتہ بنا شیرازۂ جمعیتِ خاطر
پڑا تھا دفترِ دینِ کتاب اللہ برہم سا

مراد آئی مرادیں ملنے کی پیاری گھڑی آئی
ملا حاجت روا ہم کو درِ سلطان عالم سا

ترے جود و کرم کا کوئی اندازہ کرے کیونکر
ترا اک اک گدا فیض و سخاوت میں ہے حاتم سا

خدارا مہر کر اے ذرہ پرور مہرِ نورانی
سیہ بختی سے ہے روزِ سیہ میرا شبِ غم سا

تمہارے در سے جھولی بھر مرادیں لیکے اٹھینگے
نہ کوئی بادشاہ تم سا نہ کوئی بینوا ہم سا

فدا اے اُمِ کلثوم آپ کی تقدیر یاور کے
علی بابا ہوا دولھا بنا فاروقِ اکرم سا

غضب میں دشمنوں کی جان ہے تیغ سر افگن سی
خروج و فرض کے گھر میں نہ کیوں برپا ہو ماتم سا

شیاطیں مضمحل ہیں تیرے نامِ پاک کے ڈر سے
بکلجائے نہ کیوں رفاضِ بد اطوار کا دم سا

منائیں عید جو ذی الحجہ میں تیری شہادت کی
الٰہی روز و ماہ و سن انہیں گزرے محرم سا

حسنؔ در عالمِ پستی سر رفعت اگر داری
بیا فرقِ ارادت بر درِ فاروقِ اعظم سا

منقبتِ خلیفۂ سوم رضی اللہ عنہ

اللہ سے کیا پیار ہے عثمانِ غنی کا
محبوبِ خدا یار ہے عثمانِ غنی کا

رنگین وہ رخسار ہے عثمانِ غنی کا
بلبل گلِ گل زار ہے عثمانِ غنی کا

گرمی پہ یہ بازار ہے عثمانِ غنی کا
اللہ خریدار ہے عثمانِ غنی کا

کیا لعل شکر بار ہے عثمانِ غنی کا
قند ایک نمکخوار ہے عثمانِ غنی کا

سرکار عطا پاش ہے عثمانِ غنی کی
دربار دُرر بار ہے عثمانِ غنی کا

دل سوختو ہمت جگر آب ہوتے ہیں ٹھنڈے
وہ سایۂ دیوار ہے عثمانِ غنی کا

جو دل کو ضیا دے جو مقدر کو جلا دے
وہ جلوۂ دیدار ہے عثمانِ غنی کا

جس آئینہ میں نورِ الٰہی نظر آئے
وہ آئینہ رخسار ہے عثمانِ غنی کا

سرکار سے پائینگے مرادوں پہ مرادیں
دربار یہ دربار ہے عثمانِ غنی کا

آزاد گرفتارِ بلائے دو جہاں ہے
آزاد گرفتار ہے عثمانِ غنی کا

بیمار ہے جس کو نہیں آزارِ محبت
اچھا ہے جو بیمار ہے عثمانِ غنی کا

اللہ غنی حد نہیں انعام و عطا کی
وہ فیض پہ دربار ہے عثمانِ غنی کا

رُک جائیں مرے کام حسنؔ ہو نہیں سکتا
فیضان مدد گار ہے عثمانِ غنی کا

منقبت خلیفۂ چہارم رضی اللہ عنہ

اے حبِّ وطن ساتھ نہ یوں سوئے نجف جا
ہم اور طرف جاتے ہیں تُو اور طرف جا

چل ہند سے چل ہند سے چل ہند سے غافل
اُٹھ سوئے نجف سوئے نجف سوئے نجف جا

پھنستا ہے وبالوں میں عبث اختر طالع
سرکار سے پائیگا شرف بہرِ شرف جا

آنکھوں کو بھی محروم نہ رکھ حسنِ ضیا سے
کی دلمیں اگر اے مہِ بے داغ و کلف جا

اے کلفتِ غم بندۂ مولےٰ سے نہ رکھ کام
بے فائدہ ہوتی ہے تری عمر تلف جا

اے ظلمتِ شہ آ تجھے مولیٰ کی قسم آ
اَے ظلمتِ دل جا تجھے اس رخ کا حلف جا

ہو جلوہ فزا صاحبِ قوسین کا نائب
ہاں تیرِ دُعا بہرِ خدا سوئے ہدف جا

کیوں غرقِ الم ہے دُرِ مقصود سے منہ پھر
نیسانِ کرم کی طرف اے تشنہ صدف جا

جیلاں کے شرف حضرتِ مولےٰ کے خلف ہیں
اے ناخلف اُٹھ جانبِ تعظیم خلف جا

تفضیل کا جویا نہ ہو مولےٰ کے دلا میں
یوں چھوڑ کے گوہر کو نہ تو بہرِ خذف جا

مولےٰ کی امامت سے محبت ہے تو غافل
اربابِ جماعت کی نہ تو چھوڑ کے صف جا

کہدے کوئی گھبرا ہے بلاؤں نے حسنؔ کو
اَے شیرِ خدا بہرِ مدد تیغ بکف جا

ردیف بائے تازی

دردِ دل کر مجھے عطا یارب
دے مرے درد کی دوا یارب

لاج رکھ لے گناہگاروں کی۔
نام رحمٰن ہے ترا یارب

عیب میرے نہ کھول محشر میں
نام ستّار ہے ترا یارب

بے سبب بخشدے نہ پوچھ عمل
نام غفّار ہے ترا یارب

زخم گہرا سا تیغ اُلفت کا
میرے دل کو بھی کر عطا یارب

یوں تمنّا ہوں کہ تجھ سے مل جاؤں
یوں تمنّا اِس طرح ملا یارب

بھول کر بھی نہ آئے یاد اپنی — میرے دل سے مجھے بھلا یارب
خاک کر اپنے آستانے کی۔ — یوں ہمیں خاک میں ملا یارب
میری آنکھیں میرے لئے ترسیں — مجھ سے ایسا مجھے چھپا یارب
ٹیس کم ہو نہ دردِ الفت کی — دل تڑپتا رہے مرا یارب
نہ بھریں زخمِ دل ہرے ہو کر — رہے گلشن ہرا بھرا یارب
تیری جانب یہ مشتِ خاک اڑے — بھیج ایسی کوئی ہوا یارب
داغ الفت کی تازگی نہ گھٹے — باغ دل کا رہے ہرا یارب
سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ عَلٰی غَضَبِیْ — ق تو نے جب سے سنا دیا یارب
آسرا ہم گناہگاروں کا۔ — اور مضبوط ہو گیا یارب
ہے اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ — ق میرے ہر درد کی دوا یارب
تو نے میرے ذلیل ہاتھوں میں — دامنِ مصطفٰے دیا یارب
تو نے دی مجھ کو نعمتِ اسلام — پھر جماعت میں لے لیا یارب
کر دیا تو نے قادری مجھ کو — تیری قدرت کے میں فدا یارب
دولتیں ایسی نعمتیں اتنی۔ — بے غرض تو نے کیں عطا یارب
دے کے لیتے نہیں کریم کبھی — جو دیا جس کو دے دیا یارب
تو کریم اور کریم بھی ایسا۔ — کہ نہیں جس کا دوسرا یارب
ظن نہیں بلکہ ہے یقین مجھے — وہ بھی تیرا دیا ہوا یارب
ہو گا دنیا میں قبر و محشر میں — مجھ سے اچھا معاملہ یارب
اس نکتے سے کام لے ایسے — یہ نکتا ہو کام کا یارب
مجھے ایسے عمل کی دے توفیق — کہ ہو راضی تری رضا یارب
جس نے اپنے لئے برائی کی۔ — ق ہے یہ نادان وہ برا یارب
ہر بھلے کی بھلائی کا صدقہ — اس برے کو بھی کر بھلا یارب
میں نے بنتی ہوئی بگاڑی بات — بات بگڑی ہوئی بنا یارب
میں نے سُبْحٰنَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی — خاک پر رکھ کے سر کہا یارب
صدقہ اس دی ہوئی بلندی کا۔ — پستیوں سے مجھے بچا یارب

بونے والے جو بوئیں وہ کاٹیں ۔ ق یہ ہوا تو نہیں مرتا یارب
آہ جو بو چکا ہوں وقتِ درو ہوگا حسرت کا سامنا یارب
صدقہ ماہ ربیع الاوّل کا گیہوں اس کھیت سے اُگا یارب
پاک سے دُرد و درد سے جرعے جام اُس کا مجھے پلا یارب
کر کے گستر وہ خوانِ اُدعُونی ق تُو نے بندوں کو دی صلا یارب
آستاں پر ترے ترا منگتا سُنکر آیا ہے یہ صدا یارب
نعمتِ اَستَجِب سے پائے بھیک ہاتھ پھیلا ہوا مرا یارب
تجھ سے وہ مانگوں میں جو بہتر ہو مدعی ہو نہ مدّعا یارب
مجھے دونوں جہاں کے غم سے بچا شاد رکھ شاد دائما یارب
مجھ پر اور میرے دونوں بھائیوں پر سایہ ہو تیرے فضل کا یارب
عیش تینوں گھروں کے تینوں کو اپنی رحمت سے کر عطا یارب
میرے فاروق و حامد حسین درد و غم سے رہیں جدا یارب
لختِ دل مصطفےٰ حسین رضا ہر جگہ پائیں مرتبا یارب
سایۂ پنجتن ہو پانچوں پر دائما ہو تری عطا یارب
دونوں عالم کی نعمتیں پائے مرتضےٰ بہرِ مصطفےٰ یارب
علم و عمر و عمل فراخ معاش مجتبےٰ کو بھی کر عطا یارب
کر دے فضل و نعم سے مالا مال غم الم سے انہیں بچا یارب
ان کے دشمن ذلیل و خوار رہیں رد رہے ان کی ہر بلا یارب
بال بیکا کبھی نہ ہو ان کا ۔ بول بالا ہو دائما یارب
میری ماں میری بہنیں بھانجے سب پائیں آرام دوسرا یارب
اور بھی جتنے میرے پیارے ہیں حاجتیں سب کی ہوں روا یارب
میرے احباب پر بھی فضل رہے تیرا تیرے حبیب کا یارب
اہلِ سُنّت کی ہر جماعت پر ہر جگہ ہو تری عطا یارب
دشمنوں کے لئے ہدایت کی تجھ سے کرتا ہوں التجا یارب

تو حسن کو اٹھا حسن کر کے
ہو مع الخیر خاتمہ یارب

سر سے پا تک ہر ادا ہے لاجواب
خوبرویوں میں نہیں تیرا جواب

حسن ہے بے مثل صورت لاجواب
میں فدا تم آپ ہو اپنا جواب

پوچھے جاتے ہیں عمل میں کیا کہوں
تم سکھا جاؤ مرے مولیٰ جواب

میری حامی ہے تیری شان کرم
پرسشِ روزِ قیامت کا جواب

ہیں دعائیں سنگِ دشمن کا عوض
اس قدر نرم ایسے پتھر کا جواب

پلٹتے ہیں ہم سے نکمّے بے شمار
ہے کہیں اس آستانہ کا جواب

روزِ محشر ایک تیرا آسرا
سب سوالوں کا جواب لاجواب

میں یدِ بیضا کے صدقے اے کلیم
پر کہاں اُن کی کفِ پا کا جواب

کیا عمل تُو نے کیے اُس کا سوال
تیری رحمت چاہیئے میرا جواب

مہر و مہ ذرّے ہیں اُن کی راہ کے
کون دے نقشِ کفِ پا کا جواب

تُم سے اُس بیمار کو صحت ملے
جس کو دیدیں حضرت عیسیٰ جواب

دیکھ رضواں دشتِ طیبہ کی بہار
میری جنت کا نہ پائیگا جواب

شور ہے لطف و عطا کا شور ہے
مانگنے والا نہیں سُنتا جواب

جرم کی پاداش پاتے اہلِ جرم ق
اُلٹی باتوں کا نہ ہو سیدھا جواب

پر تمہارے لطف آڑے آ گئے
دیدیا محشر میں پُرسش کا جواب

ہے حسن محوِ جمالِ روئے دوست
اے نکیرین اس سے پھر لینا جواب

جانبِ مغرب وہ چمکا آفتاب
بھیک کو مشرق سے نکلا آفتاب

جلوہ فرما ہو جو میرا آفتاب
ذرّہ ذرّہ سے ہویدا آفتاب

عارضِ پُر نور کا صاف آئینہ
جلوۂ حق کا چمکتا آفتاب

یہ تجلّی گاہ ذات بحت ہے
زلفِ انور ہے شب آسا آفتاب

دیکھنے والوں کے دل ٹھنڈے کیے
عارضِ انور ہے ٹھنڈا آفتاب

ہے شبِ دیجور طیبہ نور سے
ہم سیہ کاروں کا کالا آفتاب

بخت چمکا دے اگر شانِ جمال
ہو مری آنکھوں کا تارا آفتاب

نُور کے سانچے میں ڈھالا ہے تجھے
کیوں نہ ترے جلووں کا ڈھلتا آفتاب

نا خدائی سے نکالا آپ نے
چشمۂ مغرب سے ڈوبا آفتاب

ذرہ کی تابش ہے اُن کی راہ میں
یا ہُوا ہے گر کے ٹھنڈا آفتاب

گرمیوں پر ہے وہ حُسنِ بے زوال
ڈھونڈتا پھرتا ہے سایہ آفتاب

اُن کے در کے ذرہ سے کہتا ہی مہر
ہے تمہارے در کا ذرہ آفتاب

شامِ طیبہ کی تجلّی دیکھ کر
ہو تری تابش کا تڑکا آفتاب

رُوئے مولےٰ سے اگر اُٹھتا نقاب
چرخ کھا کر غش میں گرتا آفتاب

کہہ رہی ہے صُبحِ مولد کی ضیا
آج اندھیرے سے ہی نکلا آفتاب

وہ اگر دیں نکہت و طلعت کی بھیک
ذرہ ذرہ ہو مہکتا آفتاب

تلوے اور تلوے کے جلوے پر نثار
پیارا پیارا نور پیارا آفتاب

اے خدا ہم ذرّوں کے بھی دن پھریں
جلوہ فرما ہو ہمارا آفتاب

اُن کے ذرہ کے نہ سر چڑھ حشر میں
دیکھ اب بھی ہے سویرا آفتاب

جس سے گندرے اے حسن وہ مہرِ حسن
اُس گلی کا ہو اندھیرا آفتاب

ردیف تائے منقوطہ

پُر نُور ہے زمانہ صبحِ شبِ ولادت
پردہ اُٹھا ہے کس کا صبحِ شبِ ولادت

جلوہ ہی حق کا جلوہ صبحِ شبِ ولادت
سایہ خُدا کا سایہ صبحِ شبِ ولادت

فصلِ بہار آئی شکلِ نگار آئی
گلزار ہے زمانہ صبحِ شبِ ولادت

پھُولوں سے باغ مہکے شاخوں پہ مُرغ چہکے
عہدِ بہار آیا صبحِ شبِ ولادت

پژمُردہ حسرتوں کے سب کھیت لہلہائے
جاری ہُوا وہ دریا صبحِ شبِ ولادت

گُل ہے چراغ صرصر گُل سے چمن معطر
آیا کچھ ایسا جھونکا صبحِ شبِ ولادت

قطرہ میں لاکھ دریا گُل میں ہزار گلشن
نشو و نما ہے کیا کیا صبحِ شبِ ولادت

جنّت کے ہر مکاں کی آئینہ بندیاں ہیں
آراستہ ہے دُنیا صبحِ شبِ ولادت

دِل جگمگا رہے ہیں قسمت چمک اُٹھی ہے — پھیلا نیا اُجالا صبحِ شبِ ولادت
چمکے ہوئے دلوں کے رنگ کے میل چھوٹے — ابرِ کرم وہ برسا صبحِ شبِ ولادت
بلبل کا آشیانہ چھایا گیا گلوں سے — قسمت نے رنگ بدلا صبحِ شبِ ولادت
ارض و سما سے منگتا دوڑے ہیں بھیک لینے — بانٹے گا کون باڑا صبحِ شبِ ولادت
انوار کی ضیائیں پھیلی ہیں شام ہی سے — رکھتی ہے مہر کیسا صبحِ شبِ ولادت
مکہ میں شام کے گھر روشن ہیں ہر نگہ پر — چمکا ہے وہ اُجالا صبحِ شبِ ولادت
شوکت کا دبدبہ ہے ہیبت کا زلزلہ ہے — شق ہے مکان کسریٰ صبحِ شبِ ولادت
خطبہ ہوا زمین پر سکہ پڑا فلک پر — پایا جہاں نے آقا صبحِ شبِ ولادت
آئی نئی حکومت سکہ نیا چلیگا۔ — عالم نے رنگ بدلا صبحِ شبِ ولادت
رُوح الامیں نے گاڑا کعبہ کی چھت پہ جھنڈا — تا عرش اڑا پھریرا صبحِ شبِ ولادت
دونوں جہاں کی شاہی تا کنخدا دُلہن تھی۔ — پایا دلہن نے دولھا صبحِ شبِ ولادت
پڑھتے ہیں عرش والے سُنتے ہیں فرش والے — سلطانِ نو کا خطبہ صبحِ شبِ ولادت
چاندی ہے مفلسوں کی باندی ہے خوش نصیبی — آیا کرم کا داتا صبحِ شبِ ولادت
عالم کے دفتروں میں ترمیم ہو رہی ہے — بدلا ہے رنگِ دُنیا صبحِ شبِ ولادت
ظلمت کے سب رجسٹر حرفِ غلط ہوئے ہیں — کاٹا گیا سیاہا صبحِ شبِ ولادت
مُلکِ ازل کا سرور سب سروروں کا افسر — تختِ ابد پہ بیٹھا صبحِ شبِ ولادت
سوکھا پڑا ہے ساوا دریا ہوا سماوا۔ — ہر خشک و تر پہ قبضہ صبحِ شبِ ولادت
نوابیاں سدھاریں جاری ہیں شاہی آئیں — کچا ہوا علاقہ صبحِ شبِ ولادت
دِن پھر گئے ہمارے سوتے نصیب جاگے — خورشید ہی وہ چمکا صبحِ شبِ ولادت
قربان اے دوشنبے تجھ پر ہزار جُمعے — وہ فضل تُو نے پایا صبحِ شبِ ولادت
پیارے ربیع اوّل تیری جھلک کے صدقے — چمکا دیا نصیبا صبحِ شبِ ولادت
وہ مہر مہر فرما وہ ماہ عالم آرا۔ — تاروں کی چھاؤں آیا صبحِ شبِ ولادت
نوشہ بناؤ ان کو دولھا بناؤ ان کو — ہے عرش تک یہ شہرا صبحِ شبِ ولادت
شادی رچی ہوئی ہے بجتے ہیں شادیانے — دولھا بنا وہ دولھا صبحِ شبِ ولادت
محروم رہ نہ جائیں دن رات برکتوں سے — اس واسطے وہ آیا صبحِ شبِ ولادت

عرشِ عظیم جھومے کعبہ زمیں چومے — آتا ہے عرش والا صبحِ شبِ ولادت
ہمشیر ہوں بھکاری نزدیک ہے سواری — یہ کہہ رہا ہے ڈنکا صبحِ شبِ ولادت
بندوں کو عیش و شادی اعدا کو نامرادی — گڑکیت کا ہے گڑکا صبحِ شبِ ولادت
تارے ڈھلک کر آئے کاسے کٹورے لائے — یعنی بٹے گا صدقہ صبحِ شبِ ولادت
آمد کا شور سنکر گھر آئے ہیں بھکاری — گھیرے کھڑے ہیں سرتہ صبحِ شبِ ولادت
ہر جان منتظر ہے ہر دیدہ رہ نگر ہے — غوغا ہے مرحبا کا صبحِ شبِ ولادت
جبریل سر جھکائے قدسی پرے جمائے — ہیں سرو قد ستادہ صبحِ شبِ ولادت
کس دابِ کس ادب سے کس جوش کس طرب سے — پڑھتے ہیں اُن کا کلمہ صبحِ شبِ ولادت
ہاں دین والو اٹھو تعظیم والو اٹھو — آیا تمہارا مولےٰ صبحِ شبِ ولادت
اٹھو حضور آئے شاہِ غیور آئے — سلطانِ دین و دنیا صبحِ شبِ ولادت
اٹھو ملک اٹھے ہیں عرش و فلک اٹھے ہیں — کرتے ہیں انکو سجدہ صبحِ شبِ ولادت
آؤ فقیرو آؤ۔ منہ مانگی آس پاؤ۔ — باب کریم ہے وا صبحِ شبِ ولادت
سوکھی زبانوں آؤ اے جلتی جانوں آؤ۔ — لہرا رہا ہے دریا صبحِ شبِ ولادت
مرجھائی کلیوں آؤ کملائے پھولوں آؤ — برسا کرم کا جھالا صبحِ شبِ ولادت
تیری چمک دمک سے عالم جھلک رہا ہے — میرے بھی بخت چمکا صبحِ شبِ ولادت
تاریک رات غم کی کالی بلا ستم کی۔ — صدقہ تجلیوں کا صبحِ شبِ ولادت
لایا ہے شیر تیرا نورِ خدا کا جلوہ — دل کر دے دودھ دھویا صبحِ شبِ ولادت

بانٹا ہے دو جہاں میں تو نے ضیا کا باڑا
دیدے حسن کا حصہ صبحِ شبِ ولادت

ذکرِ شہادت

باغ جنت کے ہیں بہر مدح خوانِ اہلبیت — تم کو مژدہ نار کا اے دشمنانِ اہلبیت
کس زباں سے ہو بیاں عز و شانِ اہلبیت — مدح گوئے مصطفےٰ ہے مدح خوانِ اہلبیت
انکی پاکی کا خدائے پاک کرتا ہے بیاں — آیۂ تطہیر سے ظاہر ہے شانِ اہلبیت
مصطفےٰ عزت بڑھانے کے لئے تعظیم دیں — ہے بلند اقبال تیرا دودمانِ اہلبیت۔

اُن کے گھر میں بے اجازت جبرئیل آتے نہیں — قدر والے جانتے ہیں قدر و شانِ اہلبیت
مصطفٰے بائع خریدار اُسکا اللہ اشتری — خوب چاندی کر رہا ہے کاروانِ اہلبیت
رزم کا میداں بنا ہے جلوہ گاہِ حسن و عشق — کربلا میں ہو رہا ہے امتحانِ اہلبیت
پھول زخموں کے کھلائے ہیں ہوائے دوست نے — خون سے سینچا گیا ہے گلستانِ اہلبیت
حوریں کرتی ہیں عروسانِ شہادت کا سنگار — خوبرو دولھا بنا ہے ہر جوانِ اہلبیت
ہوگئی تحقیق عید دید آب تیغ سے — اپنے روزے کھولتے ہیں صائمانِ اہلبیت
جمعہ کا دن ہے کتابیں زیست کی طے کرکے آج — کھیلتے ہیں جان پر شہزادگانِ اہلبیت
اے شبابِ فصلِ گل یہ چل گئی کیسی ہوا — کٹ رہا ہے لہلہاتا بوستانِ اہلبیت
کس شقی کی ہے حکومت ہائے کیا اندھیر ہے — دن دہاڑے لُٹ رہا ہے کاروانِ اہلبیت
خشک ہو جا خاک ہو کر خاک میں ملجا فرات — خاک تجھ پر دیکھ تو سوکھی زبانِ اہلبیت
خاک پر عباس و عثمانِ علم بردار ہیں — بیکسی اب کون اٹھائے کا نشانِ اہلبیت
تیری قدرت جانور تک آب سے سیراب ہوں — پیاس کی شدت میں تڑپے بے زبانِ اہلبیت
قافلہ سالار منزل کو چلے ہیں سونپ کر — وارثِ بے وارثاں کو کاروانِ اہلبیت
فاطمہؓ کے لاڈلے کا آخری دیدار ہے — حشر کا ہنگامہ برپا ہے میانِ اہلبیت
وقتِ رخصت کہہ رہا ہے خاک میں ملتا سہاگ — لو سلامِ آخری اے بیوگانِ اہلبیت
ابر فوجِ دشمناں میں اے فلک یوں ڈوب جائے — فاطمہؓ کا چاند مہر آسمانِ اہلبیت
کس مزے کی لذتیں ہیں آبِ تیغِ یار میں — خاک و خوں میں لوٹتے ہیں تشنگانِ اہلبیت
باغِ جنت چھوڑ کر آئے ہیں محبوبِ خدا — اے زہے قسمت تمہاری کشتگانِ اہلبیت
حوریں بے پردہ نکل آئی سر کھولے ہوئے — آج کیسا حشر ہے یارب میانِ اہلبیت
کوئی کیوں پوچھے کسی کو کیا غرض اے بیکسی — آج کیسا ہے مریضِ نیم جانِ اہلبیت
گھر لٹانا جان دینا کوئی تجھ سے سیکھ جائے — جانِ عالم ہو فدا اے خاندانِ اہلبیت
سر شہیدانِ محبت کے ہیں نیزوں پر بلند — اور اونچی کی خدا نے قدر شانِ اہلبیت
دولتِ دیدار پائی پاک جانیں بیچکر — کربلا میں خوب ہی چمکی دوکانِ اہلبیت
زخم کھانے کو تو آبِ تیغ پینے کو دیا — خوب دعوت کی بُلا کر دشمنانِ اہلبیت
اپنا سودا بیچکر بازار سُونا کر گئے — کونسی بستی بسائی تاجرانِ اہلبیت

اہلبیتِ پاک سے گستاخیاں بیباکیاں | لعنۃ اللہ علیکم دشمنانِ اہلبیت

بے ادب گستاخ فرقہ کو سنائے اے حسن
یوں کہا کرتے ہیں سنی داستانِ اہلبیت

ردیف ثائے مثلثہ

جاں بلب ہوں آمری جاں الغیاث | ہوتے ہیں کچھ اور ساماں الغیاث
دردمندوں کو دوا ملتی نہیں۔ | اے دوائے دردمنداں الغیاث
جان سے جاتے ہیں بیچارے غریب | چارہ فرمائے غریباں الغیاث
حد سے گذریں درد کی بے دردیاں | درد سے بیحد ہوں نالاں الغیاث
بیقراری چین لیتی ہی نہیں۔ | اے قرارِ بے قراراں الغیاث
حسرتیں دل میں بہت بے چین ہیں | گھر ہوا جاتا ہے زنداں الغیاث
خاک ہے پامال میری کو بہ کو | اے ہوائے کوئے جاناں الغیاث
المدد اے زلفِ سرور المدد | ہوں بلاؤں میں پریشاں الغیاث
دل کی الجھن دور کر گیسوئے پاک | اے کرم کے سنبلستاں الغیاث
اے سرِ پرنور اے سرِ خدا | ہوں سراسیمہ پریشاں الغیاث
غمزدوں کی شام ہے تاریک رات | اے جبیں اے ماہ تاباں الغیاث
ابروِ شہ کاٹ دے زنجیرِ غم۔ | تیرے صدقے تیرے قرباں الغیاث
دل کے ہر پہلو میں غم کی پھانس ہے | میں فدا مژگانِ جاناں الغیاث
چشمِ رحمت آگیا آنکھوں میں دم | دیکھ حالِ خستہ حالاں الغیاث
مردمک اے مہرِ نورِ ذاتِ بخت | ہیں سیہ بختی کے ساماں الغیاث
تیرِ غم کے دل میں چھد کر رہ گئے۔ | اے نگاہِ مہرِ جاناں الغیاث
اے کرم کی کان اے گوشِ حضور | سن لے فریادِ غریباں الغیاث
عارضِ رنگیں خزاں کو دور کر | اے جناں آرا گلستاں الغیاث
بینیِ پرنور حالِ ما ببیں۔ | ناک میں دم ہے مریضاں الغیاث
جاں بلب ہوں جاں بلب پر رحم کر | اے لبِ اے عیسیٰ دوراں الغیاث

اے تبسم غنچہائے دل کی جان
کھل چلیں مرجھائی کلیاں الغیاث

اے دہن اے چشمۂ آبِ حیات
مرنے دے آبِ حیواں الغیاث

دُرِّ مقصد کے لئے ہوں غرقِ غم
گوہرِ شاداب دنداں الغیاث

اے زبانِ پاک کچھ کہدے کہ ہو
رد بلائے بے زباناں الغیاث

اے کلام اے راحتِ جانِ کلیم
کلمہ گو ہے غم سے نالاں الغیاث

کامِ شہ اے کام بخشِ کامِ دل
ہوں میں ناکامی سے گریاں الغیاث

چاہِ غم میں ہوں گرفتارِ الم
چاہ یوسف اے زنخداں الغیاث

ریشِ اطہر سنبلِ گلزارِ خلد
ریشِ غم سے ہوں پریشاں الغیاث

اے گلو اے صبحِ جنت شمعِ نور
تیرہ ہے شامِ غریباں الغیاث

غم سے ہوں ہمدوش اے دوشِ المدد
دوش پر ہے بارِ عصیاں الغیاث

اے بغل اے صبحِ کافورِ بہشت
مہر برشامِ غریباں الغیاث

غنچۂ گل عطردانِ عطرِ خلد
بوئے غم سے ہوں پریشاں الغیاث

بازوئے شہ دستگیری کر مری
اے توانِ ناتوانان الغیاث

دستِ اقدس اے مۓ نیسان جود
اے کفِ دست اے یدِ بیضا کی جان

ہم سیہ ناموں کو اے تحریرِ دست
تو ہو دستاویزِ غفراں الغیاث

پھر بہائیں انگلیاں انہارِ فیض
پیاس سے ہونٹوں پہ ہے جاں الغیاث

بہرِ حق اے ناخنِ اے عقدہ کشا
مشکلیں ہو جائیں آساں الغیاث

سینۂ پُر نور صدقہ نور کا
بے ضیا سینہ ہے ویراں الغیاث

قلبِ انور تجھ کو سب کی فکر ہے
کر دے بے فکری کے ساماں الغیاث

اے جگر تجھ کو غلاموں کا ہے درد
میرے دکھ کا بھی ہو درماں الغیاث

اے شکم بھر پیٹ صدقہ نور کا
پیٹ بھر اے کانِ احساں الغیاث

پشت والا میری پشتی پر ہو تو
روبرو ہیں غم کے ساماں الغیاث

مہرِ پشتِ پاک میں تجھ پر فدا
دیدے آزادی کا فرماں الغیاث

تیرے صدقے اے کمر بستہ کمر
ٹوٹی کمروں کا ہو درماں الغیاث

پائے انور اے سرفرازی کی جاں — میں شکستہ پا ہوں جاناں الغیاث
نقشِ پا اے نوگلِ گلزارِ خُلد — ہو یہ اُجڑا بن گلستاں الغیاث
اے سراپا اے سراپا لطف حق — ہوں سراپا جرم وعصیاں الغیاث
اے عمامہ دور گردش دُور کر — گرد پھر پھر کر ہوں قرباں الغیاث
نیچے نیچے دامنوں والی عبا — خوار ہے خاک غریباں الغیاث
پڑ گئی شامِ الم میرے گلے — جلوۂ صُبحِ گریباں الغیاث
کھول مشکل کی گرہ بندِ قبا — بندِ غم میں ہوں پریشاں الغیاث
آستیں نقدِ عطا در آستیں — بینوا ہیں اشکریزاں الغیاث
چاک اے چاکِ جگر کے سنجیدہ گر — دِل ہے غم سے چاک جاناں الغیاث
عیب کھُلتے ہیں گدا کے روزِ حشر — دامنِ سُلطانِ خُوباں الغیاث
دو دامن دور دور ہے ترا — دُور کر دُوری کا دوراں الغیاث
ہوں فسردہ خاطر اے گلگوں قبا — دِل کھلا دیں تیری کلیاں الغیاث
دل ہے ٹکڑے ٹکڑے پیوندِ لباس — اے پناہِ خستہ حالاں الغیاث
ہے پھٹے حالوں مرا رختِ عمل — اے لباسِ پاک جاناں الغیاث
نعلِ شہ عزت ہو میری تیرے ہاتھ — اے وقارِ تاجِ شاہاں الغیاث
اے شراکِ نعلِ پاکِ مصطفٰے — زیرِ نشتر ہے رگِ جاں الغیاث
شانۂ شہ دل ہو غم سے چاک چاک — اے انیسِ سینہ چاکاں الغیاث
سُرمہ اے چشم وچراغِ کوہ طُور — ہے سیہ شامِ غریباں الغیاث
ٹوٹتا ہے دم میں ڈورا سانس کا — دلشۂ مسواکِ جاناں الغیاث
آئینہ اے منزلِ انوارِ قدس — تیرہ بختی سے ہوں حیراں الغیاث

سخت دشمن ہے حسنؔ کی تاک میں
المدد محبوبِ یزداں الغیاث

استغاثہ بجنابِ غوثیت

پڑے مجھ پر نہ کچھ افتاد یا غوث — مدد پر ہو تری امداد یا غوث

اُڑے تیری طرف بعد فنا خاک — نہ ہو مٹی مری برباد یا غوث
مرے دل میں بسیں جلوے تمہارے — یہ ویرانہ بنے بغداد یا غوث
نہ بھولوں بھول کر بھی یاد تیری — نہ یاد آئے کسی کی یاد یا غوث
مُرِیدِی لَاتَخَفْ فرماتے آؤ — بلاؤں میں ہے یہ ناشاد یا غوث
گلے تک آگیا سیلاب غم کا — چلا تیں آیئے فریاد یا غوث
نشیمن سے اڑا کر بھی نہ چھوڑا — ابھی ہے گھات میں صیاد یا غوث
خمیدہ سر گرفتارِ قضا ہے۔ — کشیدہ خنجرِ جلاد یا غوث
اندھیری رات جنگل میں اکیلا — مدد کا وقت ہے فریاد یا غوث
کھلا دو غنچۂ خاطر کہ تم ہو — بہارِ گلشنِ ایجاد یا غوث
مرے غم کی کہانی آپ سُن لیں — کہوں میں کس سے یہ روداد یا غوث
رہوں آزاد قیدِ عشق کب تک — کرو اس قید سے آزاد یا غوث
کروگے کب تک اچھا مجھ بُرے کو — مرے حق میں ہے کیا ارشاد یا غوث
غمِ دُنیا غمِ قبر و غمِ حشر — خدا را کردو مجھ کو شاد یا غوث

حسنؔ منگتا ہے ویسے بھیک داتا
رہے یہ راج پاٹ آباد یا غوث

ردیف جیم تازی

کیا مژدۂ جاں بخش سُنا ئیگا قلم آج۔ — کاغذ پہ جو سو ناز سے رکھتا ہے قدم آج
آمد ہے یہ کس بادشہِ عرش مکاں کی۔ — آتے ہیں فلک سے جو حسیناں ارم آج
کس گُل کی ہے آمد کہ خزاں دیدہ چمن میں — آتا ہے نظر نقشۂ گلزار ارم آج
نذرانہ میں سر دینے کو حاضر ہے زمانہ — اس بزم میں کس شاہ کے آتے ہیں قدم آج
بادل سے جو رحمت کے سرِ شام گھرے ہیں۔ — برسے گا مگر صبح کو بارانِ کرم آج
کس چاند کی پھیلی ہے ضیا کیا یہ سماں ہے — ہر بام پہ ہے جلوہ نما نورِ قدم آج
گھلتا نہیں کس جانِ مسیحا کی ہے آمد — بُت بولتے ہیں قالبِ بیجاں میں ہے دم آج
بُت خانوں میں وہ قہر کا کہرام پڑا ہے — ہل ہل کے گلے روتے ہیں کفّار و صنم آج

کعبہ کا ہے نغمہ کہ ہُوا لوٹ سے میں پاک
بُت نکلے کہ آئے مرے مالک کے قدم آج

تسلیم میں سر وجد میں دل منتظر آنکھیں
کس پھول کے مشتاق ہیں مرغانِ حرم آج

اے کفر جھکا سر وہ شہِ بت شکن آیا
گردن ہے تری دم میں تہِ تیغ دو دم آج

کچھ رعبِ شہنشاہ ہے کچھ ولولۂ شوق
ہے طرفہ کشاکش میں دلِ بیت و دم آج

پُر نور جو ظلمت کدۂ دہر ہُوا ہے
روشن ہے۔ کہ آتا ہے وہ مہتابِ کرم آج

ظاہر ہے کہ سُلطانِ دو عالم کی ہے آمد۔
کعبہ پہ ہُوا نصب جو یہ سبز علم آج

گر عالمِ ہستی میں وہ مہرِ جلوہ فگن ہے
تو سایہ کے جلوہ پہ فدا اہلِ عدم آج

ہاں مفلسو خوش ہو کہ ملا دامنِ دولت
تر دامنو مژدہ وہ اُٹھا ابرِ کرم آج

تعظیم کو اُٹھے ہیں ملک تم بھی کھڑے ہو
پیدا ہوئے سلطانِ عرب شاہِ عجم آج

کل نارِ جہنم سے حسنؔ امن و اماں ہو۔
اُس مالکِ فردوس پہ صدقے ہوں جو ہم آج

ردیف ہائے حطی

دشتِ مدینہ کی ہے عجب پُر بہار صبح
ہر ذرّہ کی چمک سے عیاں ہیں ہزار صبح

مُونھ دھو کے جوئے شیر میں آئے ہزار صبح
شامِ حرم کی پائے نہ ہرگز بہار صبح

للہ اپنے جلوۂ عارض کی بھیک دے
کردے سیاہ بخت کی شب ہائے تار صبح

روشن ہیں اُنکے جلوۂ رنگیں کی تابشیں
بلبل ہیں جمع ایک چمن میں ہزار صبح

رکھتی ہے شامِ طیبہ کچھ ایسی تجلیاں
سو جان سے ہو جس کی ادا پر نثار صبح

نسبت نہیں سحر کو گریبانِ پاک سے
جوشِ فروغ سے یہاں تار تار صبح

آتے ہیں پاسبان درِ شہ فلک سے روز
ستر ہزار شام تو ستر ہزار صبح

اے ذرّۂ مدینہ خدا را نگاہِ مہر
تڑکے سے دیکھتی ہے ترا انتظار صبح

زلفِ حضور و عارضِ پُر نور پر نثار
کیا نُور بار شام ہے کیا جلوہ بار صبح

نُور ولادتِ مہِ بطحی کا فیض ہے۔
رہتی ہے جنتوں میں جو لیل و نہار صبح

ہر ذرّۂ حرم سے نمایاں ہزار مہر۔
ہر مہر سے طلوع کناں بے شمار صبح

گیسو کے بعد یاد ہو رخسارِ پاک کی
ہو مشک بار شام کی کافور بار صبح

کیا نور دل کو نجدیٔ تیرہ دروں سے کام
تا حشر شام سے نہ ملے زینہار صبح

حسنِ شبابِ ذرۂ طیبہ کچھ اور ہے۔
کیا کور باطن آئینہ کیا شیر خوار صبح

بس چل سکے تو شام سے پہلے سفر کرے
طیبہ کی حاضری کے لئے بیقرار صبح

مایوس کیوں ہوں خاک نشیں حسنِ یار سے
آخر ضیائے ذرہ کی ہے ذمہ دار صبح

کیا دشتِ پاک طیبہ سے آئی ہوا اے حسنؔ
لائی جو اپنی جیب میں نقدِ بہار صبح

جو نور بار ہوا آفتاب حسنِ ملیح
ہوئے زمین و زماں کامیاب حسنِ ملیح

زوالِ مہر کو ہو ماہ کا جمال گھٹے۔
مگر ہے اوجِ ابد پر شبابِ حسنِ ملیح

زمیں کے پھول گریباں دریدۂ غمِ عشق
فلک پہ بدر دل افگار تابِ حسنِ ملیح

دلوں کی جان ہے لطفِ صباحتِ یوسف
مگر ہوا ہے نہ ہوگا جوابِ حسنِ ملیح

الٰہی موت سے یوں آئے مجھ کو میٹھی نیند
مرے خیال کی راحت ہو خوابِ حسنِ ملیح

جمال والوں میں ہے شورِ عشق اور ابھی
ہزار پردوں میں ہے آب و تابِ حسنِ ملیح

زمیں شور بنے تختۂ گل و سنبل
عرق فشاں ہوا اگر آب و تابِ حسنِ ملیح

نثارِ دولتِ بیدار و طالعِ ازواج
نہ دیکھی چشمِ زلیخا نے خوابِ حسنِ ملیح

تجلیوں نے نمک بھر دیا ہے آنکھوں میں
ملاحتِ آب ہوئی ہے حجابِ حسنِ ملیح

نمک کا خاصہ ہے اپنے کیف پر لانا
ہر ایک شے نہ ہو کیوں بہرہ یابِ حسنِ ملیح

عسل ہو آب بنیں کوزہائے قندِ حباب
جو بحرِ شور میں ہو عکسِ آبِ حسنِ ملیح

دلِ صباحتِ یوسف میں سوزِ عشقِ حضور
نبات و قند ہوئے ہیں کبابِ حسنِ ملیح

صبیح ہوں کہ صباحتِ جمیل ہوں کہ جمال
غرض سبھی ہیں نمک خوارِ بابِ حسنِ ملیح

کھلے جب آنکھ نظر آئے وہ ملاحتِ پاک
بیاضِ صبح ہو یارب کتابِ حسنِ ملیح

حیات بے مزہ و بختِ تیرہ میدارم
بتاب اے مہِ گردوں جنابِ حسنِ ملیح

حسنؔ کی پیاس بجھا کر نصیب چمکا دے
ترے نثار میں اے آب و تابِ حسنِ ملیح

ردیف خائے معجمہ

سحابِ رحمتِ باری ہے بارھویں تاریخ
کرم کا چشمہ جاری ہے بارھویں تاریخ

ہمیں تو جان سے پیاری ہے بارھویں تاریخ
عدو کے دِل کو کٹاری ہے بارھویں تاریخ

اِسی نے موسمِ گُل کو کیا ہے موسمِ گُل
بہار۔ فصلِ بہاری ہے بارھویں تاریخ

بنی ہے سُرمۂ چشمِ بصیرت و ایماں
اُٹھی جو گردِ سواری ہے بارھویں تاریخ

ہزار عید ہوں ایک ایک لحظہ پر قُرباں
خوشی دلوں پہ وہ طاری ہے بارھویں تاریخ

فلک پہ عرشِ بریں کا گُمان ہوتا ہے
زمینِ خُلد کی کیاری ہے بارھویں تاریخ

تمام ہو گئی میلادِ انبیاء کی خوشی
ہمیشہ اب تری باری ہے بارھویں تاریخ

دلوں کے میل دُھلے گُل کھلے سرور ملے
عجیب چشمۂ جاری ہے بارھویں تاریخ

چڑھی ہے اوج پہ تقدیرِ خاکساروں کی ۔
خدا نے جب سے اتاری ہے بارھویں تاریخ

خدا کے فضل سے ایماں میں ہیں ہم پُورے
کہ اپنی روح میں ساری ہے بارھویں تاریخ

ولادتِ شہِ دیں ہر خوشی کی باعث ہے
ہزار عید سے بھاری ہے بارھویں تاریخ

ہمیشہ تُو نے غلاموں کے دِل کئے ٹھنڈے
جلے جو تجھ سے وہ ناری ہے بارھویں تاریخ

خوشی ہے اہلِ سُنن میں مگر عدوں کے یہاں
فغاں و شیون و زاری ہے بارھویں تاریخ

جدھر گیا سُنی آواز یا رسُولَ اللہ
ہر اک جگہ اُسے خواری ہے بارھویں تاریخ

عدو ولادتِ شیطاں کے دن منائے خوشی
کہ عید عید ہماری ہے بارھویں تاریخ

حسنؔ ولادتِ سرکار سے ہُوا روشن
مرے خدا کو بھی پیاری ہے بارھویں تاریخ

ردیفِ دال مہملہ

ذاتِ والا پہ بار بار درود
بار بار اور بے شمار درود

روئے انور پہ نور بار سلام
زلفِ اطہر پہ مشکبار درود

اس مہک پر شمیمِ بیز سلام
اُس چمک پر فروغ بار درود

اُن کے ہر جلوہ پر ہزار سلام
اُن کے ہر لمعہ پر ہزار درود

اُن کی طلعت پر جلوہ ریز سلام
اُن کی نکہت پہ عطر بار درود

جس کی خورشید بہارِ خلد سبائے
ہے وہ محبوب گلعذار درود

سر سے پا تک کرور بار سلام
اور سراپا پہ بے شمار درود

دِل کے ہمراہ ہوں سلام فدا
جان کے ساتھ ہو نثار درود

چارۂ جان دردمند سلام
مرہم سینۂ فگار درود

بے عدد اور بے عدد تسلیم
بے شمار اور بیشمار درود

بیٹھتے اُٹھتے جاگتے سوتے
ہو الٰہی مرا شعار درود

شہریارِ رسل کی نذر کروں
سب درودوں کی تاجدار درود

گورِ بیکس کو شمع سے کیا کام
ہو چراغِ سرِ مزار درود

قبر میں خوب کام آتی ہے۔
بیکسوں کی ہے یارغار درود

اُنھیں کس کی درود کی پروا
بھیجے جب اُن کا کردگار درود

ہے کرم ہی کرم کہ سُنتے ہیں۔
آپ خوش ہو کے بار بار درود

جان نکلے تو اِس طرح نکلے
تجھ پر اے غمزدوں کے یار درود

دِل میں جلوے بسے ہوئے تیرے
لب سے جاری ہو بار بار درود

اے حسنؔ خارِ غم کو دل سے نکال
غمزدوں کی ہے غمگسار درود

رنگِ چمن پسند نہ پھولوں کی بُو پسند
صحرائے طیبہ ہے دلِ بلبل کو تو پسند

اپنا عزیز وہ ہے جسے تو عزیز ہے
ہم کو ہے وہ پسند جسے آپ تُو پسند

مایوس ہو کے سب سے میں آیا ہوں تیرے پاس
اے جان کر لے ٹوٹے ہوئے دِل کو تو پسند

ہیں خانہ زاد بندۂ احساں تو کیا عجب
تیری وہ خو ہے کرتے ہیں جس کو عدو پسند

کیونکر نہ چاہیں تیری گلی میں ہوں مر مٹے خاک
دُنیا میں آج کس کو نہیں آبرو پسند

ہے خاکسار پر کرمِ خاص کی نظر
عاجز نواز ہے تری خُو اے خوبرو پسند

قُل کہکر اپنی بات بھی لب سے ترے سُنی
اللہ کو ہے اتنی تری گفتگو پسند

حور و فرشتہ جن و بشر سب نثار ہیں
ہے دو جہاں میں قبضہ کئے چار سو پسند

اُن کے گناہگار کی اُمید عفو کو
پہلے کرے گی آیتِ لا تقنطوا پسند

طیبہ میں سر جھکاتے ہیں خاکِ نیاز پر — کونین کے بڑے سے بڑے آبرو پسند

ہے خواہشِ وصال دریار اے حسنؔ
آئے نہ کیوں اثر کو مری آرزو پسند

ردیف ذال معجمہ

ہو اگر مدح کفِ پا سے منوّر کاغذ — عارضِ حور کی زینت ہو سراسر کاغذ
صفتِ خار مدینہ کروں گلکاری — دفترِ گل کا عنادل سے منگا کر کاغذ
عارضِ پاک کی تعریف ہو جس پرچہ میں — سو سیہ نامہ اُجالے وہ منوّر کاغذ
شامِ طیبہ کی تجلّی کا کچھ احوال لکھوں — دے بیاضِ سحر اک ایسا منوّر کاغذ
یادِ محبوب میں کاغذ سے تو دل کم نہ رہے — کہ جُدا نقش سے ہوتا نہیں دم بھر کاغذ
ورقِ مہر اسے خطِ غلامی لکھ دے — ہو جو وصفِ رُخِ پُرنور سے انور کاغذ
تیرے بندے ہیں طلبگار تری رحمت کے — سُن گناہوں کے نہ آئے داورِ محشر کاغذ
لبِ جاں بخش کی تعریف اگر ہو تجھ میں — ہو مجھے تارِ نفس ہر خطِ مسطر کاغذ

مدحِ رخسار کے پھولوں میں بسالوں جو حسنؔ
حشر میں ہو مرے نامہ کا معطّر کاغذ

ردیف رائے مہملہ

اگر چمکا مقدر خاکِ پائے رہرواں ہو کر — چلینگے بیٹھتے اُٹھتے غبارِ کارواں ہو کر
شبِ معراج وہ دم بھر میں پہنچے لامکاں ہو کر — بہارِ بہشت جنت دیکھ کر بہشت آسماں ہو کر
چمن کی سیر سے جلتا ہے جی طیبہ کی فرقت میں — مجھے گلزار کا سبزہ رُلاتا ہے دھواں ہو کر
تصوّر اُس لبِ جاں بخش کا کس شان سے آیا — دلوں کا چین ہو کر جان کا آرام جاں ہو کر
کریں تعظیم میری سنگِ اسود کی طرح مومن — تمہارے در پہ رہ جاؤں جو سنگِ آستاں ہو کر
دکھا دے اے خدا گلزارِ طیبہ کا سماں مجھ کو — پھروں کب تک پریشاں بلبلِ بے آشیاں ہو کر
ہوئے جس کے قدم سے فرش و عرش و لامکاں زندہ — خلاصہ یہ کہ سرکار آئے ہیں جانِ جہاں ہو کر
ترے دستِ عطا نے دو تمیں دیں دل کسی ٹھنڈے — کہیں گوہر فشاں ہو کر کہیں آبِ رواں ہو کر

فدا ہو جائے اُمت اِس حمایت اِس محبت پر
ہزاروں غم لئے ہیں ایک دل پر شادماں ہو کر

جو رکھتے ہیں سلاطیں شاہیٔ جاوید کی خواہش
نشاں قائم کریں اُنکی گلی میں بے نشاں ہو کر

وہ جس رہ سے گذرتے ہیں بسی رہتی ہے مدت تک
نصیب اُس گھر کے جس گھر میں وہ ٹھیریں مہماں ہو کر

حسنؔ کیوں پاؤں توڑے بیٹھے ہو طیبہ کا رستہ لو
زمیں ہمدست سرگرداں رکھے گی آسماں ہو کر

مرحبا عزت و کمالِ حضور
ہے جلالِ خدا جلالِ حضور

اُن کے قدموں کی یاد میں میرے
کیجیے دل کو پائمالِ حضور

دشتِ ایمن ہے سینۂ مومن
دل میں ہے جلوۂ خیالِ حضور

آفرینش کو ناز ہے جس پر
ہے وہ انداز بے مثالِ حضور

ماہ کی جان مہر کا ایماں
جلوۂ حسن بے زوالِ حضور

حسنِ یوسف کرے زلیخائی
خواب میں دیکھ کر جمالِ حضور

وقفِ انجاح مقصدِ مدام
ہر شب و روز دست سوالِ حضور

سکہ رائج ہے حکم جاری ہے
دونوں عالم ہیں ملک مالِ حضور

تابِ دیدار ہو کسے جو نہ ہو
پردۂ غیب میں جمالِ حضور

جو نہ آئی نظر نہ آئے نظر
ہر نظر میں ہے وہ مثالِ حضور

آنکھیں نقصان دے نہیں سکتا
دشمنِ اپنا ہے بدسگالِ حضور

درۃ التاج فرقِ شاہی ہے
زیورِ شوکتِ نعالِ حضور

حال سے کشفِ رازِ قال نہ ہو
قال سے کیا عیاں ہو حالِ حضور

منزلِ رشد کے نجوم اصحاب
کشتیٔ خیر دامنِ آلِ حضور

ہے مرے قلب کے لئے اکسیر
اے حسنؔ خاک پائمالِ حضور

سیر گلشن کون دیکھے دشتِ طیبہ چھوڑ کر
سوئے جنت کون جائے در تمہارا چھوڑ کر

سرگذشتِ غم کہوں کس سے ترے ہوتے ہوئے
کس کے در پر جاؤں تیرا آستانہ چھوڑ کر

بے نقابے یار اُن کو چین آ جاتا اگر
بار بار آتے نہ یوں جبریلِ سدرہ چھوڑ کر

کون کہتا ہے دل بے مدعا ہے خوب چیز
میں تو کوڑی کو نہ لوں اُن کی تمنا چھوڑ کر

مر ہی جاؤں میں اگر اُس در سے جاؤں دو قدم
کیا بچے بیمار غم تُربِ مسیحا چھوڑ کر

کس تمنا پر جئیں یا رب اسیرانِ قفس۔
آ چکی بادِ صبا باغِ مدینہ چھوڑ کر

بخشوانا مجھ سے عاصی کا روا ہوگا کسے
کس کے دامن میں چھپوں دامن تمہارا چھوڑ کر

خلد کیسا نفس سرکش جائیگا طیبہ کو میں
بد چلن ہٹ کر کھڑا ہو مجھ سے رستہ چھوڑ کر

ایسے جاوے پر کروڑوں لاکھ حوروں کو نثار
کیا غرض کیوں جاؤں جنت کو مدینہ چھوڑ کر

حشر میں ایک ایک کا منہ تکتے پھرتے ہیں عدو
آفتوں میں پھنس گئے اُن کا سہارا چھوڑ کر

مر کے جیتے ہیں جو اُن کے در پہ جاتے ہیں حسنؔ
جی کے مرتے ہیں جو آتے ہیں مدینہ چھوڑ کر

ردیف زائے معجمہ

بھتا مرے خدا کو ہے میرا نبی عزیز
کونین میں کسی کو نہ ہوگا کوئی عزیز

خاکِ مدینہ پر مجھے اللہ موت دے
وہ مُردہ دل ہے جس کو نہ ہو زندگی عزیز

کیوں جائیں ہم کہیں کہ غنی تم نے کر دیا۔
اب تو یہ گھر پسند یہ در یہ گلی عزیز

جو کچھ تری رضا ہے خدا کی وہی خوشی
جو کچھ تری خوشی ہے خدا کو وہی عزیز

گو ہم نمک حرام نمکتے غلام ہیں۔
قربان پھر بھی رکھتی ہے رحمت تری عزیز

شانِ کرم کو اچھے بُرے سے غرض نہیں
اُس کو سبھی پسند ہیں اُس کو سبھی عزیز

منگتا کا ہاتھ اُٹھا تو مدینہ ہی کی طرف
تیرا ہی در پسند تیری ہی گلی عزیز

اُس در کی خاک پر مجھے مرنا پسند ہے
تختِ شہی پہ کس کو نہیں زندگی عزیز

کونین دیدیئے ہیں ترے اختیار میں
اللہ کو بھی کتنی ہے خاطر تری عزیز

محشر میں دو جہاں کو خدا کی خوشی کی چاہ
میرے حضور کی ہے خدا کو خوشی عزیز

قرآن کھا رہے اسی خاک کی قسم
ہم کون ہیں خدا کو ہے تیری گلی عزیز

طیبہ کی خاک ہو کہ حیاتِ ابد ملے
اے جاں بلب تجھے ہے اگر زندگی عزیز

سنگِ ستم کے بعد دعائے فلاح کی۔
بندے تو بندے ہیں تمہیں ہیں مدعی عزیز

دل سے ذرا یہ کہدے کہ ان کا غلام ہوں
ہر دشمنِ خدا ہو خدا کو ابھی عزیز

طیبہ کے ہوتے خُلدِ بریں کیا کروں حسنؔ
مجھ کو یہی پسند ہے مجھ کو یہی عزیز

ردیف سین مہملہ

ہوں جو یاد رُخ پُر نُور میں مرغانِ قفس
چمک اُٹھے چہ یوسف کی طرح شانِ قفس

کس بلا میں ہیں گرفتار اسیرانِ قفس
کل تھے مہمانِ چمن آج ہیں مہمانِ قفس

حیف دیدۂ چشم زدن صحبتِ یار آخر شد
اب کہاں طیبہ وہی ہم وہی زندانِ قفس

روئے گُل سیر ندیدیم و بہار آخر شد
ہائے کیا قہر کیا اُلفتِ یارانِ قفس

نوحہ گر کیوں نہ رہے مُرغِ خوش الحانِ چمن
باغ سے دام ملا دام سے زندانِ قفس

پائیں صحرائے مدینہ تو گلستاں بلجائے
ہند ہے ہم کو قفس ہم ہیں اسیرانِ قفس

زخمِ دل پھُول بنے آہ کی چلتی ہے نسیم
روز افزوں ہے بہارِ چمنستانِ قفس

قافلہ دیکھتے ہیں جب سوئے طیبہ
کیسی حسرت سے تڑپتے ہیں اسیرانِ قفس

تھا چمن ہی ہمیں زنداں کہ نہ تھا وہ گُلِ تر
قید پر قید ہوا اور یہ زندانِ قفس

دشتِ طیبہ میں ہمیں شکلِ وطن یاد آئی
بدنصیبی سے ہوا باغ میں ارمانِ قفس

اب نہ آئینگے اگر کھُل گئی قسمت کی گرہ
اب گرہ باندھ لیا ہم نے یہ پیمانِ قفس

ہند کو کون مدینے سے پلٹنا چاہے
عیش گلزار بھلا دے جو نہ دورانِ قفس

چہچہے کس گلِ خوبی کی ثنا میں ہیں حسنؔ
نکہت خُلد سے مہکا ہے جو زندانِ قفس

ردیف شین معجمہ

جنابِ مصطفےٰ بھول جس سے ناخوش
نہیں ممکن کہ ہو اُس سے خدا خوش

شہِ کونین نے جب صدقہ بانٹا
زمانے بھر کو دم میں کر دیا خوش

سلاطیں مانگتے ہیں بھیک اُس سے
یہ اپنے گھر سے ہے اُن کا گدا خوش

پسندِ حق تعالےٰ تیری ہر بات
ترے انداز خوش تیری ادا خوش

مٹیں سب ظاہر و باطن کے امراض
مدینے کی ہے یہ آب و ہوا خوش

فکرِ رضا کی محبت کے تقاضے
کہ جس سے آپ خوش اُس سے خدا خوش

ہزاروں جرم کرتا ہوں شب و روز
خوشا قسمت نہیں وہ پھر بھی ناخوش

الٰہی دے مرے دل کو غمِ عشق۔
نشاطِ دہر سے ہو جاؤں ناخوش

نہیں جاتیں کبھی دشتِ نبی سے
کچھ ایسی ہے بہار و کچھ فضا خوش

مدینے کی اگر سرحد نظر آئے
دلِ ناشاد ہو بے انتہا خوش

نہ ہے آرام دم بھر بے غمِ عشق۔
دلِ مضطر میں خوش میرا خدا خوش

نہ تھا ممکن کہ ایسی معصیت پر
گنہگاروں سے ہو جاتا خدا خوش

تمہاری روتی آنکھوں نے ہنسایا
تمہارے غمزدہ دل نے کیا خوش

الٰہی دھوپ ہو اُن کی گلی کی۔
مرے سر کو نہیں ظلِ ہما خوش

حسنِ نعت و چنیں شیریں بیانی
تو خوش باشی کہ کردی وقتِ ما خوش

ردیف صاد مہملہ

خدا کی خلق میں سب انبیاء خاص
گروہِ انبیاء میں مصطفےٰ خاص

نرالا حسن انداز و ادا خاص
تجھے خاصوں میں حق نے کر لیا خاص

تری نعت کے سائل خاص تا عام
تری رحمت کے طالب عام تا خاص

شریک اوس میں نہیں کوئی پیمبر
خدا سے ہے جو تجھ کو واسطہ خاص

گنہگارو نہ ہو مایوسِ رحمت
نہیں ہوتی کریموں کی عطا خاص

گدا ہوں خاص رحمت سے لے بھیک
نہ میں خاص اور نہ میری التجا خاص

ملا جو کچھ جسے وہ تم سے پایا۔
تمہیں ہو مالکِ مُلکِ خدا خاص

غریبوں بے نواؤں بے کسوں کو
خدا نے در تمہارا کر دیا خاص

جو کچھ پیدا ہوا دونوں جہاں میں
تصدق ہے تمہاری ذات کا خاص

تمہاری انجمن آرائیوں کو
ہوا ہنگامۂ قَالُوا بَلٰی خاص

نبی ہم پایہ ہوں کیسا۔ تو نے پایا
نبوت کی طرح ہر معجزہ خاص

جو رکھتا ہے جمالِ مَنْ تَرَانِیْ
اسی مُنہ کی صفت ہے وَالضُّحٰی خاص

نہ بھیجے اور دروازوں پر اس کو
حسنؔ ہے آپ کے در کا گدا خاص

ردیف ضاد معجمہ

سُن لو خدا کے واسطے اپنے گدا کی عرض
یہ عرض ہے حضور بڑے بے نوا کی عرض

اُسکے گدا کے در پہ ہے یوں بادشاہ کی عرض
جیسے ہو بادشاہ کے در پر گدا کی عرض

عاجز نوازیوں پہ کرم ہے تُلا ہُوا۔
وہ دل لگا کے سُنتے ہیں ہر مبتدا کی عرض

قُربان اُن کے نام کے بے اُن کے نام کے
مقبول ہو نہ خاص جنابِ خدا کی عرض

غم کی گھٹائیں چھائی ہیں مجھ تیرہ بخت پر
اے مہر سُن لے ذرہ بیدست و پا کی عرض

اے بیکسوں کے حامی و یاور سوا ترے
کس کو غرض ہے کون سے مبتلا کی عرض

اے کیمیائے دل میں ترے در کی خاک ہوں
خاکِ در حضور سے ہے کیمیا کی عرض

اُلجھن سے دُور نُور سے معمور کر مجھے۔
اے زلفِ پاک ہے یہ اسیرِ بلا کی عرض

دُکھ میں رہے کوئی یہ گوارا نہیں اُنہیں
مقبول کیوں نہ ہو دلِ درد آشنا کی عرض

کیوں طول دُوں حضور یہ دیں یہ عطا کریں
خود جانتے ہیں آپ مرے مدعا کی عرض

دامن بھریں گے دولتِ فضلِ خدا سے ہم
خالی کبھی گئی ہے حسنؔ مصطفےٰ کی عرض

ردیف طائے مہملہ

چشمِ دل چاہے جو انوار سے ربط
رکھے خاکِ درِ دلدار سے ربط

اُن کی رحمت کا گنہگار سے میل۔
اُن کی رحمت کا گنہگار سے ربط

دشتِ طیبہ کی جو دیکھ آئیں بہار
ہو عنادل کو نہ گلزار سے ربط

یا خُدا دِل نہ لگے دُنیا سے
نہ ہو آئینہ کو زنگار سے ربط

نفس سے میل نہ کرنا اے دِل
قہر ہے ایسے ستمگار سے ربط

دلِ سجدہ میں ہو کیوں حُبِّ حضور
ظلمتوں کو نہیں انوار سے ربط

تلخیِ سنزع سے اُس کو کیا کام
ہو جسے لعلِ شکربار سے ربط

خاک طیبہ کی اگر مل جائے — آپ صحت کرے بیمار سے ربط
اُن کے دامانِ گہربار کو ہے۔ — کاسۂ دست طلبگار سے ربط
کل ہے اجلاس کا دن اور ہمیں — میلِ علم سے نہ دربار سے ربط
عمر یوں اُن کی گلی میں گذرے — ذرہ ذرہ سے بڑھے پیار سے ربط
سرِ شوریدہ کو ہے ذرے میں — کرِ خستہ کو دیوار سے ربط

اے حسنؔ خیر ہے کیا کرتے ہو
یار کو چھوڑ کر اغیار سے ربط

ردیف طائے معجمہ

خاک طیبہ کی اگر دل میں ہو وقعت محفوظ — عیب کوری سے رہے چشمِ بصیرت محفوظ
دل میں روشن ہو اگر شمعِ ولائے مولےٰ — دُزدِ شیطاں سے رہے دین کی دولت محفوظ
یا خدا محو نظارہ ہوں یہاں تک آنکھیں — شکلِ قرآں ہو مرے دل میں وہ صورت محفوظ
سلسلہ زلفِ مبارک سے ہے جس کے دل کو — ہر بلا سے رکھے اللہ کی رحمت محفوظ
تھی جو اُس ذات سے تکمیلِ فرامیں منظور — رکھی خاتم کے لئے مُہرِ نبوت محفوظ
اے نگہباں مرے تجھ پہ صلوٰۃ اور سلام — دو جہاں میں ترے بندے ہیں سلامت محفوظ
واسطہ حفظِ الٰہی کا بچا رہزن سے — رہے ایمان غریباں و مرِ رحلت محفوظ
شاہی کون و مکاں آپ کو دی خالق نے — کنزِ قدرت میں ازل سے تھی یہ دولت محفوظ
تیرے قانون میں گنجائشِ تبدیل نہیں — نسخ و ترمیم سے ہے تیری شریعت محفوظ
جسے آزاد کرے قامتِ شہ کا صدقہ — رہے فتنوں سے وہ تا روزِ قیامت محفوظ

اُس کو اعدا کی عداوت سے ضرر کیا پہنچے۔
جس کے دل میں ہو حسنؔ اُن کی محبت محفوظ

ردیف عین مہملہ

مدینہ میں ہے وہ سامانِ بارگاہِ رفیع — عروج و اوج ہیں قربانِ بارگاہِ رفیع
نہیں گدا ہی سرخوانِ بارگاہِ رفیع — خلیل بھی تو ہیں مہمانِ بارگاہِ رفیع

بنائے دونوں جہاں مجرئی اسی در کے
کیا خدا نے جو سامانِ بارگاہِ رفیع

زمینِ عجز پہ سجدہ کرائیں شاہوں سے
فلک جناب غلامانِ بارگاہِ رفیع

ہے انتہائے علا ابتدائے اوجِ جہاں
وراخیال سے ہے شانِ بارگاہِ رفیع

بلند رشتۂ عمرِ خضر پہنچ نہ سکے
بلند اتنا ہے ایوانِ بارگاہِ رفیع

وہ کون ہے جو نہیں فیضیاب اس در سے
سبھی ہیں بندۂ احسانِ بارگاہِ رفیع

نوازے جاتے ہیں ہم سے نمک حرام غلام
ہماری جان ہو قربانِ بارگاہِ رفیع

مطیعِ نفس ہیں وہ سرکشانِ جن و بشر
نہیں جو تابعِ فرمانِ بارگاہِ رفیع

صلائے عام ہے مہماں نواز ہیں سرکار
کبھی اٹھا ہی نہیں خوانِ بارگاہِ رفیع

جمالِ شمس و قمر کا سنگار ہے شب و روز
فروغِ شمۂ ایوانِ بارگاہِ رفیع

ملائکہ ہیں فقط واسطے سلطنت کیلئے
خدا ہے اس کا نگہبانِ بارگاہِ رفیع

حسن جلالتِ شاہی سے کیوں جھجکتا ہے
گدا نواز ہے سلطانِ بارگاہِ رفیع

ردیف غین معجمہ

خوشبوئے دشتِ طیبہ سمو جائے گر دماغ
مہکا کرے بوئے خلد مرا سر بسر دماغ

پایا ہے پائے صاحبِ معراج سے شرف
ذراتِ کوئے طیبہ کا ہے عرش پر دماغ

مومن فدائے نور و شمیمِ حضور ہیں
ہر دل چمک رہا ہے معطر ہے ہر دماغ

ایسا بسے کہ بوئے گلِ خلد سے بسے
ہو یادِ نقشِ پائے نبی کا جو گھر دماغ

آباد کر خدا کے لئے اپنے نور سے
ویران دل ہے دل سے زیادہ کھنڈر دماغ

ہر خارِ طیبہ زینتِ گلشن ہے عندلیب
نادان ایک پھول پہ اتنا نہ کر دماغ

زاہد ہے مستحقِ کرامت گناہگار
اللہ اکبر اتنا مزاج اس قدر دماغ

بے نور دل کے واسطے کچھ بھیک مانگتے
ذراتِ خاکِ طیبہ کا ملتا اگر دماغ

اے عندلیبِ خارِ حرم ہے مثالِ گل
تک تک کے ہر دریدہ گریباں سی خالی نہ کر دماغ

ہر دم خیالِ پاک اقامت گزیں رہے
بن جائے گھر دماغ نہ ہو رہ گذر دماغ

شاید کہ وصفِ پائے نبی کچھ بیاں کرے
پہنچی ترقیوں پہ رسا ہو اگر دماغ

اُس بدلگام کو خرِ دجّال جانیئے | مُنہ آئے ذکرِ پاک کو سُن کر جو خر دماغ

اُن کے خیال سے وہ ملی امن اے حسن
سر پر نہ آئے کوئی بلا ہو سپر دماغ

ردیف ف ا

کچھ غم نہیں اگرچہ زمانہ ہو بر خلاف | اُنکی مدد رہے تو کرے کیا اثر خلاف
اُن کا عدو اسیرِ بلائے نفاق ہے | اُسکی زبان و دل میں رہے عمر بھر خلاف
کرتا ہے ذکرِ پاک سے سنجدی مخالفت | کمبخت بدنصیب کی قسمت ہے بر خلاف
اُن کی وجاہتوں میں کمی ہو محال ہے | بالفرض اک زمانہ ہو اُن سے اگر خلاف
اٹھوں جو خوابِ مرگ سے شبہم بار | یارب نہ صبحِ حشر ہو بادِ سحر خلاف
قربان جاؤں رحمتِ عاجز نواز پر | ہوتی نہیں غریب سے اُنکی نظر خلاف
شانِ کرم کسی سے عوض چاہتی نہیں | لاکھ اشتمال امر میں دل ہو اُدھر خلاف
کیا رحمتیں ہیں لطف ہیں پھر بھی کمی نہیں | کرتے رہے ہیں حکم سے ہم عمر بھر خلاف

تعمیلِ حکمِ حق کا حسن ہے اگر خیال
ارشادِ پاکِ سرورِ دیں کا نہ کر خلاف

رحمت نہ کس طرح ہو گنہگار کی طرف | رحمت خود ہے میرے طرفدار کی طرف
جانِ جناں ہے دشتِ مدینہ تری بہار | بلبل نہ جائیگی کبھی گلزار کی طرف
انکار کا وقوع تو کیا ہو کہ تم سے | مائل ہوا نہ دل کبھی انکار کی طرف
جنت بھی لینے آئے تو چھوڑیں نہ یہ گلی | منہ پھیر بیٹھیں ہم تری دیوار کی طرف
منہ اُس کا دیکھتی ہیں بہاریں بہشت کی | جس کی نگاہ ہے ترے رخسار کی طرف
جاں بخشیاں مسیح کو حیرت میں ڈالتیں | چپ بیٹھے دیکھتے تری رفتار کی طرف
محشر میں آفتاب اُدھر گرم اور ادھر | آنکھیں لگی ہیں دامنِ دلدار کی طرف
پھیلا ہوا ہے ہاتھ ترے در کے سامنے | گردن جھکی ہوئی تری دیوار کی طرف
گو بے شمار جرم ہوں گو بے عدد گناہ | کچھ غم نہیں جو تم ہو گنہگار کی طرف
یوں مجھ کو موت آئے تو کیا پوچھنا مرا | میں خاک پر نگاہ درِ یار کی طرف

کعبے کے صدقے دل کی تمنا مگر یہ ہے
مرنے کے وقت منہ ہو درِ یار کی طرف

دے جاتے ہیں مراد جہاں مانگیے وہاں
منہ ہونا چاہیئے درِ سرکار کی طرف

رو کے گی حشر میں جو مجھے پاشکستگی
دوڑینگے ہاتھ دامنِ دلدار کی طرف

آہیں دلِ اسیر سے کب تک نہ آئی تھیں ۔ ق
اور آپ دوڑے آئے گرفتار کی طرف

دیکھی جو بے کسی تو انہیں رحم آگیا
گھبرا کے ہو گئے وہ گنہگار کی طرف

بٹتی ہے بھیک دوڑتے پھرتے بے نوا
در کی طرف کبھی کبھی دیوار کی طرف

عالم کے دل تو بھر گئے دولت سے کیا عجب
گھر دوڑنے لگیں درِ سرکار کی طرف

آنکھیں جو بند ہوں تو مقدر کھلے حسنؔ
جلوے خود آئیں طالبِ دیدار کی طرف

ردیف قاف

ترا ظہور ہوا چشمِ نور کی رونق
ترا ہی نور ہے بزمِ ظہور کی رونق

رہے نہ عفو میں پھر ایک ذرہ شک باقی
جو اُن کی خاکِ قدم ہو قبور کی رونق

نہ فرش کا یہ تجمل نہ عرش کا یہ جمال
فقط ہے نور و ظہورِ حضور کی رونق

تمہارے نور سے روشن ہوئے زمین و فلک
یہی جمال ہے نزدیک و دور کی رونق

زبانِ حال سے کہتے ہیں نقشِ پا اُن کے
ہمیں ہیں چہرۂ غلمانِ حور کی رونق

ترے نثار ترا ایک جلوۂ رنگیں ۔
بہارِ جنت و حور و قصور کی رونق

ضیا زمین و فلک کی ہے جس تجلی سے
الٰہی ہو وہ دلِ ناصبور کی رونق

یہی فروغ تو زیب صفا و زینت ہے
یہی ہے حسن و تجلی و نور کی رونق

حضور تیرہ و تاریک ہے یہ پتھر دل
تجلیوں سے ہوئی کوہِ طور کی رونق

سجی ہے جن سے شبستانِ عالمِ امکاں
وہی ہیں مجلسِ روزِ نشور کی رونق

کریں دلوں کو منور سراج[1] کے جلوے
فروغِ بزمِ عوارف ہو نور[2] کی رونق

دعا خدا سے غمِ عشقِ مصطفےٰ کی ہے ۔
حسنؔ یہ غم ہے نشاط و سرور کی رونق

[1] سراج العوارف مصنفہ حضرت پیر و مرشد برحق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲

[2] تخلص حضرت سید شاہ ابوالحسن احمد نوری ابرہوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲

ردیف کاف

جو ہو سر کو رسائی اُن کے دَر تک
تو پہنچے تاجِ عزت اپنے سر تک

وہ جب تشریف لائے گھر سے دَر تک
بھکاری کا بھرا ہے در سے گھر تک

دُہائی نا خدائے بے کساں کی۔
کہ سیلابِ الم پہنچا کمر تک

الٰہی دِل کو دے وہ سوزِ اُلفت
پُھنکے سینہ جلن پہنچے جگر تک

نہ ہو جب تک تمہارا نام شاملِ
دُعائیں جا نہیں سکتیں اثر تک

گزر کی راہ نکلی رہگزر میں
ابھی پہنچے نہ تھے ہم اُن کے در تک

خدایوں اُن کی اُلفت میں گما دے
نہ پاؤں پھر کبھی اپنی خبر تک

بجائے چشمِ خوں اُٹھ۔ تا نہ ہو آڑ
جمالِ یار سے تیری نظر تک

رہی نعمت کے بھوکے اہلِ دولت
تری رحمت کا پیاسا ابرِ تر تک

نہ ہوگا وہ قدم کا فاصلہ بھی
الٰہ آباد سے احمد نگر تک

تمہارے حُسن کے بارے کے صدقے
نمک خوارِ ملاحت ہی قمر تک

شبِ معراج تھے جلوے پہ جلوے
شبستانِ دنیٰ سے انکے گھر تک

بلائے جان ہے اب ویرانیٔ دِل
چلے آؤ کبھی اس اُجڑے گھر تک

نہ کھول آنکھیں نگاہِ شوقِ ناقص
بہت پردے ہیں حُسنِ جلوہ گر تک

جہنم میں دھکیلیں نجدیوں کو
حسنؔ جھونٹوں کو یوں پہنچائیں گھر تک

ردیف لام

طور نے تو خوب دیکھا جلوۂ شانِ جمال
اس طرف بھی اک نظر اے برقِ تابانِ جمال

اِک نظر بے پردہ ہو جائے جو لمعانِ جمال
مردمِ دیدہ کی آنکھوں پر ہو احسانِ جمال

چل گیا جس راہ میں سروِ خرامانِ جمال
نقشِ پا سے کھل گئے لاکھوں گلستانِ جمال

ہے شبِ غم امد گرفتارانِ ہجرانِ جمال
مہر کر ذرّوں پر اے خورشید تابانِ جمال

کر گیا آخر لباسِ لالہ و گل میں ظہور۔
خاک میں ملتا نہیں خونِ شہیدانِ جمال

ذرّہ ذرّہ خاک کا ہو جائیگا خورشیدِ حشر
قبر میں لیجائیں گے عاشق جو ارمانِ جمال

ہو گیا شاداب عالم آ گئی فصلِ بہار
اُٹھ گیا پردہ کھلا بابِ گلستانِ جمال

جلوہ موئے محاسن چہرۂ انور کے گرد۔
آبنوسی رحل پر رکھا ہے قرآنِ جمال

اُس کے جلوے سے نہ کیوں کافور ہوں ظلماتِ کفر
پیشگاہِ نور سے آیا ہے فرمانِ جمال

کیا کہوں کتنا ہے ان کی رہگزر میں جوشِ حُسن۔
آشکارا ذرّہ ذرّہ سے ہے میدانِ جمال

ذرّہ در سے ترے ہمسر ہوں کیا مہر و قمر
یہ ہے سلطانِ جمال اور وہ گدایانِ جمال

کیا مزے کی زندگی ہے زندگی عُشّاق کی
آنکھیں اُنکی جستجو میں دل میں ارمانِ جمال

رُوسیاہی نے شبِ دیجور کو شرما دیا
مُنہ اُجالا کر دے اے خورشید تابانِ جمال

ابروئے پرخم سے پیدا ہے ہلالِ ماہِ عید
مطلعِ عارض سے روشن بدرِ تابانِ جمال

دلکشیٔ حُسنِ جاناں کا ہو کیا عالم بیاں
دل فدائے آئنہ آئینہ قربانِ جمال

پیشِ یوسف ہاتھ کاٹے ہیں زنانِ مصر نے
تیری خاطر سر کٹا بیٹھے فدایانِ جمال

تیرے ذرّہ پر شبِ غم کی جفائیں تا بکے
نور کا تڑکا دکھا اے مہرِ تابانِ جمال

اتنی مدت تک ہو دیدِ مصحفِ عارض نصیب
حفظ کر لوں ناظرہ پڑھ پڑھ کے قرآنِ جمال

یا خدا دل کی گلی سے کون گذرا ہے کہ آج
ذرّہ ذرّہ سے ہے طالع مہرِ تابانِ جمال

اُن کے در پر اسقدر مٹتا ہے بارہ نُور کا
جھولیاں بھر بھر کے لاتے ہیں گدایانِ جمال

نُور کی بارش حسن پر ہو ترے دیدار سے
دل سے دھلجائے الٰہی داغِ حرمانِ جمال

بزمِ محشر منعقد کر میرِ سامانِ جمال
دل کے آئینوں کو مدت سے ہے ارمانِ جمال

اپنا صدقہ بانٹتا آتا ہے سلطانِ جمال
جھولیاں پھیلائے دوڑیں بے نوایانِ جمال

جس طرح سے عاشقوں کا دل ہے قربانِ جمال
ہے یوہیں قربان تیری شکل پر جانِ جمال

بے حجابانہ دکھا دو اک نظر آنِ جمال
صدقے ہونے کے لئے حاضر ہیں خواہانِ جمال

تیرے ہی قامت نے چمکایا مقدر حُسن کا
بس اسی اک سے ہے روشن ہر شبستانِ جمال

روح لے گی حشر تک خوشبوئے جنت کے مزے
گر بسا دیگا کفن عطرِ گریبانِ جمال

مر گئے عشاق لیکن وا ہے چشمِ منتظر
حشر تک آنکھیں تجھے ڈھونڈینگی اے جانِ جمال

پیشگی ہی نقد جاں دیتے چلے ہیں مشتری
حشر میں کھولیگا یارب کون دکانِ جمال

عاشقوں کا ذکر کیا معشوق عاشق ہو گئے
انجمن کی انجمن صدقہ ہے اے جانِ جمال

تیری ذرّیت کا ہر ذرّہ نہ کیوں ہو آفتاب
سرزمینِ حُسن سے نکلی ہے یہ کانِ جمال

بزمِ محشر میں حسینانِ جہاں سب جمع ہیں۔
پر نظر تیری طرف اُٹھتی ہے اے جانِ جمال

آ رہی ہے ظلمتِ شب ہائے غم چھپائے کئے
نورِ یزداں ہم کو لے لے زیرِ دامانِ جمال

وسعتِ بازارِ محشر تنگ ہے اُس کے حضور
کس جگہ کھولے کسی کا حُسن دُکّانِ جمال

خوبرویانِ جہاں کو بھی یہی کہتے سنا
تم ہو شانِ حُسن جانِ حسن ایمانِ جمال

تیرہ و تاریک رہتی بزمِ خوبانِ جہان
گر ترا جلوہ نہ ہوتا شمعِ ایوانِ جمال

میں تصدّق جاؤں اے شمسُ الضُّحیٰ بدرُ الدُّجیٰ
اِس دلِ تاریک پر بھی کوئی لمعانِ جمال

سب سے پہلے حضرتِ یوسف کا نامِ پاک لوں
میں گناہوں گر نہ ہوتا امیدوارانِ جمال

بے بصر پر بھی یہ اُن کے حُسن نے ڈالا اثر
دل میں ہے پھوٹی ہوئی آنکھوں پر ارمانِ جمال

عاشقوں نے رزمگاہوں میں گلے کٹوا دیئے
واہ کس کس لطف سے کی عیدِ قربانِ جمال

یا خدا دیکھوں بہارِ خندۂ دنداں نما
برسے کشتِ آرزو پر ابرِ نیسانِ جمال

ظلمتِ مرقد سے اندیشہ حسن کو کچھ نہیں
ہے وہ مدّاحِ حسینانِ منقبت خوانِ جمال

ردیف میم

اے دینِ حق کے رہبر تم پر سلام ہر دم
میرے شفیعِ محشر تم پر سلام ہر دم

اِس بیکس و حزیں پر جو کچھ گذر رہی ہے
ظاہر ہے سب وہ تم پر تم پر سلام ہر دم

دنیا و آخرت میں جب میں رہوں سلامت
پیارے پڑھوں نہ کیوں کر تم پر سلام ہر دم

دِل تشنگانِ فرقت پیاسے ہیں مدّتوں سے
ہم کو بھی جامِ کوثر تم پر سلام ہر دم

بندہ تمہارے در کا آفت میں مبتلا ہے
رحم اے حبیبِ داور تم پر سلام ہر دم

بے وارثوں کے وارث بے والیوں کے والی
تسکینِ جانِ مضطر تم پر سلام ہر دم

للہ اب ہماری فریاد کو پہنچیئے۔
بے حد ہے حال ابتر تم پر سلام ہر دم

جلّادِ نقسِ بد سے دیجے مجھے رہائی
اب ہے گلے پہ خنجر تم پر سلام ہر دم

دریوزہ گر ہوں میں بھی اونچے سے اِس گلی کا
لطف و کرم ہو مجھ پر تم پر سلام ہر دم

کوئی نہیں ہے میرا میں کس سے داد چاہوں
سلطانِ بندہ پرور تم پر سلام ہر دم

غم کی گھٹائیں گھر کر آئی ہیں ہر طرف سے
اے مہرِ ذرہ پرور تم پر سلام ہر دم

بلوا کے اپنے در پر اب مجھ کو دے بجے عزت
پھرتا ہوں خوار در در تم پر سلام ہر دم

محتاج سے تمہارے کرتے ہیں سب کنارا
بس اک تمہیں ہو یاور تم پر سلام ہر دم

بہرِ خدا بچاؤ ان غار ہائے غم سے
اک دل ہے لاکھ نشتر تم پر سلام ہر دم

کوئی نہیں ہمارا ہم کس کے در پہ جائیں
اے بیکسوں کے یاور تم پر سلام ہر دم

کیا خوف مجھ کو پیارے نارِ جحیم سے ہو۔
تم ہو شفیعِ محشر تم پر سلام ہر دم

اپنے گدائے در کی لیجے خبر خدارا
کیجے کرم حسنؔ پر تم پر سلام ہر دم

اے مدینے کے تاجدار سلام
اے غریبوں کے غمگسار سلام

تیری اک اک ادا پہ اے پیارے
سو درود یں فدا ہزار سلام

ربِّ سلِّمْ کے کہنے والے پر
جان کے ساتھ ہوں نثار سلام

میرے پیارے پہ میرے آقا پر
میری جانب سے لاکھ بار سلام

میری بگڑی بنانے والے پر
بھیج اے میرے کردگار سلام

اس پناہِ گناہ گاراں پر
یہ سلام اور کروڑ بار سلام

اس جوابِ سلام کے صدقے
تا قیامت ہوں بے شمار سلام

ان کی محفل میں ساتھ لے جائیں
حسرتِ جان بے قرار سلام

پردہ میرا نہ فاش حشر میں ہو
اے مرے حق کے رازدار سلام

وہ سلامت رہا قیامت میں
پڑھ لئے جس نے دل سے چار سلام

عرض کرتا ہے یہ حسنؔ تیرا
تجھ پہ اے خلد کی بہار سلام

تیرے در پہ ساجد ہیں شاہانِ عالم۔
تو سلطانِ عالم ہے اے جانِ عالم

یہ پیاری ادائیں یہ نیچی نگاہیں۔
فدا جانِ عالم ہو اے جانِ عالم

کسی اور کو بھی یہ دولت ملی ہے
گدا جس کے در کے ہیں شاہانِ عالم

میں در در پھروں چھوڑ کر کیوں ترا در
اٹھائے بلا میری احسانِ عالم

میں سرکارِ عالی کے قُربان جاؤں
بھکاری ہیں اس در کے شاہانِ عالم

مرے دبدبہ والے میں تیرے صدقے
ترے در کے کُتّے ہیں شاہانِ عالم

تمہاری طرف ہاتھ پھیلے ہیں سب کے
تمہیں پورے کرتے ہو ارمانِ عالم

مجھے زندہ کردے مجھے زندہ کردے
مرے جانِ عالم مرے جانِ عالم

مسلماں مسلماں ہیں تیرے سبب سے
مری جان تُو ہی ہے ایمانِ عالم

مرے آن والے مرے شان والے
گدائی ترے در کی ہے شانِ عالم

تو بحرِ حقیقت تو دریائے عرفان
ترا ایک قطرہ ہے عرفانِ عالم

کوئی جلوہ میرے بھی روزِ سیہ پر
خُدا کے قمر مہر تابانِ عالم

بس اب کچھ عنایت ہو اب ملا کچھ
انہیں تکتے رہنا فقیرانِ عالم

وہ دولھا ہیں ساری خدائی براتی
اُنہیں کے لئے ہے یہ سامانِ عالم

نہ دیکھا کوئی پھول تجھ سا نہ دیکھا
بہت چھان ڈالے گلستانِ عالم

ترے کوچہ کی خاک ٹھیری ازل سے
مری جاں علاجِ مریضانِ عالم

کوئی جانِ عیسےٰ کو جاکر خبر دے
مرے جاتے ہیں دردمندانِ عالم

ابھی سارے بیمار ہوتے ہیں اچھے
اگر لب ہلادے وہ درمانِ عالم

سمیعاؔ خدا راحسن کی بھی سُن لے
بلا میں ہے یہ لوثِ دامانِ عالم۔

جاتے ہیں سوئے مدینہ گھر سے ہم
باز آئے ہند بد اختر سے ہم

مار ڈالے بے قراری شوق کی
خوش تو جب ہوں اس دلِ مضطر سے ہم

بے ٹھکانوں کا ٹھکانا ہے یہی
اب کہاں جائیں تمہارے در سے ہم

تشنگی حشر سے کچھ غم نہیں
ہیں غلامانِ شہِ کوثر سے ہم

اپنے ہاتھوں میں ہے دامانِ شفیع
ڈر چکے بس فتنۂ محشر سے ہم

نقشِ پا سے جو ہوا ہے سرفراز
دل بدل ڈالیں گے اس پتھر سے ہم

گردنِ تسلیم خم کرنے کے ساتھ
پھینکتے ہیں بارِ عصیاں سر سے ہم

گور کی شب تار ہے پر خوف کیا
تو لگائے ہیں رُخِ انور سے ہم

دیکھ لینا سب مرادیں مل گئیں
جب پلٹ کر روئے اُنکے در سے ہم

کیا بندھا ہم کو خدا جانے خیال
آنکھیں ملتے ہیں جو ہر پتھر سے ہم

جانے والے چلدیئے کب کے حسنؔ
پھر رہے ہیں ایک بس مضطر سے ہم

منقبت حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اللہ برائے غوث اعظم
دے مجھ کو ولائے غوث اعظم

دیدارِ خدا تجھے مبارک
اے محوِ لقائے غوث اعظم

وہ کون کریم صاحبِ جود
میں کون گدائے غوث اعظم

سوکھی ہوئی کھیتیاں ہری کر
اے ابرِ سخائے غوث اعظم

اُمیدیں نصیب مشکل حل -
قرباں عطائے غوث اعظم

کیا تیزیِ مہرِ حشر سے خوف
ہیں زیرِ لوائے غوث اعظم

دُو اور ہیں جن کو کہیے محتاج
ہم تو ہیں گدائے غوث اعظم

ہیں جانبِ نالۂ غریباں -
گوشِ شنوائے غوثِ اعظم

کیوں ہم کو ستائے نارِ دوزخ
کیوں رد ہو دعائے غوثِ اعظم

بیگانے بھی ہو گئے یگانے
دلکش ہے ادائے غوثِ اعظم

آنکھوں میں ہے نُور کی تجلی -
پھیلی ہے ضیائے غوث اعظم

جو دم میں غنی کرے گدا کو -
وہ کیا ہے عطائے غوثِ اعظم

کیوں حشر کے دن ہو فاش پردہ
ہیں زیرِ قبائے غوث اعظم

آئینۂ روئے خوبرویاں -
نقشِ کفِ پائے غوث اعظم

اے دل نہ ڈر بلاؤں سے اب
وہ آئی صدائے غوث اعظم

اے غم جو ستائے اب تو جانوں
لے دیکھ وہ آئے غوث اعظم

تارِ نفسِ ملائکہ ہے -
ہر تارِ قبائے غوث اعظم

سب کھول دے عقدہائے مشکل
اے ناخنِ پائے غوثِ اعظم

کیا اُن کی ثنا لکھوں حسنؔ میں
جاں باد فدائے غوثِ اعظم

اسیروں کے مشکل کشا غوثِ اعظم
فقیروں کے حاجت روا غوث اعظم

گھرا ہے بلاؤں میں بندہ تمہارا
مدد کے لئے آؤ یا غوث اعظم

ترے ہاتھ میں ہاتھ میں نے دیا ہے
ترے ہاتھ ہے لاج یا غوث اعظم

مریدوں کو خطرہ نہیں بحرِ غم سے
کہ بیڑے کے ناخدا غوث اعظم

تمہیں دکھ سنو اپنے آفت زدوں کا
تمہیں درد کی دو دوا غوث اعظم

بھنور میں پھنسا ہے ہمارا سفینہ
بچا غوث اعظم بچا غوثِ اعظم

جو دکھ بھر رہا ہوں جو غم سہہ رہا ہوں
کہوں کس سے تیرے سوا غوث اعظم

زمانے کے دکھ درد کی رنج و غم کی
ترے ہاتھ میں ہے دوا غوث اعظم

اگر سلطنت کی ہوس ہو فقیرو
کہو شَیْئًا لِلّٰہِ یا غوث اعظم

نکالا ہے پہلے تو ڈوبے ہوؤں کو
اور اب ڈوبتوں کو بچا غوث اعظم

جسے خلق کہتی ہے پیارا خدا کا
اسی کا ہے تو لاڈلا غوث اعظم

ق
کیا غور جب گیارھویں بارھویں میں
معمّا یہ ہم پر کھلا غوثِ اعظم

تمہیں وصل بے فصل ہے شاہِ دیں سے
دیا حق نے یہ مرتبہ غوثِ اعظم

پھنسا ہے تباہی میں بیڑا ہمارا
سہارا لگا دو ذرا غوثِ اعظم

مشائخ جہاں آئیں بہرِ گدائی۔
وہ ہے تیری دولت سرا غوثِ اعظم

مری مشکلوں کو بھی آسان کیجے
کہ ہیں آپ مشکل کشا غوث اعظم

وہاں سر جھکاتے ہیں سب اونچے اونچے
جہاں ہے ترا نقشِ پا غوثِ اعظم

قسم ہے کہ مشکل کو مشکل نہ پایا۔
کہا ہم نے جس وقت یا غوثِ اعظم

مجھے پھیر میں نفس کافر نے ڈالا
بتا جائیے راستا غوثِ اعظم

کھلا دے جو مرجھائیں کلیاں دلوں کی
چلا کوئی ایسی ہوا غوث اعظم

مجھے اپنی الفت میں ایسا گما دے
نہ پاؤں پھر اپنا پتا غوث اعظم

بچالے غلاموں کو مجبوریوں سے
کہ تو عبدِ قادر رہی یا غوثِ اعظم

دکھا دے ذرا مہرِ رُخ کی تجلّی۔
کہ چھائی ہے غم کی گھٹا غوثِ اعظم

گرانے لگی ہے مجھے لغزشِ پا
سنبھالو غریبوں کو یا غوث اعظم

لپٹ جائیں دامن سے اُسکے ہزاروں
پکڑ لے جو دامن ترا غوث اعظم

سروں پر جسے لیتے ہیں تاج والے — تمہارا قدم ہو وہ یا غوثِ اعظم
دوائے نگاہے عطائے سخائے — کہ شد درد ما لا دوا غوثِ اعظم
ز ہر رُو و ہر راہ رُو یم بگرداں — سُوئے خویش راہم نما غوثِ اعظم
اسیرِ کمندِ ہوا یم کریما — بہ بخشائے بر حالِ ما غوثِ اعظم
فقیر تو چشمِ کرم از تو دارد — نگاہے بحالِ گدا غوثِ اعظم
گدا یم مگر از گدایانِ شاہے — کہ گویند رش اہلِ صفا غوثِ اعظم
کمر بست بر خونِ من نفسِ قاتل — اَغِثْنِیْ برائے خدا غوثِ اعظم
اُدھر میں پیا موری ڈولت ہے نیا — کہوں کاسے اپنی بپا غوثِ اعظم
بپت میں کٹی موری سگری عمریا — کرو مو پہ اپنی دَیا غوثِ اعظم
بھیو دو جو بیکنٹھ بگداد تو سے — کہو موری نگری بھی آ غوثِ اعظم

کہو کس سے جا کر حسنؔ اپنے دل کی
سُنے کون تیرے سوا غوث اعظم

ردیف نُون

کون کہتا ہے کہ زینت خُلد کی اچھی نہیں — لیکن اے دل فرقتِ کوئے نبی اچھی نہیں
رحم کی سرکار میں پُرسش ہے ایسوں کی بہت — اے دل اچھا ہے اگر حالت مری اچھی نہیں
تیرہ دل کو جلوۂ ماہِ عرب درکار ہے — چودھویں کے چاند تیری چاندنی اچھی نہیں
کچھ خبر ہے میں بُرا ہوں کیسے اچھے کا بُرا — مجھ بُرے پر زاہدو طعنہ زنی اچھی نہیں
اُس گلی سے دُور رہ کر کیا مریں ہم کیا جئیں — آہ ایسی موت ایسی زندگی اچھی نہیں
اُن کے در کی بھیک چھوڑیں سروری کیوا سطے — اُن کے در کی بھیک اچھی سروری اچھی نہیں
خاک اُن کے آستانے کی منگا دے چارہ گر — فکر کیا حالت اگر بیمار کی اچھی نہیں
سایۂ دیوارِ جاناں میں ہو بسترِ خاک پر — آرزوئے تاج و تخت و خسروی اچھی نہیں
دردِ عصیاں کی ترقی سے ہُوا ہوں جاں بلب — مجھ کو اچھا کیجئے حالت مری اچھی نہیں
نورۂ طیبہ کی طلعت کے مقابل اے قمر — گھٹتی بڑھتی چار دن کی چاندنی اچھی نہیں
موسمِ گُل کیوں دکھائے جاتے ہیں یہ سبز باغ — دشتِ طیبہ جائیں گے ہم رہزنی اچھی نہیں

بیکسوں پر مہرباں ہے رحمتِ بیکس نواز
کون کہتا ہے ہماری بے کسی اچھی نہیں۔

بندۂ سرکار ہو پھر کر خدا کی بندگی
ورنہ اے بندے خدا کے بندگی اچھی نہیں

روسیاہ ہوں مُنہ اُجالا کر دے اے طیبہ کو چاند
اس اندھیرے پاکھ کی یہ تیرگی اچھی نہیں

خارہائے دشتِ طیبہ چُبھ گئے دل میں مرے
عارضِ گل کی بہارِ عارضی اچھی نہیں

صُبح محشر چونک اے دل جلوۂ محبوب دیکھ
نور کا تڑکا ہے پیارے کاہلی اچھی نہیں

اُن کے در پر موت آجائے تو جی جاؤں حسنؔ
اُن کے در سے دور رہ کر زندگی اچھی نہیں

نگاہِ لطف کے اُمیدوار ہم بھی ہیں
لیے ہوئے یہ دلِ بے قرار ہم بھی ہیں

ہمارے دستِ تمنا کی لاج بھی رکھنا
ترے فقیروں میں آقائے نامدار ہم بھی ہیں

اِدھر بھی توسنِ اقدس کے دو قدم جلوے
تمہاری راہ میں مُشتِ غبار ہم بھی ہیں

کھلا دو غُنچۂ دل صدقہ باد دامن کا
اسیدوارِ نسیمِ بہار ہم بھی ہیں

تمہاری ایک نگاہِ کرم میں سب کچھ ہے
پڑے ہوئے تو سرِ رہگزار ہم بھی ہیں

جو سر پہ رکھنے کو مِلجائے نعلِ پاک حضور
تو پھر کہیں گے کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں

یہ کس شہنشہِ والا کا صدقہ بٹتا ہے
کہ خسروؤں میں پڑی ہے پکار ہم بھی ہیں

ہماری بگڑی بنی اُن کے اختیار میں ہے
سپرد اُنہیں کے ہیں سب کاروبار ہم بھی ہیں

حسنؔ ہے جن کی سخاوت کی دھوم عالم میں
اُنہیں کی تُم بھی ہو اک ریزہ خوار ہم بھی ہیں۔

کیا کریں محفلِ دلدار کو کیونکر دیکھیں
اپنے سرکار کے دربار کو کیونکر دیکھیں

تابِ نظارہ تو ہو یار کو کیونکر دیکھیں
آنکھیں ملتی نہیں دیدار کو کیونکر دیکھیں

دلِ مُردہ کو ترے کوچہ میں کیونکر لیجائیں
اثرِ جلوۂ رفتار کو کیونکر دیکھیں

جن کی نظروں میں ہے صحرائے مدینہ بُلبُل
آنکھ اُٹھا کر ترے گلزار کو کیونکر دیکھیں

عوضِ عفو گنہ بکتے ہیں اک مجمع ہے
ہائے ہم اپنے خریدار کو کیونکر دیکھیں

ہم گنہگار کہاں اور کہاں رویتِ عرش
سر اُٹھا کر تری دیوار کو کیونکر دیکھیں

اور سرکار بنے ہیں تو اُنہیں کے در سے
ہم گدا اور کی سرکار کو کیونکر دیکھیں

دستِ صیاد سے آہو کو چھڑائیں جو کریم
دامِ غم میں وہ گرفتار کو کیونکر دیکھیں

تابِ دیدار کا دعوٰے ہی جنھیں سامنے آئیں
دیکھیئے کوچۂ محبوب میں کیونکر پہنچیں

دیکھتے ہیں ترے رخسار کو کیونکر دیکھیں
دیکھیئے جلوۂ دیدار کو کیونکر دیکھیں

اہلکارانِ سقر اور ارادہ ہے حسن
نازپروردۂ سرکار کو کیونکر دیکھیں

نہ کیوں آرائشیں کرتا خدا دُنیا کے ساماں میں
تمہیں دولھا بنا کر بھیجنا تھا بزمِ امکاں میں

یہ رنگینی یہ شادابی کہاں گلزارِ رضواں میں
ہزاروں جنتیں آکر بسی ہیں کوئے جاناں میں

خزاں کا کس طرح ہو دخل جنت کے گلستاں میں
بہاریں بس چکی ہیں جلوۂ رنگینِ جاناں میں

تم آئے روشنی پھیلی ہوا دن کھل گئیں آنکھیں
اندھیرا سا اندھیرا چھا رہا تھا بزمِ امکاں میں

تھکا ماندہ وہ ہے جو پاؤں اپنے توڑ کر بیٹھا
وہی پہنچا ہوا ٹھیرا جو پہنچا کوئے جاناں میں

تمہارا کلمہ پڑھتا اُٹھے تم پر صدقے ہونے کو
جو پائے پاک سے ٹھوکر لگا دو جسمِ بے جاں میں

عجب انداز سے محبوبِ حق نے جلوہ فرمایا
سرور آنکھوں میں آیا جان دل میں نورِ ایماں میں

فدائے خارہائے دشتِ طیبہ پھول جنت کے
یہ وہ کانٹے ہیں جنکو خود جگہ دیں گل رگِ جاں میں

ہر اک کی آرزو ہے پہلے مجھ کو ذبح فرمائیں
تماشا کر رہے ہیں مرنے والے عیدِ قرباں میں

ظہورِ پاک سے پہلے بھی صدقے تھے نبی تم پر
تمہارے نام ہی کی روشنی تھی بزمِ خوباں میں

کلیم آسا نہ کیونکر غش ہوں اُنکے دیکھنے والے
نظر آتے ہیں جلوے طور کے رخسارِ تاباں میں

ہوا بدلی گھرے بادل کھلے گل بلبلیں چہکیں
تم آئے یا بہارِ جانفزا آئی گلستاں میں

کسی کو زندگی اپنی نہ ہوتی اس قدر میٹھی
مگر دھوون تمہارے پاؤں کا ہوتی شیرۂ جاں میں

اُسے قسمت نے اُس کے جیتے جی جنت میں پہنچایا
جو دم لینے کو بیٹھا سایۂ دیوارِ جاناں میں

کیا پروانوں کو بلبل نرالی شمع لائے تم
گرے پڑتے تھے جو آتش پہ وہ پہنچے گلستاں میں

نسیمِ طیبہ سے بھی شمع گل ہو جائے لیکن یوں۔
کہ گلشن پھولیں جنت لہلہا اُٹھے چراغاں میں

اگر دو دو چراغ بزمِ شہ چھو جائے کاجل سے
شبِ قدر تجلی کا ہو سُرمہ چشمِ خوباں میں

کرم فرمائے گر باغِ مدینہ کی ہوا کچھ بھی
گلِ جنت نکل آئیں ابھی سرو و چراغاں میں

چمن کیونکر نہ مہکیں بلبلیں کیونکر نہ عاشق ہوں
تمہارا جلوۂ رنگیں بھرا پھولوں نے داماں میں

اگر دو دو چراغ بزمِ والا مس کرے کچھ بھی
شمیمِ مشک بس جائے گلِ شمعِ شبستاں میں

یہاں کے سنگریزوں سے حسن کیا لعل کو نسبت
بہ انکی رہگزر میں ہیں وہ پتھر ہے بدخشاں میں

عجب کرم شہِ والا تبار کرتے ہیں
کہ نا امیدوں کو امیدوار کرتے ہیں

جما کے دل میں صفیں حسرت و تمنا کی
نگاہِ لطف کا ہم انتظار کرتے ہیں

مجھے فسردگیٔ بخت کا الم کیا ہو
وہ ایک دم میں خزاں کو بہار کرتے ہیں

خدا سگانِ نبی سے یہ تجھ کو سنوا دے
ہم اپنے کتوں میں تجھکو شمار کرتے ہیں

ملائکہ کو بھی ہیں کچھ فضیلتیں ہم پر
کہ پاس رہتے ہیں طوفِ مزار کرتے ہیں

جو خوش نصیب یہاں خاکِ در پہ بیٹھتے ہیں
جلوسِ مسندِ شاہی سے عار کرتے ہیں

ہمارے دل کی لگی بھی وہی بجھا دینگے
جو دم میں آگ کو باغ و بہار کرتے ہیں

اشارہ کردو تو بادِ خلاف کے جھونکے
ابھی ہمارے سفینے کو پار کرتے ہیں

تمہارے در کے گداؤں کی شان عالی ہے
وہ جسکو چاہتے ہیں تاجدار کرتے ہیں

گدا گدا ہے گدا تو کیا ہی چاہے ادب
بڑے بڑے ترے در کا وقار کرتے ہیں

تمام خلق کو منظور ہے رضا جن کی
رضا حضور کی وہ اختیار کرتے ہیں

صبا کے وصفِ رخِ پاک عندلیب کو ہم
رہینِ منتِ فصلِ بہار کرتے ہیں

ہوا خلاف ہو چکرائے ناؤ کیا غم ہے
وہ ایک آن میں بیڑے کو پار کرتے ہیں

آنا لھا سے وہ بازارِ کس مپرساں میں
تسلیٔ دلِ بے اختیار کرتے ہیں

بنائی پشت نہ کعبہ کی اُن کے گھر کی طرف
جنہیں خبر ہے وہ ایسا وقار کرتے ہیں

کبھی وہ تاجورانِ زمانہ کر نہ سکیں
جو کام آپکے خدمت گذار کرتے ہیں

ہوائے دامنِ جاناں کے جانفزا جھونکے
خزاں رسیدوں کو باغ بہار کرتے ہیں

سگانِ کوئے نبی کے نصیب پر قرباں
پڑے ہوئے سرِ راہ افتخار کرتے ہیں

کوئی یہ پوچھے مرے دل سے میری حسرت سے
کہ ٹوٹے حال میں کیا غمگسار کرتے ہیں

وہ اُن کے در کے فقیروں سے کیوں نہیں کہتے
جو شکوہ ستمِ روزگار کرتے ہیں

تمہارے ہجر کے صدموں کی تاب کس کو ہے
یہ چوبِ خشک کو بھی بیقرار کرتے ہیں

کسی بلا سے انہیں پہنچے کس طرح آسیب
جو تیرے نام سے اپنا حصار کرتے ہیں

یہ نرم دل ہیں وہ پیارے کہ سختیوں پر بھی
صدقے جاتیں دعا بار بار کرتے ہیں

کشود و عقدۂ مشکل کی کیوں میں فکر کروں
یہ کام تو مرے طیبہ کے خار کرتے ہیں

زمینِ کوئے نبی کے جو لیتے ہیں بوسے
فرشتگانِ فلک ان کو پیار کرتے ہیں

تمہارے در پہ گدا بھی ہیں ہاتھ پھیلائے
تمہیں سے عرضِ دعا شہریار کرتے ہیں

کسے ہے دیدِ جمالِ خدا پسند کی تاب
وہ پورے جلوے کہاں آشکار کرتے ہیں

ہمارے نخلِ تمنّا کو بھی وہ پھل دینگے
درختِ خشک کو جو بار دار کرتے ہیں

پڑے ہیں خوابِ تغافل میں ہم مگر مولےٰ
طرح طرح سے ہمیں ہوشیار کرتے ہیں

سُنا نہ مرتے ہوئے آجتک کسی نے انہیں
جو اپنے جان و دل اُن پر نثار کرتے ہیں

انہیں کا جلوہ سرِ بزم دیکھتے ہیں تپنگ
انہیں کی یاد چمن میں ہزار کرتے ہیں

سرے کریم نہ آہو کو قید دیکھ سکے
عبث اسیرِ الم انتشار کرتے ہیں

جو ذرے آتے پائے حضور کے نیچے
چمک کے مہر کو وہ شرمسار کرتے ہیں

جو موئے پاک کو رکھتے ہیں اپنی ٹوپی میں
شجاعتیں وہ دمِ کارزار کرتے ہیں

جدھر وہ آتے ہیں اب ہمیں دل ہوں یار ہیں
مہک سے گیسوؤں کی مشکبار کرتے ہیں

حسنؔ کی جان ہو اس سعیِ کرم پہ نثار
کہ ایک جہان کو اُمیدوار کرتے ہیں

منقبتِ حضور اچھّے میاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سُن لو میری التجا اچھّے میاں
میں تصدّق میں فدا اچھّے میاں

اب کمی کیا ہے خدا دے بندہ لے
میں گدا تم بادشا اچھّے میاں

دین و دُنیا میں بہت اچھا رہا
جو تمہارا ہو گیا اچھّے میاں

اِس بُرے کو آپ اچھا کیجئے
آپ اچھّے ہیں مَیں بُرا اچھّے میاں

اَیسے اچھّے کا بُرا ہوں مَیں بُرا -
جن کو اچھّوں نے کہا اچھّے میاں

میں حوالے کر چکا ہوں آپ کے
اپنا سب اچھا بُرا اچھّے میاں

آپ جانیں مجھ کو اِس کی فکر کیا
مَیں بُرا ہوں یا بھلا اچھّے میاں

مجھ بُرے کے کیسے اچھّے ہیں نصیب
میں بُرا ہوں آپ کا اچھّے میاں

اپنے منگتا کو بُلا کر بھیک دی -
اَے میں قُربانِ عطا اچھّے میاں

مشکلیں آسان فرما دیجئے — اے مرے مشکلکشا اچھے میاں
میری جھولی بھر دو دستِ فیض سے — حاضر در ہے گدا اچھے میاں
دم قدم کی خیر منگتا ہوں ترا — دم قدم کی خیر لا اچھے میاں
جاں بلب ہوں دردِ عصیاں سے حضور — جاں بلب کو دو شفا اچھے میاں
دشمنوں کی ہے چڑھائی الغیاث — ہے مدد کا وقت یا اچھے میاں
نفسِ سرکش درپے آزار ہے — ہے مدد کا وقت یا اچھے میاں
شام ہے نزدیک صحرا ہولناک — ہے مدد کا وقت یا اچھے میاں
نزع کی تکلیف اغوائے عدو — ہے مدد کا وقت یا اچھے میاں
وہ سوالِ قبر وہ مشکلیں مہیب — ہے مدد کا وقت یا اچھے میاں
پرسشِ اعمال اور مجھ سا اثیم — ہے مدد کا وقت یا اچھے میاں
بارِ عصیاں سر پہ رعشہ پاؤں میں — ہے مدد کا وقت یا اچھے میاں
خالی ہاتھ آیا بھرے بازار میں۔ — ہے مدد کا وقت یا اچھے میاں
مجرم ناکارہ و دیوانِ عدل۔ — ہے مدد کا وقت یا اچھے میاں
پوچھتے ہیں کیا کہا تھا کیا کیا — ہے مدد کا وقت یا اچھے میاں
پا شکستہ اور عبور پلصراط — ہے مدد کا وقت یا اچھے میاں
خائن و خاطی سے لیتے ہیں حساب — ہے مدد کا وقت یا اچھے میاں
بھول جاؤں میں نہ سیدھی راہ کو — میرے اچھے رہنما اچھے میاں
تم مجھے اپنا بنالو بہرِ غوث — میں تمہارا ہو چکا اچھے میاں
کون دے مجھ کو مرادیں آپ دیں — میں ہوں کس کا آپ کا اچھے میاں
یہ گھٹائیں غم کی یہ رودِ سیاہ — مہرِ فرما مہ لقا اچھے میاں
احمدِ نوری کا صدقہ ہر جگہ — منہ اجالا ہو مرا اچھے میاں
آنکھ نیچی دونوں عالم میں نہ ہو — بول بالا ہو مرا اچھے میاں
میرے بھائی جن کو کہتے ہیں رضا — جو ہیں اس در کے گدا اچھے میاں
ان کی منہ مانگی مرادیں ہوں حصول — آپ فرمائیں عطا اچھے میاں
عمر بھر میں ان کے سایہ میں رہوں — ان پہ سایہ آپ کا اچھے میاں

مجھ کو میرے بھائیوں کو حشر تک ہو نہ غم کا سامنا اچھے میاں
مجھ پہ میرے بھائیوں پر ہر گھڑی ہو کرم سرکار کا اچھے میاں
مجھ سے میرے بھائیوں سے دور ہو دکھ مرض ہر قسم کا اچھے میاں
میری میرے بھائیوں کی حاجتیں فضل سے کیجے روا اچھے میاں
ہم غلاموں کے جو ہیں لختِ جگر خوش رہیں سب دائما اچھے میاں
پنجتن کا سایہ بانچوں پر رہے اور ہو فضلِ خدا اچھے میاں
سب عزیزوں سب قریبوں پر رہے سایہ فضل و عطا اچھے میاں
غوثِ اعظم قطب عالم کے لئے رد نہ ہو میری دعا اچھے میاں

ہو حسن سرکار والا کا حسن
کیجئے ایسی عطا اچھے میاں

ردیف واؤ

دل میں ہو یاد تری گوشۂ تنہائی ہو پھر تو خلوت میں عجب انجمن آرائی ہو
آستانہ پہ ترے سر ہو اجل آئی ہو اور آئے جانِ جہاں تو بھی تماشائی ہو
خاک پامال غریبوں کو نہ کیوں زندہ کرے جس کے دامن کی ہوا بادِ مسیحائی ہو
اُس کی قسمت پہ فدا تختِ شہی کی راحت خاکِ طیبہ پہ جسے چین کی نیند آئی ہو
تاج والوں کی یہ خواہش ہے کہ اُن کے در پر ہم کو حاصل شرفِ ناصیہ فرسائی ہو
اِک جھلک دیکھنے کی تاب نہیں عالم کو وہ اگر جلوہ کریں کون تماشائی ہو
آج جو عیب کسی پر نہیں کھلنے دیتے کب وہ چاہیں گے مری حشر میں رسوائی ہو
کیوں کریں بزمِ شبستانِ جناں کی خواہش جلوۂ یار جو شمعِ شبِ تنہائی ہو
خلعتِ مغفرت اُس کے لئے رحمت لائے جس نے خاکِ درِ شاہ جائے کفن پائی ہو
یہی منظور تھا قدرت کو کہ سایہ نہ بنے ایسے یکتا کے لئے ایسی ہی یکتائی ہو
ذکرِ خدام نہیں مجھ کو بتا دیں دشمن کوئی نعمت بھی کسی اور سے گر پائی ہو
جب اُٹھے دستِ اجل سے مری ہستی کا حجاب کاش اس پردہ کے اندر تری زیبائی ہو

دیکھیں جاں بخشیِ لب کو تو کہیں خضر و مسیح
کیوں مرے کوئی اگر ایسی مسیحائی ہو

کبھی ایسا نہ ہوا اُن کے کرم کے صدقے
ہاتھ کے پھیلنے سے پہلے نہ بھیک آئی ہو

بند جب خوابِ اجل سے ہوں حسنؔ کی آنکھیں
اُس کی نظروں میں ترا جلوۂ زیبائی ہو

اَے راحتِ جاں جو ترے قدموں سے لگا ہو
کیوں خاک بسر صورتِ نقشِ کفِ پا ہو

ایسا نہ کوئی ہے نہ کوئی ہو نہ ہوا ہو۔
سایہ بھی تو اِک مثل ہی پھر کیوں نہ جدا ہو

اللہ کا محبوب بنے جو تمہیں چاہے۔
اُسکا تو بیاں ہی نہیں کچھ تم سے چاہو

دِل سب سے اُٹھا کر جو پڑا ہو ترے در پر
اُفتادِ دو عالم سے تعلّق اُسے کیا ہو

اُس ہاتھ سے دِل سوختہ جانوں کے ہرے کر
جس سے رطبِ سوختہ کی نشو و نما ہو

ہر سانس سے نکلے گُلِ فردوس کی خوشبو
گر عکسِ فگن دِل میں وہ نقشِ کفِ پا ہو

اُس در کی طرف اسلیئے میزاب کا مُنہ ہے
وہ قبلۂ کونین ہے یہ قبلہ نما ہو

بے چین رکھے مجھ کو ترا دردِ محبّت
مِٹ جائے وہ دِل پھر جسے ارمانِ دعا ہو

یہ میری سمجھ میں کبھی آ ہی نہیں سکتا
ایمان مجھے پھیرنے کو تُو نے دیا ہو

اُس گھر سے عیاں نُورِ الٰہی ہو ہمیشہ
تم جس میں گھڑی بھر کیلئے جلوہ نما ہو

مقبول ہیں ابرو کے اشارہ سے دُعائیں
کب تیرِ کمانِ نبوّت کا خطا ہو

ہو سلسلہ الفت کا جسے زلفِ نبی سے
اُلجھے نہ کوئی کام نہ پابندِ بلا ہو

شُکر ایک کرم کا بھی ادا ہو نہیں سکتا
دِل اُن پہ فدا جانِ حسنؔ اُن پہ فدا ہو

دیگر

تم ذاتِ خدا سے نہ جدا ہو نہ خدا ہو
اللہ کو معلوم ہے کیا جانیئے کیا ہو

یہ کیوں کہوں مجھ کو یہ عطا ہو یہ عطا ہو
وہ دو کہ ہمیشہ مرے گھر بھر کا بھلا ہو

جس بات میں مشہورِ جہاں ہے لبِ عیسیٰ
اَے جانِ جہاں وہ تری ٹھوکر سے ادا ہو

ٹوٹے ہوئے دم جوش پہ طوفانِ معاصی
دامن نہ ملے اُن کا تو کیا جانیئے کیا ہو

یُوں جُھک کے ملے ہم سے کمینوں سے وہ جس کو
اللہ نے اپنے ہی لئے خاص کیا ہو

مٹی نہ ہو برباد پسِ مرگ الٰہی ! جب خاک اُڑے میری مدینہ کی ہوا ہو
منگتا تو ہیں منگتا کوئی شاہوں میں دکھائے جس کو مرے سرکار سے ٹکڑا نہ ملا ہو
قدرت نے ازل میں یہ لکھا اُن کی جبیں پر جو اِن کی رضا ہو وہی خالق کی رضا ہو
ہر وقت کرم بندہ نوازی پہ تُلا ہے کچھ کام نہیں اُس سے بُرا ہو کہ بھلا ہو
ستّو جا سے گنہگار کا ہو رختِ عمل چاک پردہ نہ کھلے گر ترے دامن سے بندھا ہو
ابرار بکو کارِ خدا کے ہیں خدا کے اُن کا ہے وہ اُن کا ہے جو بد ہو جو بُرا ہو
اے نفس اُنہیں رنج دیا اپنی بدی سے کیا قہر کیا تُو نے ارے تیرا بُرا ہو
اللہ ! یوں ہی عمر گزر جائے گدا کی سر خم ہو درِ پاک پہ اور ہاتھ اُٹھا ہو

شایانِ حسن اور چمکتی سی غزل پڑھ
دل کھول کر آئینۂ ایماں کی جلا ہو

دل درد سے بسمل کی طرح لوٹ رہا ہو سینہ پہ تسلّی کو ترا ہاتھ دھرا ہو
کیوں اپنی گلی میں وہ روادار ہوا ہو جو بھیک لئے راہِ گدا دیکھ رہا ہو
گر وقتِ اجل سر تری چوکھٹ پہ جھکا ہو جتنی ہو قضا ایک ہی سجدہ میں ادا ہو
ہمسایۂ رحمت ہے ترا سایۂ دیوار رُتبے سے تنزّل کرے تو ظلِّ ہما ہو
موقوف نہیں صبحِ قیامت ہی پہ یہ عرض جب آنکھ کھلے سامنے تو جلوہ نما ہو
دے اُسکو دمِ نزع اگر حور بھی ساغر مُنہ پھیر لے جو تشنۂ دیدار ترا ہو
فردوس کے باغوں سے اِدھر مل نہیں سکتا جو کوئی مدینہ کے بیاباں میں گما ہو
دیکھا اُنہیں محشر میں تو رحمت نے پکارا آزاد ہے جو آپ کے دامن سے بندھا ہو
آتا ہے فقیروں پہ اُنہیں پیار کچھ ایسا خود بھیک دیں اور خود کہیں منگتا کا بھلا ہو
ویراں ہوں جب آباد مکاں صبحِ قیامت اُجڑا ہُوا دل آپ کے جلووں سے بسا ہو
ڈھونڈھا ہی کریں صدرِ قیامت کے سپاہی وہ کس کو ملے جو ترے دامن میں چھپا ہو
جب دینے کو بھیک آئے سرِ کوئے گدایاں لب پر یہ دعا تھی مرے منگتا کا بھلا ہو
جھک کر اُنہیں ملتا ہو ہر اک خاک نشیں سے کس واسطے نیچا نہ وہ دامانِ قبا ہو
تم کو تو غلاموں سے ہے کچھ ایسی محبت ہے ترکِ ادب ورنہ کہیں ہم پہ خدا ہو

دے ڈالئے اپنے لبِ جاں بخش کا صدقہ
اے چارۂ دلِ دردِ حسن کی بھی دوا ہو

ردیف ہائے ہوز

عجب رنگ پر ہے بہارِ مدینہ
کہ سب جنتیں ہیں نثارِ مدینہ

مبارک رہے عندلیبو تمہیں گل۔
ہمیں گل سے بہتر ہیں خارِ مدینہ

بنا شہ نشیں خسرو دو جہاں کا
بیاں کیا ہو عز و وقارِ مدینہ

مری خاک یارب نہ برباد جائے
پسِ مرگ کر دے غبارِ مدینہ

کبھی تو معاصی کے خرمن ہیں یارب
لگے آتشِ لالہ زارِ مدینہ

رگِ گل کی جب تازگی دیکھتا ہوں
مجھے یاد آتے ہیں خارِ مدینہ

ملائک لگاتے ہیں آنکھوں میں اپنی
شب و روز خاکِ مزارِ مدینہ

جدھر دیکھیے باغِ جنت کھلا ہے
نظر میں ہیں نقش و نگارِ مدینہ

رہیں اُن کے جلوے بسیں اُنکے جلوے
مرا دل بنے یادگارِ مدینہ

حرم ہے اُسے ساحتِ ہر دو عالم
جو دل ہو چکا ہے شکارِ مدینہ

دو عالم میں بٹتا ہے صدقہ یہاں کا
ہمیں اک نہیں ریزہ خوارِ مدینہ

بنا آسماں منزلِ ابن مریم
گئے لامکاں تاجدارِ مدینہ

مرادِ دلِ بلبلِ بے نوا دے
خدایا دکھا دے بہارِ مدینہ

شرف جن سے حاصل ہوا انبیا کو
وہی ہیں حسن افتخارِ مدینہ

ردیف یائے تحتانی

نہ ہو آرام جس بیمار کو سارے زمانے سے
اُٹھا لیجائے تھوڑی خاک اُنکے آستانے سے

تمہارے در کے ٹکڑوں سے پڑا پلتا ہے اک عالم
گزارا سب کا ہوتا ہے اِسی محتاج خانے سے

شبِ اسرا کے دولھا پر نچھاور ہونے والی تھی
نہیں تو کیا غرض تھی اتنی جانوں کے بنانے سے

کوئی فردوس ہو یا خلد ہو ہم کو غرض مطلب
لگایا اب تو بستر آپ ہی کے آستانے سے

نہ کیوں اُن کی طرف اللہ تو ستو پیار سے دیکھے
جو اپنی آنکھیں ملتے ہیں تمہارے آستانے سے

تمہارے تو وہ احساں اور یہ نافرمانیاں اپنی
ہمیں تو شرم سی آتی ہے تم کو منہ دکھانے سے

بہارِ خلد صدقے ہو رہی ہے روئے عاشق پر
کھلی جاتی ہیں کلیاں دل کی تیرے مسکرانے سے

زمیں تھوڑی سی دیدے بہر دفن اپنے کوچہ میں
لگا دے میرے پیارے میری مٹی بھی ٹھکانے سے

پلٹتا ہے جو زائر اُس سے کہتا ہے نصیب اُسکا
ارے غافل قضا بہتر ہے یاں سے پھر کے جانے سے

بلا لو اپنے در پر اب تو ہم خانہ بدوشوں کو
پھریں کب تک ذلیل و خوار در در ٹھکانے سے

نہ پہنچے اُنکے قدموں تک کچھ حسنِ عمل ہی ہے
حسن کیا پوچھتے ہو ہم گئے گذرے زمانے سے

مبارک ہے وہ شہ پردہ سے باہر آنے والا ہے
گدائی کو زمانہ جس کے در پر آنے والا ہے

چکوروں سے کہو ماہ دل آرا ہے چمکنے کو
خبر ذرّوں کو دو مہرِ منوّر آنے والا ہے

فقیروں سے کہو حاضر ہوں جو مانگینگے پائینگے
کہ سلطانِ جہاں محتاج پرور آنے والا ہے

کہو پروانوں سے شمع ہدایت اب چمکتی ہے
خبر دو بلبلوں کو وہ گلِ تر آنے والا ہے

کہاں ہیں ٹوٹی امیدیں کہاں ہیں بے سہارے دل
کہ وہ فریاد رس بیکس کا یاور آنے والا ہے

ٹھکانا بے ٹھکانوں کا سہارا بے سہاروں کا
غریبوں کی مدد بیکس کا یاور آنے والا ہے

بر آئیں گی مرادیں حسرتیں ہو جائیں گی پوری۔
کہ وہ مختارِ کُل عالم کا سرور آنے والا ہے

مبارک دردمندوں کو ہو مژدہ بیقراروں کو
قرارِ دل شکیبِ جانِ مضطر آنے والا ہے

گنہگارو نہ ہو مایوس تم اپنی رہائی سے
مدد کو وہ شفیعِ روزِ محشر آنے والا ہے

جھکا لائے نہ کیوں تارونکو شوقِ جلوۂ عارض
کہ وہ ماہِ دل آرا اب زمیں پر آنے والا ہے

کہاں ہیں بادشاہانِ جہاں آئیں سلامی کو
کہ اب فرمانروائے ہفت کشور آنے والا ہے

سلاطینِ زمانہ جس کے در پر بھیک مانگینگے۔
فقیروں کو مبارک وہ تونگر آنے والا ہے

یہ ساماں ہو رہے تھے مدتوں سے جس کی آمد کے
وہی نوشاہ با صد شوکت و فر آنے والا ہے

وہ آتا ہے کہ ہے جس کا فدائی عالمِ بالا
وہ آتا ہے کہ دل عالم کا جس پر آنے والا ہے

نہ کیوں ذرّوں کو ہو فرحت کہ چمکا اخترِ قسمت
سحر ہوتی ہے خورشیدِ منوّر آنے والا ہے

حسن کہدے اُٹھیں سب اُمتی تعظیم کی خاطر
کہ اپنا پیشوا اپنا پیمبر آنے والا ہے

جائے گی ہنستی ہوئی خُلد میں اُمت اُن کی ۔ کب گوارا ہوئی اللہ کو رقت اُن کی
ابھی پھٹتے ہیں جگر ہم سے گنہگاروں کے ٹوٹے دل کا جو سہارا ہو رحمت اُن کی
دیکھ آنکھیں نہ دکھا مہرِ قیامت ہم کو جنکے سایہ میں ہیں ہم دیکھی ہے صورت اُن کی
حُسنِ یوسف دمِ عیسٰے پہ نہیں موقوف جس نے چاہا ہے پایا ہے بدولت اُن کی
اُن کا کہنا نہ کریں جب بھی وہ چاہیں ہم کو سرکشی اپنی تو یہ اور وہ چاہت اُن کی
پار ہو جائے گا اِک آن میں بیڑا اپنا کام کر جائے گی محشر میں شفاعت اُن کی
حشر میں ہم سے گنہگار پریشاں خاطر عفوِ رحمٰن و رحیم اور شفاعت اُن کی
خاکِ در تیری جو چہروں پہ ملے پھرتے ہیں کس طرح بھلائے نہ اللہ کو صورت اُن کی
عاصیو کیوں غمِ محشر میں مرے جاتے ہو سُنتے ہیں بندہ نوازی تو ہے عادت اُن کی
جلوۂ شانِ الٰہی کی بہاریں دیکھو ۔ قَدْ دَنَا الْحَقّ کی ہے شرحِ زیارت اُن کی
باغِ جنت میں چلے جائینگے بے پُوچھے ہم وقف ہے ہم سے ساکین پہ دولت اُن کی
یاد کرتے ہیں عدو کو بھی دُعا ہی سے وُہ ساری دُنیا سے نرالی ہے یہ عادت اُن کی

ہم ہوں اور اُن کی گلی خلد میں واعظ ہی رہیں
اَے حسنؔ اُن کو مبارک رہے جنّت اُن کی

ہم نے تقصیر کی عادت کر لی ۔ آپ اپنے پہ قیامت کر لی
میں چلا ہی تھا مجھے روک لیا ۔ میرے اللہ نے رحمت کر لی
ذکرِ شہ سُن کے ہوئے بزم میں محو ۔ ہم نے جلوت میں بھی خلوت کر لی
نارِ دوزخ سے بچایا مجھ کو ۔ مرے پیارے بڑی رحمت کر لی
بال بیکا نہ ہوا پھر اس کا ۔ آپ نے جس کی حمایت کر لی
رکھ دیا سر قدمِ جاناں پر ۔ اپنے بچنے کی یہ صورت کر لی
نعمتیں ہم کو کھلائیں اور آپ ۔ جَو کی روٹی پہ قناعت کر لی
اُس سے فردوس کی صورت پوچھو ۔ جس نے طیبہ کی زیارت کر لی
شانِ رحمت کے تصدق جاؤں ۔ مجھ سے عاصی کی حمایت کر لی
فاقہ مستوں کو شکم سیر کیا ۔ آپ ناقہ پہ قناعت کر لی

اے حسنؔ کام کا کچھ کام کیا
یا یوں ہیں ختم پہ رخصت کر لی۔

کیا خدا داد آپ کی امداد ہے
اک نظر میں شاد ہر ناشاد ہے

مصطفےٰ تو بر سرِ امداد ہے
عفو تو کہہ تیرا کیا ارشاد ہے

بن پڑی ہے نفس کافر کیش کی
کھیل بگڑا تو خبر فریاد ہے

اسقدر ہم اُن کو بھولے ہائے ہائے
ہر گھڑی جنکو ہماری یاد ہے

نفسِ امّارہ کے ہاتھوں اے حضور
داد ہے بیداد ہے فریاد ہے

پھر چلی بادِ مخالف تو خبر
ناؤ پھر چکرا گئی فریاد ہے

کھیل بگڑا ناؤ ٹوٹی میں چلا۔
اے مرے والی بچا فریاد ہے

رات اندھیری میں اکیلا یہ گھٹا
آ اے قمر ہو جلوہ گر فریاد ہے

عہد جو اُن سے کیا روزِ الست
کیوں دلِ غافل تجھے کچھ یاد ہے

میں رہوں میں ہوں اپنی اُمّت کیلئے
کیا ہی پیارا پیارا یہ ارشاد ہے

وہ شفاعت کو چلے ہیں پیشِ حق
عاصیو تم کو مبارک باد ہے

کون سے دل میں نہیں یا حبیب
قلبِ مومن مصطفےٰ آباد ہے

جس کو اُس در کی غلامی مل گئی
وہ غمِ کونین سے آزاد ہے

جن کے ہم بندے وہی ٹھیرے شفیع
پھر دلِ بیتاب کیوں ناشاد ہے

اُس کے در پر گر کے پھر اُٹھا نہ جائے
جان و دل قربان کیا اُفتاد ہے

یہ عبادت زاہد و یہ حبِّ دوست
سُبحہ کی محنت ہے سب برباد ہے

ہمصفیروں سے ملیں کیونکر حسنؔ
سخت قید اور سنگدل صیاد ہے

آپ کے در کی عجب توقیر ہے
جو یہاں کی خاک ہے اکسیر ہے

کام جو اُن سے ہُوا پُورا ہُوا۔
اُن کی جو تدبیر تقدیر ہے

جس سے باتیں کیں اُنہیں کا ہو گیا
واہ کیا تقریر پُر تاثیر ہے

جو لگائے آنکھ میں محبوب ہو۔
خاکِ طیبہ سُرمۂ تسخیر ہے

صدرِ اقدس ہے خزینہ راز کا
سینہ کی تحریر میں تحریر ہے

ذرّہ ذرّہ سے ہے طالع نورِ شاہ — آفتابِ حُسن عالمگیر ہے
لُطف کی بارش ہے سب شاداب ہیں — ابرِ جودِ شاہ عالمگیر ہے
مُجرموں کے قدم پر لوٹ جاؤ — بس رہائی کی یہی تدبیر ہے
یا نبی مشکل کُشائی کیجئے — بندۂ دربیدل و دلگیر ہے
وہ سراپا لطف ہیں شانِ خدا — وہ سراپا نُور کی تصویر ہے
کان ہیں کانِ کرم جانِ کرم — آنکھ ہے یا چشمۂ تنویر ہے

جانے والے چلدیئے ہم رہ گئے
اپنی اپنی اے حسنؔ تقدیر ہے

نہ مایوس ہو میرے دُکھ درد والے — درِ شہ پر آ ہر مرض کی دوا لے
جو بیمارِ غم لے رہا ہو سنبھالے — وہ چاہے تو دم بھر میں اسکو سنبھالے
نہ کر اس طرح اے دلِ زار نالے — وہ ہیں سب کی فریاد کے سُننے والے
کوئی دم میں اب ڈوبتا ہے سفینہ — خدارا خبر میری اے ناخدا لے
سفر کر خیالِ رُخِ شہ میں اے جاں — مسافر نکل جا اُجالے اُجالے
تہیدست و سودائے بازارِ محشر — مری لاج رکھ لے مرے تاج والے
زہے شوکتِ آستانِ معلّٰے — یہاں سر جھکاتے ہیں سب تاج والے
سوا تیرے اے ناخدائے غریباں — وہ ہے کون جو ڈوبتوں کو نکالے
یہی عرض کرتے ہیں شیرانِ عالم — کہ تُو اپنے کُتّوں کو کُتّا بنالے
جسے اپنی مشکل ہو آسان کرنی — فقیرانِ طیبہ سے آکر دعا لے
خدا کا کرم دستگیری کو آئے — ترا نام لے لیں اگر گرنے والے
درِ شہ پر اے دل مرادیں ملیں گی — یہاں بیٹھ کر ہاتھ سب اُٹھالے
گھراہوں میں عصیاں کی تاریکیوں میں — خبر میری اے میرے بدرالدجیٰ لے
فقیروں کو ملتا ہے بے مانگے سب کچھ — یہاں جانتے ہی نہیں مانگنے والے
لگائے ہیں پیوند کپڑوں میں اپنے — اُڑھائے فقیروں کو خُلق نے دوشالے
مٹا کفر کو دین چمکا دے اپنا — بنیں مسجدیں ٹوٹ جائیں شوالے
جو پیشِ صنم سر جُھکاتے تھے اپنا — بنے تیری رحمت سے اللہ والے

نگاہے ز چشمِ کرم بر حسن کن ۔
بکویت رسیدست آشفتہ حالے

نہیں وہ صدمہ یہ دل کو کس کا خیالِ رحمت تھپک رہا ہے
کہ آج رُک رُک کے خونِ دل کچھ مری مژہ سے ٹپک رہا ہے
لیا نہ ہو جس نے اُن کا صدقہ ملا نہ ہو جس کو اُن کا بارا
نہ کوئی ایسا بشر ہے باقی نہ کوئی ایسا ملک رہا ہے
کیا ہے حق نے کرم تم کو اِدھر بھی للہ نگاہ کر لو
کہ دیر سے بے نوا تمہارا تمہارے ہاتھوں کو تک رہا ہے
ہے کس کے گیسوئے مشکبو کی شمیم عنبر فشانیوں پر
کہ جائے نغمہ صفیر بلبل سے مشک اذفر ٹپک رہا ہے
یہ کس کے روئے نکو کے جلوے زمانے کو کر رہے ہیں روشن
یہ کس کے گیسوئے مشکبو سے مشامِ عالم مہک رہا ہے
حسن عجب کیا جو اُن کے رنگِ ملیح کی نہ ہے پیرہن پر
کہ رنگ پُر نور مہر گردوں کئی فلک سے چمک رہا ہے

مرادیں مل رہی ہیں شاد شاد اُن کا سوالی ہے
لبوں پر التجا ہے ہاتھ میں روضہ کی جالی ہے
تری صورت تری سیرت زمانے سے نرالی ہے
تری ہر ہر ادا پیارے دلیلِ بے مثالی ہے
بشر ہو یا ملک جو ہے ترے در کا سوالی ہے
تری سرکار والا ہے نرا دربار عالی ہے
وہ جگ داتا ہو تم سنسار بھر کا سوالی ہے
دیا کرنا کہ اس منگتا نے بھی گدڑی بچھالی ہے
منور دل نہیں فیضِ قدومِ شہ سے روضہ ہے
مشبک سینۂ عاشق نہیں روضہ کی جالی ہے
تمہارا قامتِ یکتا ہے اکا بزمِ وحدت کا
تمہاری ذات بے ہمتا مثالِ بے مثالی ہے
فروغ اختر بدر آفتاب جلوۂ عارض
ضیائے طالع بدر اُن کا ابروئے ہلالی ہے
وہ ہیں اللہ والے جو تجھے والی کہیں اپنا
کہ تو اللہ والا ہے ترا اللہ والی ہے
سہارے نے ترے گیسو کے پھیرا ہے بلاؤں کو
اشارے نے ترے ابرو کے آفت ٹالی ہے
نگہ نے تیر رحمت کے دلِ ہمت سے کھینچے ہیں
مژہ نے پھانس حسرت کی کلیجہ سے نکالی ہے

فقیرو بے نواؤ اپنی اپنی جھولیاں بھر لو
کہ بارِ بٹ رہا ہے فیض پر سرکارِ عالی ہے

اُنھی کو خلعتِ یکتائی عالم ملا حق سے
ترے ہی جسم پر موزوں قبائے بے مثالی ہے

نکالا کب کسی کو بزمِ فیضِ عام سے تم نے
نکالا ہی تو آنے والوں کی حسرت نکالی ہے

بڑھے کیونکر نہ پھر شکلِ ہلالِ اسلام کی رونق
ہلالِ آسمانِ دیں تری تیغ ھلالی ہے

فقط اتنا سبب ہے انعقادِ بزمِ محشر کا
کہ اُن کی شانِ محبوبی دکھائی جانیوالی ہے

خدا شاہد کہ روزِ حشر کا کھٹکا نہیں رہتا
مجھے جب یاد آتا ہے کہ میرا کون والی ہے

اُتر سکتی نہیں تصویر بھی حسنِ سراپا کی
کچھ اس درجہ ترقی پر تمہاری بے مثالی ہے

نہیں محشر میں جسکو دسترس آقا کے دامن تک
بھرے بازار میں اُس بے نوا کا ہاتھ خالی ہے

نہ کیوں ہو اتحادِ منزلت مکہ مدینہ میں
وہ بستی ہے نبی والی تو یہ اللہ والی ہے

شرف مکہ کی بستی کو ملا طیبہ کی بستی سے
نبی والی ہی کے صدقہ میں وہ اللہ والی ہے

وہی والی وہی آقا وہی وارث وہی مولےٰ
میں اُن کے صدقے جاؤں اور میرا کون والی ہے

پکارا اے جانِ عیسےٰ سُن لو اپنے خستہ حالوں کی
مرض نے دردمندوں کی غضب میں جان ڈالی ہے

مرادوں سے تمہیں بھروگے دل نامرادوں کے
غریبوں بیکسوں کا اور پیارے کون والی ہے

ہمیشہ تم کرم کرتے ہو بگڑے حال والوں پر
بگڑ کر میری حالت نے مری بگڑی بنالی ہے

تمہارے در تمہارے آستاں سے میں کہاں جاؤں
نہ مجھ سا کوئی بیکس ہی نہ تم سا کوئی والی ہے

حسن کا درد دیکھ موقوف فرما کر سجالی دو
تمہارے ہاتھ میں دُنیا کی موقوفی سجالی ہے

کرے چارہ سازی زیارت کسی کی
بھرے زخمِ دل کے ملاحت کسی کی

چمک کر یہ کہتی ہے طلعت کسی کی
کہ دیدارِ حق ہے زیارت کسی کی

نہ رہتی جو پردوں میں صورت کسی کی
نہ ہوتی کسی کو زیارت کسی کی

عجب پیاری پیاری ہے صورت کسی کی
ہمیں کیا خدا کو ہے اُلفت کسی کی

ابھی پار ہوں ڈوبنے والے بیڑے
سہارا لگا دے جو رحمت کسی کی

کسی کو کسی سے ہوئی ہے نہ ہوگی
خدا کو ہے جتنی محبت کسی کی

دمِ حشر عاصی مزے لے رہے ہیں
شفاعت کسی کی ہے رحمت کسی کی

رہے دل کسی کی محبت میں ہر دم
رہے دل میں ہر دم محبت کسی کی

ترا قبضہ کونین و مافیہا پر
ہوئی ہے نہ ہو یوں حکومت کسی کی

خدا کا دیا ہے ترے پاس سب کچھ
ترے ہوتے کیا ہم کو حاجت کسی کی

زمانہ کی دولت نہیں پاس پھر بھی
زمانہ میں بٹتی ہے دولت کسی کی

نہ پہنچیں کبھی عقلِ کُل کے فرشتے
خدا جانتا ہے حقیقت کسی کی

ہمارا بھروسہ ہمارا سہارا
شفاعت کسی کی حمایت کسی کی

قمر اک اشارے میں دو ٹکڑے دیکھا
زمانہ پہ روشن ہے طاقت کسی کی

ہمیں ہیں کسی کی شفاعت کی خاطر
ہماری ہی خاطر شفاعت کسی کی

مصیبت زدو شاد ہو تم کہ ان سے
نہیں دیکھی جاتی مصیبت کسی کی

نہ پہنچیں گے جبتک گنہگار ان کے
نہ جائے گی جنت میں اُمت کسی کی

ہم ایسے گنہگار ہیں زہد والو
ہماری مدد پر ہے رحمت کسی کی

مدینہ کا جنگل ہو اور ہم ہوں زاہد
نہیں چاہیئے ہم کو جنت کسی کی

ہزاروں ہوں خورشید محشر تو غم کیا
یہاں سایہ گستر ہے رحمت کسی کی

بھرے جائیں گے خُلد میں اہلِ عصیاں
نہ جائے گی خالی شفاعت کسی کی

وُہی سب کے مالک انہیں کا ہے سب کچھ
نہ عاصی کسی کے نہ جنت کسی کی

رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ پر تصدق
سب اونچوں سے اونچی ہے رفعت کسی کی

اُترنے لگے مَا رَمَيْتَ يَدُ اللّٰه
چڑھی ایسی زوروں پہ طاقت کسی کی

گدا خوش ہوں خَيْرُكَ کی صدا ہے
کہ دن دونی ہو بڑھتی دولت کسی کی

فَتَوَصّٰی نے ڈالی ہیں باہیں گلے میں
کہ ہو جائے راضی طبیعت کسی کی

خدا سے دُعا ہے کہ ہنگامِ رُخصت
زبانِ حسن پر ہو مدحت کسی کی

جاں سے تنگ ہیں قیدیِ غمِ تنہائی کے
صدقے جاؤں میں تری انجمن آرائی کے

بزم آرا ہوں اُجالے تری زیبائی کے
کب سے مُشتاق ہیں آئینے خود آرائی کے

ہو غبارِ درِ محبوب کہ گردِ رہِ دوست
جزوِ اعظم ہیں یہی سُرمہ بینائی کے

خاک ہو جائے اگر تیری تمناؤں میں
کیوں ملیں خاک میں ارمان تمنائی کے

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کے چمکتے خورشید
لامکاں تک ہیں اُجالے تری زیبائی کے

دلِ مشتاق میں ارمان لقا آنکھیں بند
قابلِ دید ہیں انداز تمنائی کے

لبِ جاں بخش کی کیا بات ہے سبحان اللہ
تم نے زندہ کئے اعجاز مسیحائی کے

اپنے دامن میں چھپائیں وہ مرے عیبوں کو
اے زہے بخت مری ذلت و رسوائی کے

دیکھنے والے خدا کے ہیں خدا شاہد ہے
دیکھنے والے ترے جلوۂ زیبائی کے

جب غبارِ رہِ محبوب نے عزت بخشی
آئینے صاف ہوئے عینکِ بینائی کے

بار سر پر ہے ندامت سے گرا جاتا ہوں
صدقے جاؤں ترے بازو کی توانائی کے

عالم الغیب نے ہر غیب سے آگاہ کیا
صدقے اس شان کی بینائی و دانائی کے

دیکھنے والے ہو تم رات کی تاریکی میں
کان میں سمع کے اور آنکھ میں بینائی کے

غیبی نطفے ہیں وہ بے علم جنم کے اندھے
جن کو انکار ہیں اس علم و شناسائی کے

اے حسن کعبہ ہی افضل سہی اس در سے مگر
ہم تو خوگر ہیں یہاں ناصیہ فرسائی کے

دیگر

پردے جس وقت اٹھیں جلوۂ زیبائی کے
وہ نگہبان رہیں چشمِ تمنائی کے

دھوم ہے فرش سے تا عرش تری شوکت کی
خطبے ہوتے ہیں جہانبانی و دارائی کے

حسن رنگینی و طلعت سے تمہارے جلوے
گل و آئینہ بنے محفلِ زیبائی کے

ذرۂ دشتِ مدینے کی ضیا مہر کرے
اچھی ساعت سے پھریں دن شبِ تنہائی کے

پیار سے لے لئے آغوش میں سر رحمت نے
پائے انعام ترے در کی جبیں سائی کے

لاشِ احباب اسی در پہ پڑی رہنے دیں
کچھ تو ارمان نکل جائیں جبیں سائی کے

جلوہ گر ہو جو کبھی چشمِ تمنائی میں
پردے آنکھوں کے ہوں پیچے تری زیبائی کے

خاک پامال ہماری بھی پڑی ہے سرِ راہ
صدقے اے روحِ رواں تیری مسیحائی کے

کیوں نہ وہ ٹوٹے دلوں کے کھنڈر آباد کریں
کہ دکھانے ہیں کمال انجمن آرائی کے

زینتوں سے ہے حسینانِ جہاں کی زینت
زینتیں پاتی ہیں صدقے تری زیبائی کے

نامِ آقا ہوا جو لب سے غلاموں کے بلند
بالا بالا گئے غم آفتِ بالائی کے

عرش پر کعبہ و فردوس و دلِ مومن میں
شمع افروز ہیں اسکے تری یکتائی کے

ترے محتاج نے پایا ہے وہ شاہا نہ مزاج
اُس کی گدڑی کو بھی پیوند ہوں دارائی کے
اپنے ذرّوں کے سیہ خانوں کو روشن کر دو
مہر ہو تم فلکِ انجمن آرائی کے

پورے سرکار سے چھوٹے بڑے اراں ہوں سب
اے حسنؔ میرے مرے چھوٹے بڑے بھائی کے

دمِ اضطراب مجھ کو جو خیالِ یار آئے
مرے دِل میں چین آئے تو اُسے قرار آئے
تری وحشتوں سے اَیدل مجھے کیوں نہ عار آئے
تو اُنہیں سے دُور بھاگے جنہیں تجھ پہ پیار آئے
مرے دِل کو دردِ اُلفت و سکون دے الٰہی
مری بے قراریوں کو نہ کبھی قرار آئے
مجھے نزع چین بخشے مجھے موت زندگی دے
وہ اگر مرے سرہانے دمِ احتضار آئے
سببِ وفورِ رحمت مری بے زبانیاں ہیں
نہ فغاں کے ڈھنگ جانوں نہ مجھے پکار آئے
کھلیں پھُول اس پھبن کے کھلیں بخت ہر چمن کے
مرے گُل پہ صدقے ہو کر جو کبھی بہار آئے
نہ حبیب سے محبت کا کہیں ایسا پیار دیکھا
وہ بنے خدا کا پیارا تمہیں جس پہ پیار آئے
مجھے کیا الم ہو غم کا مجھے کیا ہو غم الم کا
کہ علاج غم الم کا مرے غمگسار آئے
جو امیر و بادشاہیں اسی در کے سب گدا ہیں
تمہیں شہریار آئے تمہیں تاجدار آئے
جو چمن بنائے بن کو جو جناں کرے چمن کو
مرے باغ میں الٰہی کبھی وہ بہار آئے
یہ کریم ہیں وہ سرور کہ لکھا ہوا ہے در پر
جسے لینے ہوں دو عالم وہ امیدوار آئے
ترے صدقے جائے شاہا یہ ترا ذلیل منگتا
ترے در پہ بھیک لینے سبھی شہریار آئے
چمک اُٹھے خاک تیرہ بنے مہر ذرّہ ذرّہ
مرے چاند کی سواری جو سرِ مزار آئے
نہ رُک اے ذلیل درسوا در شہریار پر آ
کہ یہ وہ نہیں ہیں حاشا جنہیں تجھ سے عار آئے
تری رحمتوں سے کم ہیں مرے جُرم اس سے زائد
نہ مجھے حساب آئے نہ مجھے شمار آئے
گُلِ خُلد لے کے زاہد تمہیں خار طیبہ دیدوں
مرے پھول مجھ کو دیجے بڑے ہوشیار آئے
بنے ذرّہ ذرّہ گلشن تو ہو خار خار گلبن
جو ہمارے اُجڑے بن میں کبھی وہ نگار آئے
ترے صدقے تیرا صدقہ ہے وہ شاندار صدقہ
وہ وقار لیکے جائے جو ذلیل و خوار آئے
ترے در کے ہیں بھکاری ملے خیر دم قدم کی
ترا نام سُن کے داتا ہم امیدوار آئے

حسنؔ اُن کا نام لے کر تو پکار دیکھ غم میں۔
کہ یہ وہ نہیں جو غافل پسِ انتظار آئے۔

تم ہو حسرت نکالنے والے
نامرادوں کے پالنے والے

میرے دشمن کو غم ہو بگڑی کا
آپ ہیں جب سنبھالنے والے

تم سے منہ مانگی آس ملتی ہے
اور ہوتے ہیں ٹالنے والے

لبِ جاں بخش سے جِلا دِل کو
جانِ مُردے میں ڈالنے والے

دستِ اقدس بجھا دے پیاس مری
میرے چشمے اُبالنے والے

ہیں ترے آستاں کے خاک نشیں
تختِ پر خاک ڈالنے والے

روزِ محشر بنا دے بات مری
ڈھلی بگڑی سنبھالنے والے

بھیک دے بھیک اپنے منگتا کو
اے غریبوں کے پالنے والے

ختم کر دی ہے اُن پہ موزونی۔
واہ سانچے میں ڈھالنے والے

اُن کا بچپن بھی ہے جہاں پرور
کہ وہ جب بھی تھے پالنے والے

پار کرنا ہو ہم غریبوں کی۔
ڈوبتوں کے نکالنے والے

خاکِ طیبہ میں بے نشاں ہو جا
ارے او نام اچھالنے والے

کام کے ہوں کہ ہم نکمے ہوں
وہ سبھی کے ہیں پالنے والے

زنگ سے پاک صاف کر دِل کو
اندھے شیشے اُجالنے والے

خارِ غم کا حسنؔ کو کھٹکا ہے
دِل سے کانٹا نکالنے والے

اللہ اللہ شہِ کونین جلالت تیری
فرش کیا عرش پہ جاری ہے حکومت تیری

جھولیاں بھر لے کے بے سمجھے نہیں دوڑ آئے
ہمیں معلوم ہے دولت تری عادت تیری

تُو ہی ہے مُلکِ خُدا مِلکِ خدا کا مالک
راج تیرا ہے زمانہ میں حکومت تیری

تیرے انداز یہ کہتے ہیں کہ خالق کو تری
سب حسینوں میں پسند آئی ہے صورت تیری

اُس نے حق دیکھ لیا جس نے اِدھر دیکھ لیا
کہہ رہی ہے یہ چمکتی ہوئی طلعت تیری۔

بزمِ محشر کا نہ کیوں جائے بلاوا سب کو
کہ زمانہ کو دکھانی ہے وجاہت تیری

عالمِ رُوح پہ ہے عالمِ اجسام کو ناز
چوکھٹے میں ہے عناصر کے جو صورت تیری

جن کے سر میں ہے ہوا دشتِ بنی کی رضواں
اُن کے قدموں سے لگی پھرتی ہے جنت تیری

تو وہ محبوب ہے اے راحتِ جاں دل کیسے
ہیزمِ خشک کو تڑپا گئی فرقت تیری

مہ و خورشید سے دن رات ضیا پاتے ہیں
مہ و خورشید کو چمکاتی ہے طلعت تیری

گٹھڑیاں بندھ گئیں پر ہاتھ ترازو نہیں
بھر گئے دل نہ بھری دینے سے نیت تیری

موت آجائے مگر آئے نہ دل کو آرام ۔
دم نکل جائے مگر نکلے نہ اُلفت تیری

دیکھنے والے کہا کرتے ہیں اللہ اللہ :
یاد آتا ہے خدا دیکھ کے صورت تیری

مجمعِ حشر میں گھبرائی ہوئی پھرتی ہے
ڈھونڈنے نکلی ہے مجرم کو شفاعت تیری

نہ ابھی عرصۂ محشر نہ حسابِ اُمّت
آج ہی سے ہے کمر بستہ حمایت تیری

تو کچھ ایسا ہے کہ محشر کی مصیبت والے
درد و دُکھ بھول گئے دیکھ کے صورت تیری

ٹوپیاں تھام کے گر عرشِ بریں پر دیکھیں
اونچے اونچوں کو نظر آئے نہ رفعت تیری

حُسن ہے جس کا نمک خوار وہ عالم تیرا
جس کو اللہ کرے پیار وہ صورت تیری

دونوں عالم کے سب ارمان نکالے تُو نے
نکلی اس شانِ کرم پر بھی نہ حسرت تیری

چین پائیں گے تڑپتے ہوئے دل محشر میں
غم کسے یاد رہے دیکھ کے صورت تیری

ہم نے مانا کہ گناہوں کی نہیں حد لیکن ۔
تُو بھی اُنکا تو حسن تیری ہے جنت تیری

باغِ جنت میں نرالی چمن آرائی ہے
کیا مدینہ پہ فدا ہو کے بہار آئی ہے

اُن کے گیسو نہیں رحمت کی گھٹا چھائی ہے
اُن کے ابرو نہیں دو قبلوں کی یکجائی ہے

سنگریزوں نے حیاتِ ابدی پائی ہے
ناخنوں میں ترے اعجازِ مسیحائی ہے

سر بالیں انھیں رحمت کی ادا لائی ہے
حال بگڑا ہے تو بیمار کی بن آئی ہے

جان گفتار تو رفتار ہوئی روحِ رواں
دم قدم سے ترے اعجاز مسیحائی ہے

جس کے ہاتھوں کی بنائے ہوئے ہیں حُسن و جمال
اے حسیں تیری ادا اُسکو پسند آئی ہے

تیرے جلووں میں یہ عالم ہے کہ چشمِ عالم
تابِ دیدار نہیں پھر بھی تماشائی ہے

جب تری یاد میں دنیا سے گیا ہے کوئی
جان لینے کو دُلہن بن کے قضا آئی ہے

سر سے پا تک تری صورت پہ تصدق ہو جمال
اُسکو موزونیِ اعضا یہ پسند آئی ہے

تیرے قدموں کا تبرک ہے بیاضِ کلیم
تیرے ہاتھوں کا دیا نخلِ مسیحائی ہے

دردِ دل کس کو سناؤں میں تمہارے ہوتے
بیکسوں کی اسی سرکار میں سُنوائی ہے

آپ آئے تو منوّر ہوئیں اندھی آنکھیں
آپ کی خاکِ قدم سُرمہ بینائی ہے

ناتوانی کا الم ہم ضعفار کو کیا ہو
ہاتھ پکڑے ہوئے مولا کی توانائی ہے

جان دی تو نے مسیحا و مسیحائی کو
تو ہی تو جانِ مسیحا و مسیحائی ہے

چشمِ بے خواب کے صدقے میں ہیں بیدار نصیب
آپ جاگے تو ہمیں چین کی نیند آئی ہے

باغِ فردوس کھلا فرش بچھا عرش سجا
اک ترے دم کی یہ سب انجمن آرائی ہے

کھیت سرسبز ہوئے پھول کھلے مَیل دُھلے
اور پھر فضل کی گھنگھور گھٹا چھائی ہے

ہاتھ پھیلائے ہوئے دوڑ پڑے ہیں منگتا
میرے داتا کی سواری سرِ حشر آئی ہے

نا امیدو تمہیں مژدہ کہ خدا کی رحمت
اُنہیں محشر میں تمہارے ہی لئے لائی ہے

فرش سے عرش تک اِک دھوم ہے اللہ اللہ
اور ابھی سینکڑوں پردوں میں وہ زیبائی ہے

اے حسنؔ حسنِ جہاں تاب کے صدقے جاؤں
ذرّے ذرّے سے عیاں جلوۂ زیبائی ہے

حاضریٔ حرمین طیبین

حضورِ کعبہ حاضر ہیں حرم کی خاک پر سر ہے
بڑی سرکار میں پہنچے مقدر یاوری پر ہے

نہ ہم آنے کے لائق تھے نہ منہ قابل دکھانے کے
مگر اُن کا کرم ذرّہ نواز و بندہ پرور ہے

خبر کیا ہے بھکاری کیسی کیسی نعمتیں پائیں
یہ اونچا گھر ہے اِسکی بھیک اندازہ سے باہر ہے

تصدق ہو رہے ہیں لاکھوں بندے گرد پھر پھر کر
طوافِ خانۂ کعبہ عجب دلچسپ منظر ہے

خدا کی شان یہ لب اور بوسہ سنگِ اسود کا
ہمارا منہ اور اس قابل عطائے ربِّ اکبر ہے

جو ہیبت سے رُکے مجرم تو رحمت نے کہا بڑھکر
چلے آؤ چلے آؤ یہ گھر رحمٰن کا گھر ہے

مقامِ حضرتِ خلت پہ رسا مہرباں پایا
کلیجہ سے لگانے کو حطیم آغوشِ مادر ہے

لگاتا ہے غلافِ پاک کوئی چشمِ پُرنم سے
لپٹ کر ملتزم سے کوئی محوِ وصلِ دلبر ہے

وطن اور اس کا تڑکا صدقے اس شامِ غریبی پر
کہ نورِ رُکنِ شامی روکشِ صبحِ منوّر ہے

ہوئے ایمان تازہ بوسۂ رُکنِ یمانی سے
فدا ہو جاؤں یمن و ایمنی کا پاک منظر ہے

یہ زمزم اسلئے ہے جس لئے اسکو پیئے کوئی
اسی زمزم میں جنت ہے اسی زمزم میں کوثر ہے

شفا کیونکر نہ پائیں نیم جاں زہرِ معاصی کے
کہ نظارہ عراقی رُکن کا تریاقِ اکبر ہے

صفائے قلب کے جلوے عیاں ہیں سعیِ مسعیٰ سے
یہاں کی بیقراری بھی سکونِ جانِ مضطر ہے

ہوا ہے پیر کا حج پیر نے جن سے شرف پایا
انہیں کے فضل سے دن جمعہ کا ہر دن سے بہتر ہے
نہیں کچھ جمعہ پر موقوف افضال و کرم اُن کے
جو وہ مقبول فرمالیں تو ہر حج حجِ اکبر ہے

حسن حج کر لیا کعبہ سے آنکھوں نے ضیا پائی
چلو دیکھیں وہ بستی جس کا رستہ دل کے اندر ہے

سحر چمکی جمالِ فصلِ گل آرائشوں پر ہے
نسیمِ روح پرور سے مشامِ جاں معطر ہے
قریبِ طیبہ بخشے ہیں تصور نے مزے کیا کیا۔
مرا دل ہے مدینہ میں مدینہ دل کے اندر ہے
ملائک سر جہاں اپنا جھکاتے ڈرتے رکھتے ہیں
قدم اُنکے گنہگاروں کا ایسی سرزمیں پر ہے
ارے او سونے والے دل ارے او سونے والے دل
سحر ہے جاگ غافل دیکھ تو عالم منور ہے
سہانے طرز کی طلعت نرالے رنگ کی نکہت
نسیمِ صبح سے مہکا ہوا پُر نور منظر ہے
تعالے اللہ یہ شادابی یہ رنگینی تعالی اللہ
بہارِ بہشتِ جنت و دشتِ طیبہ کی نچھاور ہے
ہوائیں آرہی ہیں کوچہ پُر نورِ جانان کی۔
کھلی جاتی ہیں کلیاں تازگی دل کو میسر ہے
منور چشمِ زائر ہے جمالِ عرشِ اعظم سے
نظر میں سبز قبہ کی تجلی جلوہ گستر ہے
یہ رفعت درگہِ عرشِ آستاں کے قرب سے پائی
کہ ہر ہر سانس ہر ہر گام پر معراج دیگر ہے
محرم کی نویں تاریخ بارہ منزلیں کر کے
وہاں پہنچے وہ گھر دیکھا جو گھر اللہ کا گھر ہے
نہ پوچھو ہم کہاں پہنچے اور ان آنکھوں نے کیا دیکھا
جہاں پہنچے وہاں پہنچے جو دیکھا دل کے اندر ہے
ہزاروں بینواؤں کے ہیں جمگھٹ آستانہ پر
طلب دل میں صدائے یا رسول اللہ لب پر ہے
لکھا ہے خامۂ رحمت نے در پر خط قدرت سے
جسے یہ آستانہ مل گیا سب کچھ میسر ہے
خدا ہے اسکا مالک یہ خدائی بھر کا مالک ہے
خدا ہے اسکا مولی یہ خدائی بھر کا سرور ہے
زمانہ اس کے قابو میں زمانے والے قابو میں
یہ ہر دفتر کا حاکم ہے یہ ہر حاکم کا افسر ہے
عطا کے ساتھ ہی مختار رحمت کے خزانوں کا۔
خدائی پر ہی قابو بس خدائی اس سے باہر ہے
کرم کے جوش میں بذل و نعم کے دور دورے ہیں
عطائے بانوا ہر بینوا سے شیر و شکر ہے
کوئی لپٹا ہے فرطِ شوق میں روضہ کی جالی سے
کوئی گردن جھکائے رعب سے با دیدۂ تر ہے
کوئی مشغول عرضِ حال ہے یوں شاد ماں ہو کر
کہ یہ سب سے بڑی سرکار ہے تقدیر یاور ہے
کمینہ بندہ در عرض کرتا ہے حضوری میں
جو مورد تی یہاں کا مدح گستر ہی ثنا گر ہے
تری رحمت کے صدقے یہ تری رحمت کا صدقہ تھا
کہ ان ناپاک آنکھوں کو یہ نظارہ میسر ہے

ذلیلوں کی تو کیا گنتی سلاطینِ زمانہ کو۔ تری سرکار عالی ہے ترا دربار برتر ہے
تری دولت تری ثروت تری شوکت جلالت کا نہ ہے کوئی زمیں پر اور نہ کوئی آسماں پر ہے
مطاف و کعبہ کا عالم دکھایا تُو نے طیبہ میں ترا گھر بیچ میں چاروں طرف اللہ کا گھر ہے
تجلّی پر تری صدقے ہے مہر و ماہ کی تابش پسینے پر ترے قربان روحِ مشک و عنبر ہے
غم و افسوس کا دافع اشارہ پیاری آنکھوں کا دلِ مایوس کی حامی نگاہِ بندہ پرور ہے
جو سب اچھوں میں ہے اچھا جو بہتر سے بہتر ہے ترے صدقے سبھی اچھا ہے ترے صدقہ میں بہتر ہے
رکھوں میں حاضری کی شرم ان اعمال پر کیونکر مرے امکان سے باہر مری قدرت سے باہر ہے
اگر شانِ کرم کو لاج ہو میرے بُلانے کی۔ تو میری حاضری دونوں جہاں میں میری یاور ہے
مجھے کیا ہو گیا ہے کیوں میں ایسی باتیں کرتا ہوں۔ یہاں بھی یاس و محرومی یہ کیونکر ہو۔ یہ کیونکر ہے
بُلا کر اپنے کُتّے کو نہ دیں چمکار کر ٹکڑا۔ پھر اس شانِ کرم پر فہم سے یہ بات باہر ہے
تذبذب مغفرت میں کیوں رہے اس در کے زائر کو کہ یہ درگاہِ والا رحمتِ خالص کا منظر ہے

مبارک ہو حسنؔ سب آرزوئیں ہو گئیں پوری
اب ان کے صدقے میں عیش ابد تجھ کو میسّر ہے

ذکرِ شہادت

بہاروں پر ہیں آج آرائشیں گلزارِ جنّت کی سواری آنے والی ہے شہیدانِ محبّت کی
کھلے ہیں گُل بہاروں پر ہے پھلواری جراحت کی فضا ہر زخم کے دامن سے وابستہ ہے جنّت کی
گلا کٹوا کے بیڑی کاٹنے آئے ہیں اُمّت کی کوئی تقدیر تو دیکھے اسیرانِ مصیبت کی
شہیدِ ناز کی تفریح زخموں سے نہ کیونکر ہو ہوائیں آتی ہیں ان کھڑکیوں سے باغِ جنّت کی
کرم والوں نے در کھولا تو رحمت نے سما باندھا کمر باندھی تو قسمت کھولدی فصلِ شہادت کی
علی کے پیارے خانوانِ قیامت کے جگر پارے زمیں ہے آسماں تک دھوم ہے ان کی سیادت کی
زمینِ کربلا پر آج مجمع ہے حسینوں کا جمی ہے انجمن روشن ہیں شمعیں نُور و طلعت کی
یہ وہ شمعیں نہیں جو پھُونکدیں اپنے خدائی کو یہ وہ شمعیں نہیں روکر جو گاٹیں رات آفت کی
یہ وہ شمعیں ہیں جن سے جان تازہ پائیں پروانے یہ وہ شمعیں ہیں جو ہنسکر گذاریں شب مصیبت کی
یہ وہ شمعیں نہیں جن سے فقط اک گھر منوّر ہو یہ وہ شمعیں ہیں جن سے روح ہو کافور ظلمت کی

دلِ حور و ملائک رہ گیا حیرت زدہ ہو کر ۔ کہ بزمِ گلرخاں میں بے ہلائیں کس کی صورت کی
جُدا ہوتی ہیں جانیں جسم سے جاناں سے ملتے ہیں ہوئی ہے کربلا میں گرم مجلس وصل و فرقت کی
اِسی منظر پہ ہر جانب سے لاکھوں کی نگاہیں ہیں اِسی حاکم کو آنکھیں تک رہی ہیں ساری خلقت کی
ہُوا چھڑکاؤ پانی کی جگہ اشکِ یتیماں سے بجائے فرش آنکھیں بچھ گئیں اہلِ بصیرت کی
ہوائے یار نے پنکھے بنائے پرورشتوں کے سبیلیں رکھی ہیں دیدار نے خود اپنے شربت کی
اُدھر افلاک سے لائے فرشتے ہار رحمت کے اِدھر ساغر لئے حوریں چلی آتی ہیں جنت کی ۔
سجے ہیں زخم کے پھولوں سے وہ رنگین گلدستے بہارِ خوشنمائی پر ہے صدقے روحِ جنت کی
ہوائیں گلشنِ فردوس سے بس بس کر آتی ہیں نزالی عطر میں ڈوبی ہوئی ہے روح نکہت کی
دلِ پُرسوز کے سُلگے اگر سوز ایسی حرکت سے کہ پہنچی عرش و طیبہ تک لپٹ سوزِ محبت کی
اُدھر چلمن اُٹھی حسنِ ازل کے پاک جلووں سے اِدھر چمکی تجلی بدرِ تابانِ رسالت کی ۔
زمینِ کربلا پر آج کیا حشر برپا ہے کہ کھنچ کھنچ کر مٹی جاتی ہیں تصویریں قیامت کی
گھٹائیں مصطفےٰ کے چاند پر گھر گھر کر آئی ہیں ۔ سیہ کارانِ امت تیرہ بختانِ شقاوت کی ۔
یہ کس کے خون کے پیاسے ہیں اُسکے خون کے پیاسے بجھے گی پیاس جس سے تشنہ کامانِ قیامت کی
اکیلے پر ہزاروں کے ہزاروں وار چلتے ہیں مٹا دی دین کے ہمراہ عزت شرم و غیرت کی
گرا شیرِ خدا کا شیر جب بچھرا غضب آیا ۔ پرے ٹوٹے نظر آنے لگی صورت ہزیمت کی
کہا یہ بوسہ دیکر ہاتھ پر جوشِ دلیری نے بہادر آج سے کھائینگے قسمیں اس شجاعت کی
تصدق ہوگئی جانِ شجاعت بچے تیور کے خدا شیرانہ حملوں کی ادا پر روحِ جرأت کی
نہ ہوتے گر حسین ابنِ علی اِس پیاس کے بھوکے نکل آتی زمینِ کربلا سے نہرِ جنت کی
مگر مقصود تھا پیاسا گلا ہی اُن کو کٹوانا ۔ کہ خواہش پیاس سے بڑھتی ہے رویت کو شربت کی
شہیدِ ناز رکھدیتا ہے گردن آبِ خنجر پر جو موجیں بارہ پر آجاتی ہیں دریائے اُلفت کی
یہ وقتِ زخم نکلا خون اُچھل کر جسمِ اطہر سے کہ روشن ہوگئی مشعل شبستانِ محبت کی ۔
سرِ بے تن تنِ آسانی کو شہرِ طیبہ میں پہنچا تنِ بے سر کو سرداری ملی مُلکِ شہادت کی

حسنؔ سُنّی ہے پھر افراط و تفریط اس سے کیونکر ہو
ادب کیسا تھ رہتی ہے روشِ اربابِ سُنت کی

کشفِ رازِ نجدیّت

نجدیا سخت ہی گندی ہے طبیعت تیری
کفر کیا شرک کا فضلہ ہے نجاست تیری

خاک مُنہ میں ترے کہتا ہوں کسے خاک کا ڈھیر
مٹ گیا دین ملی خاک میں عزت تیری

تیرے نزدیک ہُوا کذبِ الٰہی ممکن
تجھ پہ شیطان کی پھٹکار یہ ہمت تیری

بلکہ کذاب کیا تو نے تو اقرار وقوع
اُف رے ناپاک یہانتک ہی خباثت تیری

علمِ شیطاں کا ہُوا علم نبی سے زائد
پڑھوں لاحول نہ کیوں دیکھکے صورت تیری

نجد مہبطِ شیاطین ہوا کانا[1] کے جنم سے بدتر
ارے اندھے ارے مردود یہ جرأت تیری

علمِ غیبی میں مجانین و بہائم کا شمول
کفر آمیز جنوں زا ہے جہالت تیری

یادِ خر سے ہو نمازوں میں خیال اُنکا بُرا
اُف جہنم کے گدھے اُف یہ خرافت تیری

اُن کی تعظیم کریگا نہ اگر وقتِ نماز
ماری جائیگی ترے مُنہ پہ عبادت تیری

ہے کبھی بوم کی حلت تو کبھی زاغ حلال
جیفہ خواری کی کہیں جاتی ہے عادت تیری

ہنس کی چال تو کیا آتی گئی اپنی بھی
اجتہادوں ہی سے ظاہر ہے حماقت تیری

کھلے لفظوں میں کہے قاضی شوکاں مدد ے
یا علی سُن کے بگڑ جائے طبیعت تیری

تیری اٹکے تو وکیلوں سے کرے استمداد
اور طبیبوں سے مدد خواہ ہو علت تیری

ہم جو اللہ کے پیاروں سے اعانت چاہیں
شرک کا چرکہ اُگلنے لگی ملت تیری

عبد وہاب کا بیٹا ہُوا شیخ نجدی
اُسی کی تقلید سے ثابت ہے ضلالت تیری

اُسی مشرک کی ہے تصنیف کتاب التوحید
جس کے ہر فقرہ پہ ہے مُہرِ صداقت تیری

ترجمہ اُس کا ہُوا تقویۃ الایمان نام
جس سے بے نُور ہوئی چشمِ بصیرت تیری

واقفِ غیب کا ارشاد سُناؤں جس نے
کھولدی تجھ سے بہت پہلے حقیقت تیری

زلزلے نجد میں پیدا ہوں فتن برپا ہوں۔
یعنی ظاہر ہو زمانہ میں شرارت تیری

ہو اُسی خاک سے شیطان کی سنگت پیدا
دیکھ لے آج ہے موجود جماعت تیری

سر مُنڈے ہونگے تو پاجامے گھٹنے ہونگے
سر سے پا تک ہے یہی پوری شباہت تیری

ادعا ہوگا حدیثوں پہ عمل کرنے کا۔
نام رکھتی ہے یہی اپنا جماعت تیری

اُن کے اعمال پہ رشک آئے مسلمانوں کو
اس سے تو شاد ہوئی ہوگی طبیعت تیری

لیکن اُتریگا نہ قرآں گلوں سے نیچے ۔ ابھی گھبرا نہیں باقی ہے حکایت تیری
نکلیں گے دیں سے یوں جیسے نشانہ سے تیر ۔ آج اس تیر کی نخچیر ہے سنگت تیری
اپنی حالت کو حدیثوں سے مطابق کرلے آپ کھل جائیگی پھر تجھ پہ خباثت تیری
چھوڑ کر ذکر ترا اب ہے خطاب اپنوں سے کہ ہے مبغوض مجھے دل سے حکایت تیری
مرے پیارے مرے اپنے مرے سُنّی بھائی آج کرنی ہے مجھے تجھ سے شکایت تیری
تجھ سے جو کہتا ہوں تو دِل سے سُن انصاف بھی کر کرے اللہ کی توفیق حمایت تیری
گر ترے باپ کو گالی دے کوئی بے تہذیب غُصّہ آئے ابھی کچھ اور ہو حالت تیری
گالیاں دیں اُنہیں شیطانِ لعیں کے پیرو جن کے صدقہ میں ہے ہر دولت و نعمت تیری
جو تجھے پیار کریں جو تجھے اپنا فرمائیں جن کے دل کو کرے بے چین اذیت تیری
جو ترے واسطے تکلیفیں اُٹھائیں کیا کیا اپنے آرام سے پیاری جنہیں راحت تیری
جاگ کر راتیں عبادت میں جنہوں نے کاٹیں ۔ کس لئے اس لئے کٹ جائے معیشت تیری
حشر کا دن نہیں جس روز کسی کا کوئی ۔ اس قیامت میں جو فرمائیں شفاعت تیری
اُن کے دشمن سے تجھے ربط رہے میل رہے شرم اللہ سے کر کیا ہوئی غیرت تیری
تُو نے کیا باپ کو سمجھا ہے زیادہ اُن سے جوش میں آئی جو اس جا حرارت تیری
اُن کے دشمن کو اگر تُو نے نہ سمجھا دشمن ۔ وہ قیامت میں کریں گے نہ رفاقت تیری
اُن کے دشمن کا جو دشمن نہیں سچ کہتا ہوں دعوٰے بے اصل ہے جھوٹی ہے محبت تیری
بلکہ ایمان کی پُوچھے تو ہے ایمان یہی ۔ اُن سے عشق اُنکے عدو سے ہو عداوت تیری

اہلِ سنّت کا عمل تیری غزل پر ہو حسنؔ
جب میں جانوں کہ ٹھکانے لگی محنت تیری

مسدّسات

تمہیدِ ذکرِ معراجِ شریف

ساقی کچھ اپنے بادہ کشوں کی خبر بھی ہے ہم بیکسوں کے حال پہ تجھ کو نظر بھی ہے
جوشِ عطش بھی شدتِ سوزِ جگر بھی ہے کچھ تلخ کامیاں بھی ہیں کچھ دردِ سر بھی ہے

ایسا عطا ہو جام شرابِ طہور کا
جس کے خمار میں بھی مزہ ہو سرور کا

اب دیر کیا ہے بادۂ عرفاں توام دے
ٹھنڈک پڑے کلیجہ میں جس سے وہ جام دے
تازہ ہو روح پیاس بجھے لطفِ تام دے
یہ تشنہ کام تجھ کو دعائیں مدام دے

اٹھیں سرور آئیں مزے جھوم جھوم کر
ہو جاؤں بے خبر لبِ ساغر کو چوم کر

فکر بلند سے ہو عیاں اقتدارِ اوج
چمکے ہزار خامہ سرِ شاخسارِ اوج
ٹپکے گلِ کلام سے رنگِ بہارِ اوج
ہو بات بات شانِ عروجِ افتخارِ اوج

فکر و خیالِ نور کے سانچوں میں ڈھل چلیں
مضمون فرازِ عرش سے اونچے نکل چلیں

اِس شان اِس ادا سے ثنائے رسول ہو
ہر شعر شاخِ گل ہو۔ تو ہر لفظ پھول ہو
حضّار پر سحابِ کرم کا نزول ہو۔
سرکار میں یہ ندرِ محقر قبول ہو۔

ایسی تعلّیوں سے ہو معراج کا بیاں
سب حاملانِ عرش سُنیں آج کا بیاں

معراج کی یہ رات ہے رحمت کی رات ہے
فرحت کی آج شام ہے عشرت کی رات ہے
ہم تیرہ اختروں کی شفاعت کی رات ہے
اعزازِ ماہ طیبہ کی رویت کی رات ہے

پھیلا ہوا ہے سُرمۂ تسخیر چرخ پر۔
یا زلف کھولے پھرتی ہیں حوریں اِدھر اُدھر

دل سوختوں کے دل کا سویدا کہوں اسے
پیرِ فلک کی آنکھ کا تارا کہوں اِسے
دیکھوں جو چشمِ قیس سے لیلیٰ کہوں اِسے
اپنے اندھیرے گھر کا اُجالا کہوں اِسے

یہ شب ہے یا سوادِ وطن آشکار ہے
مشکیں غلافِ کعبۂ پروردگار ہے

اس رات میں نہیں یہ اندھیرا جھکا ہوا
کوئی گلیم پوش مراقب ہے باخدا
مشکیں لباس یا کوئی محبوبِ دلربا
یا آہوئے سیاہ یہ چرتے ہیں جا بجا

ابرِ سیاہ مست اٹھا حالِ وجد میں
لیلےٰ نے بال کھولے ہیں صحرائے نجد میں

یہ رُت کچھ اَور ہے یہ ہوا ہی کچھ اَور ہے
روئے عروسِ گُل میں صفا ہی کچھ اَور ہے
اب کی بہار ہوش ربا ہی کچھ اَور ہے
چبھتی ہوئی دلوں میں ادا ہی کچھ اَور ہے

گلشن کھلائے بادِ صبا نے نئے نئے
گاتے ہیں عندلیب ترانے نئے نئے

ہر ہر گلی ہے مشرقِ خورشیدِ نور سے
لپٹی ہے ہر نگاہ تجلّیِ طور سے
روہت ہے سب کے منہ پہ دلوں کے سرور سے
مُردے ہیں بے قرار حجابِ قبور سے

ماہِ عرب کے جلوے جو اُونچے نکل گئے
خورشید و ماہتاب مقابل سے ٹل گئے

ہر سمت سے بہار نواخوانیوں میں ہے
نیسانِ جود ربِ گہر افشانیوں میں ہے
چشمِ کلیم جلوے کے قربانیوں میں ہے
غُل آمدِ حضور کا روحانیوں میں ہے

اک دھوم ہے حبیب کو مہماں بلاتے ہیں
بہرِ بُراقِ خُلد کو جبریل جاتے ہیں

نغمۂ رُوح

۱۳۰۹ھ

اِستمداد از حضرتِ سلطان بغداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اے کریم ابنِ کریم اے رہنما اے مقتدا
آستانے پر ترے حاضر ہے یہ تیرا گدا
اخترِ بُرجِ سخاوت گوہرِ دُرجِ عطا
لاج رکھ لے دست و دامن کی مرے بہرِ خدا

روئے رحمت بر متاب اے کامِ جاں از روئے من
حرمتِ روحِ پیمبر یک نظر کن سوئے من

شاہِ اقلیمِ ولایت سرورِ کیواں جناب
ہے تمہارے آستانے کی زمیں گردوں قباب
حسرتِ دل کی کشاکش سے ہیں لاکھوں اضطراب
التجا مقبول کیجے اپنے سائل کی شتاب

روئے رحمت برمتاب اے کامِ جاں از روئے من
حرمتِ روحِ پیمبر یک نظر کن سوئے من

سالکِ راہِ خدا کو رہنما ہے تیری ذات
مسلکِ عرفانِ حق میں پیشوا ہے تیری ذات
بینوایانِ جہاں کا آسرا ہے تیری ذات
تشنہ کاموں کیلئے بحرِ عطا ہے تیری ذات

روئے رحمت برمتاب اے کامِ جاں از روئے من
حرمتِ روحِ پیمبر یک نظر کن سوئے من

ہر طرف سے فوجِ غم کی ہے چڑھائی الغیاث
کرتی ہے پامال یہ بیدست و پائی الغیاث
پھر گئی ہے شکلِ قسمت سب خدائی الغیاث
اے مرے فریاد رس تیری دہائی الغیاث

روئے رحمت برمتاب اے کامِ جاں از روئے من
حرمتِ روحِ پیمبر یک نظر کن سوئے من

منکشف کس پر نہیں شانِ معلّٰی کا عروج
آفتابِ حق نما ہو تم کو ہے زیبا عروج
میں حضیضِ غم میں ہوں امداد ہو شاہا عروج
ہر ترقی پر ترقی ہو بڑھے دونا عروج

روئے رحمت برمتاب اے کامِ جاں از روئے من
حرمتِ روحِ پیمبر یک نظر کن سوئے من

تا کجا ہو پائمالِ لشکرِ افکار روح
تا بکے نرساں رہے بے مونس و غمخوار روح
ہو چلی ہے کاوشِ غم سے نہایت زار روح
طالبِ امداد ہے ہر وقت اے دلدار روح

روئے رحمت برمتاب اے کامِ جاں از روئے من
حرمتِ روحِ پیمبر یک نظر کن سوئے من

دبدبہ میں ہے فلک شوکت ترا اے ماہِ کاخ
دیکھتے ہیں ٹوپیاں تھامے گدا و شاہ کاخ
قصرِ جنت سے فزوں رکھتا ہے عز و جاہ کاخ
اب دکھا دے دیدۂ مشتاق کو للہ کاخ

روئے رحمت برمتاب اے کامِ جاں از روئے من
حرمتِ روحِ پیمبر یک نظر کن سوئے من

تو بہ سائل اور تیرے در سے پلٹے نامراد
ہم نے کیا دیکھے نہیں غمگیں آتے جاتے شاد
آستانے کے گدا ہیں قیصر و کسریٰ قباد
ہو کبھی لطف و کرم سے بندۂ مضطر بھی یاد

رُوئے رحمت بر متاب اے کامِ جاں از روئے مَن
حرمتِ روحِ پیمبر یک نظر کن سوئے مَن

نفسِ امّارہ کے پھندے میں پھنسا ہوں العیاذ
قد ترا بیکس پناہ کوچہ ترا عالم ملاذ
رحم فرما یا ملاذی لطف فرما یا معاذ
حاضر در ہے غلام آستاں بہرِ نواز

رُوئے رحمت بر متاب اے کامِ جاں از رُوئے من
حرمتِ رُوحِ پیمبر یک نظر کن سُوئے من

شہریارا اے ذی وقارا اے باغ عالم کی بہار
بحرِ احساں رشحہ نیساں جودِ کردگار
ہوں خزانِ غم کے ہاتھوں پائمالی سے دوچار
عرض کرتا ہوں ترے در پر بچشمِ اشکبار

رُوئے رحمت بر متاب اے کامِ جاں از روئے من
حرمتِ روحِ پیمبر یک نظر کن سُوئے من

بر سرِ پرخاش ہے مجھ سے عدوئے بے تمیز
رات دن ہے در پے قلبِ حزیں نفسِ ریز
مبتلا ہے سو بلاؤں میں مری جانِ عزیز
حلِ مشکل آپ کے آگے نہیں دشوار چیز

رُوئے رحمت بر متاب اے کامِ جاں از رُوئے من
حرمتِ رُوحِ پیمبر یک نظر کن سُوئے مَن

اِک جہاں سیراب فیضِ ابر ہے اب کی برس
تر نوا ہیں بلبلیں پڑتا ہے گوشِ گل میں رس
ہے یہاں کشتِ تمنا خشک و زندانِ قفس
اے سحابِ رحمتِ حق سوکھے دھانوں پر برس

رُوئے رحمت بر متاب اے کامِ جاں از روئے من
حرمتِ رُوحِ پیمبر یک نظر کن سُوئے من

فصلِ گل آئی عروسانِ چمن ہیں سبزہ پوش
شادمانی کا نوا سنجان گلشن میں ہے جوش
جوبنوں پر آگیا حسنِ بہارِ گل فروش
ہائے یہ رنگ اور میں یوں دام میں گم کردہ ہوش

رُوئے رحمت بر متاب اے کامِ جاں از روئے من
حرمتِ رُوحِ پیمبر یک نظر کن سُوئے من

دیکھ کر اس نفسِ بدخصلت کی سرشتِ خواص
سوزِ غم سے دل پگھلتا ہے مرا شکلِ رصاص
کس سے مانگوں خوانِ حسرت ہائے کشتہ کا قصاص
مجھ کو اس موذی کے چنگل سے عطا کیجے خلاص

رُوئے رحمت برمتاب اے کامِ جاں از رُوئے مَن
حرمتِ روحِ پیمبر یک نظر کُن سُوئے مَن

ایک تو ناخن بدل ہے شدتِ افکار فرض
فرض ادا ہو یا نہ ہو لیکن مرا آزار فرض۔

اس پہ اعدا نے نشانہ کرلیا ہے مجھ کو فرض
رد نہ فرماؤ خُدا کے واسطے سائل کی عرض

رُوئے رحمت برمتاب اے کامِ جاں از روئے من
حرمتِ رُوحِ پیمبر یک نظر کُن سُوئے من

نفس و شیطاں میں بڑھی ہیں سو طرح کے اختلاط
بھولی بھولی سی کبھی یاد آتی ہے شکلِ نشاط۔

ہر قدم درپیش ہے مجھ کو طریقِ پُل صراط
پیشِ بابِ کوہ کاہِ ناتواں کی کیا بساط

روئے رحمت برمتاب اے کامِ جاں از روئے من
حرمتِ روحِ پیمبر یک نظر کُن سُوئے من۔

آفتوں میں پھنس گیا ہے بندۂ در الحفیظ
ایک قلبِ ناتواں ہے لاکھ نشتر الحفیظ

جان سے تنگ کاہشوں میں دم ہے مضطر الحفیظ
المدد اے دادرس اے بندہ پرور الحفیظ

روئے رحمت برمتاب اے کامِ جاں از رُوئے من
حرمتِ رُوحِ پیمبر یک نظر کُن سُوئے من

صبحِ صادق کا کنارِ آسماں سے ہے طلوع
طائروں نے آشیانوں میں کیئے نغمے شروع

ڈھل چکا ہے صورتِ شب حسنِ رُخسارِ شموع۔
اور نہیں آنکھوں کو اب تک خوابِ غفلت سے رجوع

روئے رحمت برمتاب اے کامِ جاں از رُوئے من
حرمتِ روحِ پیمبر یک نظر کُن سُوئے من

بدلیاں چھائیں ہوا بدلی ہوئے شاداب باغ
آہ اے جورِ قفس دل ہے کہ محرومی کا داغ

غنچے چٹکے پھول مہکے بس گیا دل کا دماغ
واہ اے لُطفِ صبا گل ہے تمنا کا چراغ

رُوئے رحمت برمتاب اے کامِ جاں از رُوئے من
حرمتِ رُوحِ پیمبر یک نظر کُن سُوئے من

آسماں ہے قوس فکریں تیر میرا دل ہدف
منتظر ہوں میں کہ اب آئی صدائے لا تخف

نفس و شیطاں ہر گھڑی کف بلب و خنجر بکف
سرورِ بیں کا تصدق بہرِ سلطانِ نجف

روئے رحمت برمتاب اے کامِ جاں از روئے من
حرمتِ روحِ پیمبر یک نظر کن سوئے من

بڑھ چلا ہے آج کل احباب میں جوشِ نفاق
سینکڑوں پردوں میں پوشیدہ ہے حسنِ اتفاق

خوش مذاقانِ زمانہ ہو چلے ہیں بد مذاق
برسرِ پیکار ہیں آگے جو تھے اہلِ وفاق

روئے رحمت برمتاب اے کامِ جاں از روئے من
حرمتِ روحِ پیمبر یک نظر کن سوئے من

ڈر درندوں کا اندھیری رات صحرا ہولناک
راہ نامعلوم رعشہ پاؤں میں لاکھوں مغاک

دیکھکر ابرِ سیہ کو دل ہوا جاتا ہے چاک
آیئے امداد کو ورنہ میں ہوتا ہوں ہلاک

روئے رحمت برمتاب اے کامِ جاں از روئے من
حرمتِ روحِ پیمبر یک نظر کن سوئے من

ایک عالم پر نہیں رہتا کبھی عالم کا حال
ہر کمالے را زوالے و ہر زوالے را کمال

بڑھ چکیں شب ہائے فرقت ہو تو ہو روزِ وصال
مہر ادھر مشہ کر کہ میرے دن پھریں دل ہو نہال

روئے رحمت برمتاب اے کامِ جاں از روئے من
حرمتِ روحِ پیمبر یک نظر کن سوئے من

گو چڑھائی کر رہے ہیں مجھ پر اندوہ و الم
گو پیا پے ہو رہے ہیں اہلِ عالم کے ستم

پر کہیں چھٹتا ہے تیرا آستاں تیرے قدم
چارۂ درد دلِ مضطر کریں تیرے کرم

روئے رحمت برمتاب اے کامِ جاں از روئے من
حرمتِ روحِ پیمبر یک نظر کن سوئے من

ہیں کمربستہ عداوت پر بہت اہلِ زمن
ایک جانِ ناتواں لاکھوں الم لاکھوں محن

سن لے فریادِ حسن حسن فرمائے امدادِ حسن
صبحِ محشر تک رہے آباد تیری انجمن

روئے رحمت برمتاب اے کامِ جاں از روئے من
حرمتِ روحِ پیمبر یک نظر کن سوئے من

ہے ترے الطاف کا چرچا جہاں میں چار سو
شہرۂ آفاق ہیں یہ خصلتیں یہ نیک خو

ہے گدا کا حال تجھ پر آشکارا مو بمو
آجکل گھیرے ہوئے ہیں چار جانب سے عدو

رُوئے رحمت برمتاب اے کامِ جاں از رُوئے من
حرمتِ روحِ پیمبر یک نظر کُن سُوئے من

شام سے نزدیک منزل دُور کیں گُم کردہ راہ
ہر قدم پر پڑتے ہیں اِس دشت میں خس پوش چاہ
کوئی ساتھی ہی نہ رہبر جس سے حاصل ہو پناہ
اشک آنکھوں میں قلق دل میں لبوں پر آہ آہ

رُوئے رحمت برمتاب اے کامِ جاں از رُوئے من
حرمتِ رُوحِ پیمبر یک نظر کُن سُوئے من

تاج والوں کو مبارک تاجِ زر تختِ شہی
بادشا لاکھوں ہوے کس پر پھلی کس کی رہی
میں گدا ٹھیروں ترا میری اسی میں ہے بہی
ظلِّ دامن خاک در دیہیم و افسر ہے یہی

رُوئے رحمت برمتاب اے کامِ جاں از رُوئے من
حرمتِ رُوحِ پیمبر یک نظر کُن سُوئے من

مناقب حضرت شاہ بدیع الدین مدار قدس سرہ الشریف

ہُوا ہوں دادستم کو میں حاضرِ دربار
گواہ ہیں دلِ محزوں و چشمِ دریا بار
طرح طرح سے ستاتا ہے زمرۂ اشرار
بدیع بہر خدمت حرمتِ شہِ ابرار

مدار چشمِ عنایت زمن دریغ مدار
نگاہِ لطف و کرم از حسن دریغ مدار

اِدھر اقارب عقارب عدو اجانب و خویش
اِدھر ہُوں جوشِ معاصی کے ہاتھ سے دلریش
بیاں کس سے کروں ہیں جو آفتیں درپیش
پھنسا ہی سخت بلاؤں میں یہ عقیدت کیش

مدار چشمِ عنایت زمن دریغ مدار
نگاہِ لطف و کرم از حسن دریغ مدار

نہ ہوں میں طالبِ افسر نہ سائلِ دیہیم
کہ سنگ منزلِ مقصد ہی خواہشِ زر و سیم
کہا ہے تم کو خدا نے کریم ابن کریم
فقط یہی ہے شہا آرزوئے عبد اثیم

مدار چشمِ عنایت زمن دریغ مدار
نگاہِ لطف و کرم از حسن دریغ مدار

ہُوا ہے خنجرِ افکار سے جگر گھائل
نفس نفس ہے عیاں دم شماریِ بسمل
مجھے ہو مرحمت اب داروئے جراحتِ دل
نہ خالی ہاتھ پھرے آستاں سے یہ سائل

مدار چشمِ عنایت زمن دریغ مدار
نگاہِ لطف و کرم از حسنؔ دریغ مدار

تمہارے وصف و ثنا کس طرح سے میں رقوم
کہ شان ارفع و اعلیٰ کسے نہیں معلوم
ہے زیرِ تیغِ الم مجھ غریب کا حلقوم
ہوئی ہے دل کی طرف یورشِ سیاہ ہموم

مدار چشمِ عنایت زمن دریغ مدار
نگاہِ لطف و کرم از حسنؔ دریغ مدار

ہُوا ہے بندہ گرفتارِ پنجۂ صیاد
ہیں ہر گھڑی رستمِ ایجاد سے ستم ایجاد
حضور پڑتی ہے ہر روز اک نئی افتاد
تمہارے در پہ لایا ہوں جور کی فریاد

مدار چشمِ عنایت زمن دریغ مدار
نگاہِ لطف و کرم از حسنؔ دریغ مدار

تمام ذرّوں پہ کالشمس ہیں یہ جود و نوال
فقیرِ خستہ جگر کا بھی رد نہ کیجے سوال
حسنؔ ہوں نام کو پر ہوں میں سخت بد افعال
عطا ہو مجھ کو بھی اے شاہِ جنس حسنؔ آل

مدار چشمِ عنایت زمن دریغ مدار
نگاہِ لطف و کرم از حسنؔ دریغ مدار

عرضِ سلام بدرگاہِ حضرت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام

السلام اے خسروِ دنیا و دیں
السلام اے سرورِ کون و مکاں
السلام اے بادشاہِ دو جہاں۔
السلام اے راحتِ جانِ السلام
السلام اے نورِ ایماں السلام۔
آفتابِ ذرّہ پرور السلام
اے شکیبِ جان مضطر السلام
دردمندوں کے مسیحا السلام
درد و غم کے چارہ فرما السلام
دونوں عالم کے اُجالے السلام
اے مرادیں دینے والے السلام
دم چلا تیری دہائی اے طبیب
درد و غم میں مبتلا ہے یہ غریب

نبضیں ساقط روح مضطر جی نڈھال
درد عصیاں سے ہوا ہے غیر حال

بے سہاروں کے سہارے ہیں حضور
حامی و یاور ہمارے ہیں حضور

ہم غریبوں پر کرم فرمائیے
بد نصیبوں پر کرم فرمائیے

بے قراروں کے سرہانے آئیے
دلفگاروں کے سرہانے آئیے

جاں بلب کی چارہ فرمائی کرو
جانِ عیسٰے ہو مسیحائی کرو

شام ہے نزدیک منزل دور ہے
پاؤں کیسے جان تک رنجور ہے

مغربی گوشوں میں پھولی ہے شفق
زردیٔ خورشید سے ہے رنگ فق

راہ نامعلوم صحرا پُر خطر
کوئی ساتھی ہے نہ کوئی راہبر

طائروں نے بھی بسیرا لے لیا۔
خواہشِ پرواز کو رخصت کیا

ہر طرف کرتا ہوں حیرت سے نگاہ
پر نہیں ملتی کسی صورت سے راہ

ستو بلائیں چشمِ تر کے سامنے
یاس کی صورت نظر کے سامنے

دل پریشاں بات گھبرائی ہوئی
شکل پر افسردگی چھائی ہوئی

ظلمتیں شب کی غضب ڈھانے لگیں
کالی کالی بدلیاں چھانے لگیں

ان بلاؤں میں پھنسا ہے خانہ زاد
آفتوں میں مبتلا ہے خانہ زاد

اے عرب کے چاند اے مہرِ عجم۔
اے خدا کے نور اے شمعِ حرم

فرش کی زینت ہے دم سے آپ کے
عرش کی عزت قدم سے آپ کے

آپ سے ہے جلوۂ حق کا ظہور
آپ ہی ہیں نور کی آنکھوں کے نور

آپ سے روشن ہوئے کون و مکاں
آپ سے پُر نور ہے بزمِ جہاں

اے فدا دندِ عرب شاہِ عجم۔
کیجئے ہندی غلاموں پر کرم

ہم سیہ کاروں پہ رحمت کیجئے
تیرہ بختوں کی شفاعت کیجئے

اپنے بندوں کی مدد فرمائیے
پیارے حامی مسکراتے آئیے

ہو اگر شانِ تبسم کا کرم
صبح ہو جائے شبِ دیجور غم

ظلمتوں میں گم ہوا ہے راستہ
المدد اے خندۂ دنداں نما

ہاں دکھا جانا تجلی کی ادا
ٹھوکریں کھاتا ہے بد دیسی ترا

دیکھئے کب تک چمکتے ہیں نصیب
دیر سے ہے لو لگائے یہ غریب

ملتجی ہوں میں عرب کے چاند سے
اپنے رب سے اپنے رب کے چاند سے

میں بھکاری ہوں تمہارا تم غنی
لاج رکھ لو میرے پھیلے ہاتھ کی

تنگ آیا ہوں دلِ ناکام سے
اِس نکمّے کو لگا دو کام سے

آپ کا دربار ہے عرشِ اشتباہ
آپ کی سرکار ہے بیکس پناہ

مانگتے پھرتے ہیں سلطان و امیر
رات دن پھیری لگاتے ہیں فقیر

غمزدوں کو آپ کر دیتے ہیں شاد
سب کو مِلجاتی ہے منہ مانگی مراد

میں تمہارا ہوں گدائے بے نوا
کیجیے اپنے بے نواؤں پر عطا

میں غلامِ ہیچکارہ ہوں حضور۔
ہیچکاروں پر کرم ہے پُر ضرور

اچھے اچھوں کے ہیں گاہک ہر کہیں
ہم بدوں کی ہے خریداری یہیں

کیجیے رحمت حسنؔ پر کیجیے
دونوں عالم کی مُرادیں دیجیے

رباعیات

جانِ گلزارِ مصطفائی تم ہو
مختار ہو مالکِ خدائی تم ہو

جلوہ سے تمہارے ہے عیاں شانِ خدا
آئینۂ ذاتِ کبریائی تم ہو

دیگر

یارانِ نبی کا وصف کس سے ہو ادا
ایک ایک ہے اُن میں ناظمِ نظمِ ہُدیٰ

پائے کوئی کیونکر اُس رباعی کا جواب
اے اہلِ سخن جس کا مصنّف ہو خدا

دیگر

بدکار ہیں عاصی ہیں زیانکار ہیں ہم
تقصیر کے بے شبہ سزاوار ہیں ہم

یہ سب سہی پر دل کو ہے اُس سے قوت
اللہ کریم ہے گنہگار ہیں ہم

دیگر

خاطی ہوں سیہ رو ہوں خطا کار ہوں میں
جو کچھ ہو حسنؔ سب کا سزاوار ہوں میں

پر اُس کے کرم پر ہے بھروسہ بھاری
اللہ ہے شاہد کہ گنہگار ہوں میں

دیگر

اِس درجہ ہے ضعف جانگزائے اِسلام
ہیں جس سے ضعیف سب قوائے اِسلام
اے مرتوں کی جان بچانے والے
اب ہے ترے ہاتھ میں دوائے اِسلام

دیگر

کب تک یہ مصیبتیں اٹھائے اِسلام
کب تک ہے ضعفِ جانگزائے اِسلام
پھر از سرِ نو اِس کو توانا کر دے
اے حامیِ اِسلام خدائے اِسلام

دیگر

ہے شام قریب چھپی جاتی ہے ضو۔
منزل ہے بعید تھک گیا ہے رہرو
اب تیری طرف شکستہ حالوں کے رفیق
ٹوٹی ہوئی آس نے لگائی ہے لو

دیگر

برسائے وہ آزادہ روی نے جھالے
ہر راہ میں بہہ رہے ہیں ندی نالے
اِسلام کے بیڑے کو سہارا دینا
اے ڈوبتوں کے پار لگانے والے

دیگر

سن احقرِ افرادِ زمن کی فریاد
سن بندۂ پابندِ محن کی فریاد
یارب تجھے واسطہ خداوندی کا
رہ جائے نہ بے اثر حسن کی فریاد

دیگر

جو لوگ خدا کی ہیں عبادت کرتے
کیوں اہلِ خطا کی ہیں حقارت کرتے
بندے جو گنہگار ہیں وہ کس کے ہیں
کچھ دیر اُسے ہوتی ہے رحمت کرتے

دیگر

دنیا فانی ہے اہلِ دنیا فانی۔
شہر و بازار و کوہ و صحرا فانی
دل شاد کریں کس کے نظارہ سے حسن
آنکھیں فانی ہیں یہ تماشا فانی

دیگر

اِس گھر میں نہ پابند نہ آزاد رہے
غمگین رہے کوئی نہ دل شاد رہے
تعمیرِ مکاں کس کے لئے ہوتا ہے
کوئی نہ یہاں رہے گا یہ یاد رہے

تواریخ از تصنیف مصنّف

تاریخ مثنوی شفاعت و نجات مصنفہ مولٰنا مولوی محمد محسن صاحب کاکوری وکیل مین پوری

حسن اپنے محسن کی ہو کچھ ثنا
جو احسان حُسنِ طبیعت کا ہو

شفاعت کا لکھا ہے احوال خوب
بیاں کیونکر اُس کی فصاحت کا ہو

دُعائیہ تاریخ میں نے کہی۔
یہ اچھا ذریعہ شفاعت کا ہو

۹۳ ع ۱۸

تاریخ وصال حضرت سیدنا و مولٰنا شاہ آل رسول رضی اللہ تعالیٰ عنہ و نوّر اللہ مرقدہ

جب آل رسول بحرِ عرفاں۔
رونق وہِ خاندانِ برکات

وہ واقفِ رمزِ لا و الّا
وہ کاشفِ سرِّ نفی و اثبات

عازم ہوئے سوئے دارِ عُقبےٰ
اِس غم کی گھٹا سے دِن ہُوا رات

رضواں نے کہی حسن سے تاریخ
اب خلد میں دیکھیئے کرامات

۶۳۴ ۶۶۲

دیگر

اچھے کے پیارے میرے سہارے
باہر ہیں بیاں سے اُنکے مناقب

وہ اور شریعت وہ اور طریقت
وہ دل یک ارمان یک جان دو قالب

عید و خدا ئیں مانند برزخ
مقصود و قاصد مطلوب و طالب

دریائے رحمت گلزار رافت
جان مراحم کانِ مواہب

نجم منازل شمع محافل
مہرِ مشارق ماہِ مغارب

خلقِ خدا کے کیوں نہ ہوں رہبر
ہیں مصطفےٰ کے فرزند و نائب

ہے اُن کے دم سے عزت کی عزت
تاجِ مراتب رأسِ مناصب

جب اُس قمر نے لی راہِ جنت
تھی اشک افشاں چشمِ کواکب

مَیں نے کہی یہ تاریخِ رحلت
قطب المشائخ اصل مطالب

۹۶ ھ ۱۲

تاریخ طبع و تالیف رسالہ نگارستان لطافت مصنفہ خود

ہوگیا ختم یہ رسالہ آج
شکرِ خالق کریں نہ کیونکر ہم

سنِ تالیف اے حسن سن لے
منبعِ وصف شہریارِ حرم ۱۳۰۲ھ

دیگر

یہ چند ورق نعت کے لایا ہے غلام آج
انعام کچھ اس کا مجھے اے بحرِ سخا دو

ہیں کیا کہوں میری ہے یہ حسرت یہ تمنا
میں کیا کہوں مجھ کو یہ صلا دو یہ صلا دو

تم آپ مرے دل کی مرادوں سے ہو واقف
خیرات کچھ اپنی مجھے اے بحرِ عطا دو

ہیں یہ سن تالیف فقیرانہ صدا میں
والی میں تصدق مجھے مدحت کی جزا دو ۱۳۰۲ھ

تاریخ طبع دیوان حضور احمد خاں صاحب آثم بریلوی

ہے یہ دیوان اس کی مدحت میں
جس کی ہر بات ہے خدا کو قبول

جس کے قبضہ میں دو جہاں کا ملک
جس کے بندوں میں تاجدار شمول

جس پہ قرباں جناں جناں کے چمن
جس پہ پیارا خدا خدا کے رسول

جس کے صدقہ میں اہلِ ایماں پر
ہر گھڑی رحمتِ خدا کا نزول

جس کی سرکار قاضی حاجات
جس کا دربار معطی مامول

یہ ضیائیں اسی کے دم کی ہیں
یہ سخائیں اسی کی ہیں معمول

دن کو ملتا ہے روشنی کا چراغ
شب کو کھلتا ہے چاندنی کا پھول

اس کے در سے ملے گدا کو بھیک
اس کے گھر سے ملے دعا کو قبول

اے حسن کیا حسن ہے مصرعِ سال
باغِ اسلام کے کھلے کیا پھول ۱۳۰۴ھ

قطعہ

قطعہ تاریخ وصال اعلیٰحضرت عظیم البرکۃ سیدی ومجائی مرشدی ومولائی عالی جناب مولانا مولوی سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہ

شیخ زمانہ حضرت سید ابوالحسین
جانِ مرادکان ہدیٰ شانِ اہتدا

نورِ نگاہ حضرت آلِ رسول کے
اچھے میاں کے لختِ جگر آنکھوں کی ضیا

خود عین نورِ سیدِ عینی کے نورِ عین — عشقی کے دل کے چین مرے درد کی دوا
میرے بزرگ بھی اسی در کے غلام ہیں — میں بھی مکین بندہ اسی بارگاہ کا
مابندۂ قدیم و تو ئی خواجۂ کریم — پروردۂ تو ایم بیفزائے قدرِ ما
جانِ ظہور اب کوئی اخفا کا وقت ہے — حائل جو پردہ بیچ میں تھا وہ بھی اٹھ گیا
اسرار کا ظہور ہو شانِ ظہور سے — استار سے اٹھائیے اب پردۂ خفا
اعلان سے دکھائیے وہ قادری کمال — اظہار کیجیے شرکتِ قدرت کا برملا
دروازے کھولدیجئے امدادِ غیب کے — کاسے لئے کھڑے ہیں بہت دیر سے گدا
یاسیدی میں کہہ کے پکاروں بلا کے وقت — تم لَا تَخَفْ سُنا تے ہوئے آؤ سرورا
داتا مرا سوال سنو مجھ کو بھیک دو — منگتا تمہارا تم کو تمہیں سے ہے مانگتا
آیا ہے دُور سے یہی سُنتا ہوا فقیر — بارا بٹے گا حضرتِ نوری کے نُور کا
مجھ سا کوئی سقیم نہ تُم سا کوئی کریم — میری طلب طلب ہے تمہاری عطا عطا
مُنہ نگاہِ مہر ہو مجھ تیرہ بخت پر — آنکھوں کو نُور دل کو عنایت کرو جلا
دارین میں علوِ مراتب کرو عطا — تم مظہرِ علی ہو علی مظہرِ علا
خوش باش اے حسن ترے دشمن ملول ہوں — جس کا گدا ہے تو وہ ہے غمخوارِ بینوا
تاریخ اب وصالِ مقدس کی عرض کر — حاصل ہو پورے شعر سے خاطر کا مدعا
وہ سید ولا گئے جب بزمِ قدس میں — اچھے میاں نے اٹھ کر گلے سے لگالیا
۱۳۸۰ = ۸۴۴ + ۱۲ + ۲۴

قطعۂ تاریخ ولادت باسعادت نبیرۂ حضرت اخ الاعظم عالمِ اہلسنت جناب مولٰنا حاجی محمد احمد رضا خاں صاحب قادری مدظلہم نخانہ برخوردار مولوی حامد رضا خاں سلمہم اللہ تعالٰے

شکرِ خالق کس طرح سے ہو ادا — اک زباں اور نعمتیں بے انتہا
پھر زباں بھی کس کی مجھ ناچیز کی — وہ بھی کیسی جس کو عصیاں کا مزا
اے خدا کیونکر لکھوں تیری صفت — اے خدا کیونکر کہوں تیری ثنا
گننے والے گنتیاں محدود ہیں — تیرے الطاف و کرم بے انتہا
سب سے بڑھکر فضل تیرا اے کریم — ہے وجودِ اقدس خیر الورا
ہر کرم کی وجہ یہ فضلِ عظیم — صدقہ ہیں سب نعمتیں اس فضل کا

فضل اور پھر وہ بھی ایسا شاندار — جس پہ سب افضال کا ہے خاتمہ
اولیا اُس کے کرم سے خاصِ حق — انبیاء اُس کی عطا سے انبیاء
خود کرم بھی خود کرم کی وجہ بھی — خود عطا خود باعثِ جود و عطاء
اِس کرم پر اِس عطا و جود پر — ایک میری جان کیا عالم فدا
کر دے اک نم سے جہاں سیرابِ فیض — جوش زن چشمہ کرم کے میم کا
جان کہنا منتقل تشبیہ ہے — اللہ اللہ اس کے دامن کی ہوا
جان دی مُردوں کو عیسےٰ نے اگر — اُس نے خود عیسےٰ کو زندہ کر دیا
بے سبب اس کی عطائیں بے شمار — بے غرض اس کے کرم بے انتہا
بادشا ہو یا گدا ہو کوئی ہو — سب کو اس سرکار سے صدقہ ملا
سب نے اِس در سے مرادیں پائی ہیں — اور اِسی در سے ملیں گی دائما
جود دریا دل کے صدقے سے بڑھے — بڑھتے بادل کو گھٹا کہنا خطا
مَنْ دَانِیْ والے رُخ نے بھیک دی — کیوں نہ گلشن کی صفت ہو دِلکشا
جلوۂ پائے منوّر کے نثار — مہر و ماہ کو کتنا اونچا کر دیا
اپنے بندوں کو خدائے پاک نے — اس کے صدقہ میں دیا جو کچھ دیا
مصطفےٰ کا فضل ہے مسرور ہیں — نعمتِ تازہ سے عبد المصطفےٰ
عالمِ دیں مقتدائے اہلِ حق — سُنّیوں کے پیشوا احمد رضا
فضلِ حق سے ہیں فقیرِ قادری — اس فقیری نے انھیں سب کچھ دیا
لخت دِل حامد میاں کو شکر ہے — حق نے بیٹا بخشا جیتا جاگتا
مَیں دُعا کرتا ہوں اب اللہ سے — اور دُعا بھی وہ جو ہے دل کی دعا
واسطہ دیتا ہوں میں تیرا تجھے — اے خدا از فضلِ تو حاجت روا
عافیت سے قبلہ و کعبہ رہیں — ہم غلاموں کے سروں پر دائما
دولتِ کونین سے ہوں بہرہ ور — اُفقِ اعظم۔ مصطفےٰ حامد رضا
نعمتِ تازہ کو دے وہ نعمتیں — کیں جو تو نے خاص بندوں کو عطا
دوست ان کے رہیں آباد و شاد — دشمنِ بدخواہ غم میں مبتلا
آفریں طبعِ رواں کو اے حسن — قطعہ لکھنا تھا قصیدہ ہو گیا
سن ولادت کے دعائیہ کو لکھو — علم و عمر اقبال و طالع دے خدا

۱۳ ۲۵

مثنوی

وسائلِ بخشش

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

گلریز بنا ہے شاخِ خامہ — فردوس بنا ہوا ہے نامہ — نازل ہیں وہ نور کے ضمیں
یاد آتے ہیں طور کے مضامیں — سینہ ہے تجلیوں کا مسکن — ہے پیشِ نگاہِ دشتِ ایمن
توحید کے لطف پا رہا ہوں — وحدت کے مزے اڑا رہا ہوں — دل ایک ہے دل کا مدعا ایک
ایماں ہے مرا کہ ہے خدا ایک — وہ ایک نہیں جسے گنیں ہم — وہ ایک نہ جو دو سے ہو کم
دو ایک سے مل کے جو بنا ہو — وہ ایک کسی کا کب خدا ہو — احول ہے جو ایک کو کہے دو
اندھوں سے کہو سنبھل کے دیکھو — اُس ایک نے دو جہاں بنائے — اِک کُن سے سب انس و جاں بنائے
اوّل ہے وہی وہی ہے آخر — باطن ہے وہی وہی ہے ظاہر — ظاہر نے عجب سماں دکھایا
موجود ہے اور نظر نہ آیا — کس دل میں نہیں جمال اُس کا — کس سر میں نہیں خیال اُس کا
وہ حبلِ ورید سے قریں ہے — ہاں تابِ نظر ہمیں نہیں ہے — فرمان ہے یُحِبُّوْنَ بِالْغَیْب
نادیدہ وہ نورِ حق ہے لاریب — آنکھوں میں نظر نظر کہاں ہے — آنکھیں تو کہیں نظر کہاں ہے
سب کچھ نظر آئے اِس نظر سے — پر دیکھیں نظر کو کس نظر سے — جب خلق کو یہ صفت عطا ہو
وہ کیا نظر آئے جو خدا ہو — جو وہم و قیاس سے ورا ہے — خالق کی قسم خدا نہیں ہے
جو بھید کو اُس کے پا گئے ہیں — ہستی اپنی مٹا گئے ہیں — کچھ راز اِدھر کا جس نے پایا
پھر کر وہ اِدھر کبھی نہ آیا — کچھ جلوہ جسے دکھا دیا ہے — صُمٌّ بُکْمٌ بنا دیا ہے
دل میں ہیں ہزاروں بحرِ پُرجوش — ہے حکم زباں کو کہ خاموش — ایک جلوہ سے طُور کو جلایا

بیہوش کلیم کو بنایا — پنہاں ہیں جو سنگ میں شرارے — کرتے ہیں کچھ اور ہی اشارے
ہے شعلہ فشاں یہ عشقِ کامل — پتھر میں کہاں سے آگیا دل — ذات اُس کی ہے مُعطیِ مرادات
قائم ہیں صفات پاک بالذات — باقی ہے کبھی فنا نہ ہوگا — ہے جس کو فنا خدا نہ ہوگا
جیسا چاہا جسے بنایا — کچھ اُس سے کہے یہ کس کا پایا — مومن بھی اُسی کا کھاتے ہیں رزق
کافر بھی وُہیں سے پاتے ہیں رزق — شب دن کو کرے تو رات کو دن — جو ہم کو محال اُس کو ممکن۔
ایجادِ وجود ہو عدم سے۔ — حادث ہو حدوث یُوں مرتسی — اللہ تبارک وتعالےٰ
ہے دونوں جہان سے نرالا — قادر ہے ذوالجلال ہے وُہ — اپنی آپ ہی مثال ہے وُہ
ہر عیب سے پاک ذات اُس کی — ہر ریب سے پاک بات اُس کی — شایاں ہے اُسی کو کبریائی
بیشک ہے وہ لائقِ خدائی — کس وقت نہاں ہیں اُسکے جلوے — ہر شے سے عیاں ہیں اُسکے جلوے
پروانہ چراغ پر مٹا کیوں — بُلبل ہے گلوں کی مُبتلا کیوں — قُمری ہے اسیرِ سرو آزاد
مہتاب سے ہے چکور دل شاد — شمع و گل و سرو و ماہ کیا ہیں — کچھ اور ہی جلوے دلرُبا ہیں
عالم میں ہر ایک دھوم دن رات — اے جلوۂ یار تری کیا بات — گلزار میں عندلیب نالاں
پروانہ ہے بزم میں پریشاں — ہر دل کو تری ہی جستجو ہے — ہر لب پہ تری ہی گفتگو ہے
گفتار و تجسس دل و لب — پیارے یہ ترے ہی کام ہیں سب — تیری ہی یہ صنعتیں عیاں ہیں
ہم کسکو کہیں کہ ہم کہاں ہیں — تُو نے ہی کھلائے ہیں یہ گل — ہے تیری ہی شان کا تجمل

تُو نے ہی کئے جمیل پیدا | تُجھ نے ہی کیا دلوں کو شیدا

از خود رفتنِ دلِ حزیناں بر ذکرِ حسیناں و برہمنوئی بخت پے بُردن بجمالِ بیمثال اوّلین آئینۂ حُسنِ لایزال صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ وبارک وکرّم

آیا ہے جو ذکر مہ جبیناں — قابو میں نہیں دلِ پریشاں — یاد آئی تجلیِ سرِ طور
آنکھوں کے تلے ہے نُور ہی نُور — یارب یہ کدھر سے چاند نکلا — اُٹھا ہے نقاب کسکے رُخ کا
کس چاند کی چاندنی کھلی ہے — یہ کس سے مری نظر ملی ہے — ہے پیشِ نگاہ جلوہ کس کا
یارب یہ کہاں خیال پہنچا — آیا ہوں میں کس کی رہگزر میں — بجلی سی چمک گئی نظر میں
آنکھوں میں بسا ہے کس کا عالم — یاد آنے لگا ہے کس کا عالم — اب میں دلِ مضطرب سنبھالوں
یادِ دیدِ کی حسرتیں نکالوں۔ — اللہ یہ کس کی انجمن ہے — دُنیا میں بہشت کا چمن ہے

ہر چیز یہاں کی دلربا ہے
جو ہے وہ ادھر ہی دیکھتا ہے
شاہانِ زمانہ آ رہے ہیں

بستر اپنا جما رہے ہیں
پروانوں نے انجمن کو چھوڑا
بلبل نے چمن سے منہ کو موڑا

ہے سرو سے آج دور قمری
آئینوں کو چھوڑ آئے طوطی
عالم کی جھکی ہوئی ہے گردن

پھیلے ہیں ہزاروں دست و دامن
مظلوم پکار رہے ہیں فریاد
ہے لائقِ لطف حالِ ناشاد

بیداد و ستم کی داد دیجے
لطف ہمیں مراد دیجے
بیماروں کو مل رہی ہے صحت

کمزوروں میں بٹ رہی ہو طاقت
جو آج ہیں سروران عالم
کہتے ہیں جنہیں سران عالم

امیدیں بھرے ہوئے دلوں میں
سائل ہیں یہاں کے سائلوں میں
یہ شہر ہے یا جہانِ عزت

یہ در ہے کہ آسمانِ عزت
اس در سے ہے عز و جاہ کونین
کہتے اسے ہیں پناہ کونین

اس در کو فلک جناب کہیئے
ان دروں کو آفتاب کہیئے
عشاق کی آرزو یہ در ہے

محتاج کی آبرو یہ گھر ہے
ہم سب ہیں اس آستاں کے بندے
ہیں دونوں جہاں یہاں کے بندے

دربار ہے اس حبیبِ رب کا
مختار ہے جو عجم عرب کا
اے خامہ خوشنوا سنبھلنا

اس راہ میں سر جھکائے چلنا
یہ وصف حبیبِ کبریا ہے
یہ نعت جنابِ مصطفےٰ ہے

اے دل نہیں وقتِ بیخودی یہ
ہے ساعتِ مدحتِ نبی یہ
دیکھ اے دلِ بیقرار و بیتاب

ملحوظ رہیں یہاں کے آداب
ہشیار مرے مچلنے والے
رہ چلتے ہیں سر سے چلنے والے

ہے منع یہاں بلند آواز
ہر بات عیاں ہو صورتِ راز
سب حال اشاروں میں ادا ہو

فریاد بھی ہو تو بے صدا ہو
جو جانتے ہیں یہاں کے رتبے
بھر لیتے ہیں منہ میں سنگریزے

خاموش ہیں یوں سب انجمن میں
گویا کہ زباں نہیں دہن میں
ہے جلوہ فزا وہ شاہِ کونین

بیچین دلوں کا جس سے ہو چین
دلدار و انیسِ خستہ حالاں
فریادرسِ شکستہ بالاں

مرہم نہ زخمِ دلفگاراں
تسکین دہِ جانِ بیقراراں
غمخوار یہی ہے غمزدوں کا

حامی یہی ہے ستم زدوں کا
ایمان کی جان ہے تو یہ ہے
قرآن کی زبان ہے تو یہ ہے

یکتا ہے یہ خوش ادائیوں میں
معشوق یہاں فدائیوں میں
شادابیٔ ہر چمن ہے یہ گل

ہیں آٹھوں بہشت اسکے بلبل
رکھتی ہے جو سوزشِ جگر شمع
پروانہ ہے اس کے حسن پر شمع

دیکھے تو کوئی یہ جوششِ فیضاں
عالم کے بھرے ہیں جیب و دامال
ہے لطف یہ شانِ میزبانی

ہر وقت ہے سب کی میہمانی
دربانوں کے اسلئے ہیں پہرے
در پر کوئی آ کے پھر نہ جائے

ہر لحظہ یہاں یہی عطا ہے
ہر وقت یہ در کھلا ہوا ہے
مایوس گیا نہ کوئی مضطر

سُنتے ہیں سب کی دل لگا کر
فریاد کی ہے یہاں رسائی

وہ کون ہے جس نے آہ کی ہو
اور اوس کی مراد دل نہ دی ہو

مُنہ مانگی مراد دینے والے
محروم عطائے شہ رہا کون ۔

کہتے ہو انہیں کبھی پھر آنا
کب چاہیں یہ در بدر پھرانا

رحمت قدرت غنا کرم جود
سرکار میں کونسی نہیں نعمتے

جاتے کو ہیں یہ بُلانے والے
آئے ہوئے کو بٹھانے والے

بیدار کو گھر پہ جا کے لائیں
یوسف ہے غلاموں کا خریدار

یہ دستِ کرم ہے گوہر افشاں
گوہر افشاں و شکر افشاں

ہر تلخ نصیب کو شکر دے
شکر شکر بکام اس سے

اُمّت کی دعا میں اس کو دیکھو
دامانِ گدا میں اِس کو دیکھو

مَنْ عَاهَدَهٗ يُعَاهِدُ اللّٰه
وہ در نہیں جو یہ نہ کھودے

گاہے یہ سرِ تسلیم پر ہے
گاہے یہ دلِ دو نیم پر ہے

اندھوں کے لیے یہ رہنما ہے
محتاجوں کے دل غنی کیے ہیں

عیسیٰ کی زباں میں ہیں جو برکات
اس ہاتھ کے سامنے ہیں اک بات

یہ ریزۂ سنگ کو زباں دے
قالب تو مکاں ہی ہے جاں کا

ہے نائبِ دستِ جود رب ہاتھ
ہیں دست نگر اسی کے سب ہاتھ

ہو جاتا ہے ہاتھ بھر کلیجا
ہاتھ آئی ہے ہاتھ کے وہ قدرت

پھر پھر گئے مُنہ ستمگروں کے
اٹھ اٹھ گئے پاؤں لشکروں کے

کرتا ہے یہ انتظامِ عالم
اس ہاتھ میں ہیں جہان کے دل

تکتی ہیں اسی کو سب نگاہیں
کونین کی اس طرف ہیں راہیں

ٹوٹے ہوئے دل یہ جوڑتا ہے
جن ہاتھوں پہ ہے یہ ہاتھ پہنچا

دینے میں نہ کی ہے دیر اس نے
بھوکوں کو کیا ہے سیر اس نے

اے ابرِ سخا میں تیرے صدقے
جب تیز ہو آفتابِ محشر

جب تیرے سوا نہ ہو ٹھکانا
یوں اپنی طرف مجھے بلانا

اب تک تو کہاں رہا اِدھر آ
آ تیری لگی کو ہم بجھائیں

ناشاد کی ہے یہاں رسائی
ہیں سب کی یہ داد دینے والے

مایوس یہاں سے پھر گیا کون
کیوں دیر ہو سب یہاں ہیں موجود

ہاں ایک نہیں یہاں نہیں ہے
سوتے کو یہ خواب سے جگائیں

ہر وقت لگا ہوا ہے بازار
محتاج غریب کو گہر دے

گوہر گوہر کا نام اس سے
اس ہاتھ کا نام ہے یداللہ

وہ داغ نہیں جو یہ نہ دھوئے
بیمار کے واسطے عصا ہے

ہاتھوں میں خزانے بھر دیے ہیں
گر قالبِ مُردہ کو یہ جاں دے

پتھر میں ہے کام کیا زباں کا
جس دل کی شکیب کو یہ پہنچا

اس ہاتھ کے پاؤں چومے ہیبت
اِس ہاتھ میں ہے نظامِ عالم

ناخن میں پڑے ہیں حلِ مشکل
زنجیرِ الم کو توڑتا ہے

اُن ہاتھوں پہ ہاتھ ہے خدا کا
اے دستِ عطا میں تیرے صدقے

جب کانٹے پڑیں لب و زباں پر
آ آبِ محنک تجھے پلا دیں

لے تشنۂ کربلا کا صدقہ
لے آتشِ تشنگی بجھالے
اک مہ سے فلک کو دو قمر دے
نم چاہیں تو دم بھر میں دم میں
کیا دستِ کرم کی عطا ہے
دشمن بھی نہیں سخا سے محروم
جس کی کہ عدو پہ بھی عطا ہو
اب آگے نہیں رہا تو بس
مداح کو مدح کا صلا دے
پھسلے جو قدم سنبھال لینا
مجھ پر نہ پڑے کبھی کچھ افتاد
دشمن کبھی دسترس نہ پائے
غم دل نہ مرا دکھانے پائے
مجبور نہ ہوں کہ قادری ہوں

لے کشتۂ بے خطا کا صدقہ
اس ہاتھ کی قدرتیں ہیں ظاہر
مغرب کو نماز عصر کر دے
کچھ بھی جو اشارہ اسکا پا جائیں
دیکھو جسے وہ بھرا پڑا ہے
دینے میں عدو عدو نہیں ہے
اُس دستِ کرم کی کیا ثنا ہو۔
ہے وقتِ دعا نہ ہو تو مضطر
بگڑے ہوئے کام سب بنادے
ہر وقت رہے تری عطا ساتھ
ہر لحظہ سپر ہو تیری امداد۔
گر مجھکو گرائے فرشِ پا
اُنگلی نہ الم لگانے پائے
ہوں دل سے گدائے آل و اصحاب

او سوکھی ہوئی زبان والے
اعجاز ہیں دست بستہ حاضر
خورشید کو کھینچ لائے دم میں
تجھے ابھی دوڑتے ہوئے آئیں
بندے تو ہوں کیا عطا سے محروم
ہاں دست کشی کی خو نہیں ہے
بس اے حسن شکستہ پا بس
اس ہاتھ سے کہہ قدم پکڑ کر
ڈوبوں تو مجھے نکال لینا
پھیلیں نہ کسی کے آگے یہ ہاتھ
شیطاں مرے دل پہ بس نہ پائے
تو ہاتھ پکڑ کے کھینچ لینا
دم بھر نہ اسیرِ بیکسی ہوں
ہر دم ہوں فدائے آل و اصحاب

یاروں پہ ترے نثار ہوں میں | پیاروں پہ ترے نثار ہوں میں

طلب مے از ساقیِ خجستہ پے

اے ساقیٔ مہ لقا کہاں ہے
آنکھوں کو ہے مے کی جستجوئیں
ہیں آج بڑھے ہوئے ارادے
پھرتا ہے نظر میں دورِ ساغر
بو زخمِ جگر کے دیں جو انگور
لہراتے ہوئے سروِ آئیں
کچھ ابر و ہوا پہ تو نظر کر
بڑھے کو لگا دے پار ساقی

میخوار کے در پہ کہاں ہے۔
محتاج کو بھی کوئی پیالا
لا منہ سے کوئی سبو لگا دے
دے مجھ کو وہ ساغرِ لبالب
ہوں اہلِ زمانہ تشنہ میں چور
جوبن پہ ادائے بیخودی ہو
ہاں کشتیٔ مے کے کھول لنگر
مے تاک رہے ہیں دیدہ وا

بڑھ آئی ہیں لب تک آرزوئیں
داتا کرے تیرا بول بالا
سر میں ہیں خمار سے جو چکر
بس جائیں مہک سے جان و قالب
کیف آنکھوں میں دل میں نور آئیں
یہ ہوش فدائے بیخودی ہو۔
میخوار ہیں بے قرار ساقی۔
دیوانہ ہے دل اسی پری کا

مُنہ شیشوں کے جلد کھول ساقی
قُلقُل کے سُنا دے بول ساقی
یہ بات ہے سخت حیرت انگیز

نیّہ سے رُکی ہے آتشِ تیز
جبتک نہ وہاں شیشہ ہو ٹوٹا
ہو وصفِ شراب سے خبر کیا۔

تا مردِ سخن نگفتہ باشد
عیب و ہنرش نہفتہ باشد
کہتی ہیں اُٹھی ہوئی اُمنگیں

پھر لطف دکھا چلیں ترنگیں۔
پھر جوش پر آئے کیفِ مستی
پھر آنکھ سے ٹپکے مے پرستی

خواہش ہے مزاجِ آرزو کی
سُنتا ہی رہوں ڈھلک سبو کی
گہرا سا کوئی مجھے پلا جام

کہتی ہے ہوس کہ جام لا جام
دے چھانٹ کے مجھ کو وہ پیالی
لے آئے جو چہرے پر بحالی۔

ہوں دل میں تو نُور کی ادائیں
آنکھوں میں سرور کی ادائیں
ہو لطف فزا یہ جوشِ ساغر

دِل چھین لے لب سے لب ملا کر
کچھ لغزشِ پا جو سر اُٹھائے
جھکانے کو پھر نہ ہوش آئے

لُطف آئے تو ہوش کو گنوائیں
جب ہوش گئے تو لُطف پائیں
یہ مے ہی مری کھنچی ہوئی جاں۔

یارہ گئے خون ہو کے ارماں
یہ بادہ ہے دلربائے میکش
درد میکش دوائے میکش

ہے تیز بہت مجھے یہ ڈر ہے
اُڑتی نہ پھرے کہیں بطِ مے
شیشہ میں ہی مے پری کی صورت

یا دل میں بھرا ہے خونِ حسرت
ساغر ہیں بشکلِ چشمِ میگوں
شیشہ ہے کسی کا قلبِ پُرخوں

میخوار کی آرزو یہ مے ہے
مُشتاق کی آبرو یہ مے ہے
ہو آتشِ تر جو مہرِ گستر

دم بھر میں ہو مُشک دامن تر
ٹھنڈے ہیں اس آگ سے کلیجے
گرمی پہ ہیں میکشوں کے جلسے

بہکا ہے کہاں دماغ مختل
پہنچا ہے کدھر خیالِ اسفل
یہ بادہ ہے آبروئے کوثر

نتھرا ہُوا آبِ جوئے کوثر
یہ پھول ہے عطرِ باغِ رضواں
ایمان ہے رنگ بُو ہے عرفاں

اس مے میں نہیں ہے دُرد کا نام
کیوں اہلِ صفا نہ ہوں مے آشام
جو رند ہیں اس کے پارسا ہیں

بہکے ہوئے دل کے رہنما ہیں
زاہد کی نثار اس پہ جاں ہے
واعظ بھی اسی سے تر زباں ہے

جام آنکھیں ہیں آنکھ میں مروّت
شیشے ہیں دل اُن دلوں میں ہمت
ان شیشوں سے زندہ قلبِ مردم

قُلقُل سے عیاں ادائے قُم تُم
اللہ کا حکم و امر ہوا ہے
بھیجا ہے اگر پئیں نہ یہ مے

اے ساقیِ باخبر خدا را
لادے کوئی جام پیارا پیارا
جوبن ہے بہارِ جانفزا پر

بادل کا مزاج ہے ہوا پر
ہر پھول دلہن بنا ہوا ہے
نکھرے ہوئے حُسن میں سجا ہے

مستانہ گھٹائیں جھومتی ہیں
ہر سمت ہوائیں گھومتی ہیں
پڑتی ہے پھوار پیاری پیاری

نہریں ہیں بسانِ فیضِ جاری
بُلبل ہے فدائے خندۂ گُل
بھاتی ہے ادائے خندۂ گُل

ظاہر میں بہارِ دلربا ہے
باطن میں کچھ اور گُل کھلا ہے
غنچوں کے چٹکنے سے ہے اظہار

Checked 1987

کھلنے لگے پردہائے اسرار
ہے سرو الف کی تمکل بالکل
اور صورتِ لامِ زلفِ سنبل

تشدید عیاں ہے کنگھیوں سے
نرگس کی بیاض چشم ہی ہے
صانع کی یہ صنع ہے نمودار

اللہ لکھا بخطِ گلزار۔
خوشبو میں بسا ہے خلعتِ گل
دلجو ہیں ترانہائے بلبل۔

ہے آفتِ ہوش موسمِ گل
پھر اس پہ یہ صبح کا تجمل
تاروں کا فلک پہ جھلملانا

شمعوں کا سفید منہ دکھانا
مرغانِ چمن کی خوشنوائی
شوخانِ چمن کی دلربائی

کلیوں کی چٹک مہک گلوں کی
ستانہ صفیر بلبلوں کی
پروازِ طیورِ آشیاں سے

اور بارشِ نورِ آسماں سے
مسجد میں اذاں کا شور برپا
زہاد وضو کیے مہیا

آنکھوں سے فراقِ خوابِ غفلت
منزل سے مسافروں کی رخصت
میخانوں میں میکشوں کی دھومیں

دل ساغرِ مے کی آرزو میں۔
لب پر یہ سخن کہ جام پائیں
دلمیں یہ ہوس سرور پائیں

کہتا ہے کوئی فدائے ساقی
بھاتی ہے مجھے ادائے ساقی
پایا ہے کسی نے جامِ رنگیں

دل کو کوئی دے رہا ہے تسکیں
اے قلبِ حزیں چہ شور و شیں است
چوں ساقی تو ابوالحسین است

برخیز و بگیر جامِ سرشار
بنشیں و بنوش و کیف بردار
ناشاد بیا و شاد میرو

پُر دامن و بامراد میرو
مایوس مشو کہ خوش جنابے است
بر چرخِ سخاوت آفتابے است

ہوش و سرِ ہوش را رہا کن
مے نوش و دو بدیگراں عطا کن
تو نور ہے تیرا نام نوری

دے مجھ کو بھی کوئی جامِ نوری
ہر جرعہ ہو حاملِ کرامات
ہر قطرہ ہو کاشفِ مقامات

ہوں دل کی طرح صاف راہیں
اسرار پہ جا پڑیں نگاہیں۔
بغداد کے پھول کی مہک سے

نکہت سے مشامِ روح بس جائے
گھٹ جائے ہوس بڑھیں امنگیں
آنکھوں سے لگ چلیں ترنگیں

یہ بادۂ تند لطف دیئے جائے
بغداد مجھے اڑا کیے جائے
چشمِ وقت دیارِ یار دیکھوں

دیکھوں درِ شہریار دیکھوں
بیتابیٔ دل مزے دکھا جائے
خود رفتگی میرے لینے کو آئے

دل محوِ جمالِ شکرِ باری
شیئاً للہ زباں پہ جاری
خم فرقِ زمینِ آستاں پر

قسمت کا دماغ آسماں پر
سینہ میں بہار کی تجلی۔
دل میں رخِ یار کی تجلی۔

ہاتھوں میں کسی کا دامنِ پاک
آنکھوں میں بجائے سرمہ وہ خاک
لب پر یہ صدا مراد دیجے

ناشاد گدا کو شاد کیجے
آیا ہے یہ بے کسی کا مارا
پایا ہے بہت بڑا سہارا

حسرت سے بھرا ہوا ہے سینہ
دل داغِ ملال کا خزینہ
یہ دن مجھے بخت نے دکھایا

قسمت سے درِ کرم پایا
اے دستِ تہی و جانِ مضطر
شرمندہ ہو رہا ہوں مقدر

891.431
ح س ن خ

گزرے وہ بکا و بین کے دن
پہنچا ہوں کریم کی گلی میں
اب دونوں جہاں سے بے غمی ہے
اب کس کو پسند ساتھ تیرا
کون اُٹھتا ہے ایسے آستاں سے
کانٹوں میں پھنسائیں اپنا دامن
کیوں لطفِ بہار چھوڑ جائیں
محتاج نہیں فقیر کوئی۔
ہر شب ہیں شبِ برات کا ڈھنگ
نو روز کی روز حاضری ہے
پیوستہ خوشی کا راج ٹھیرا
ہر چاند میں ماہِ عید دیکھا
راحت نے یہاں لیا ہے آرام
خدام کی خدمتوں میں حاضر
حضّار سے کاوشِ الم دور
مقبولِ دعا چراغ روشن
مداح حضور آرہے ہیں۔
مداح حضور نغز گفتار
کچھ منقبتیں سنا دعا لے
اے واحدِ بے مثال و دانا
ہر حرف سے رنگِ گل عیاں ہو
وہ کام کروں کہ نام ہو جائے
اے سیدِ خوش بیاں کرم کر

اب خیر سے آئے چین کے دن
پرواہ نہیں کسی کی اب کچھ
سرکار غنی ہے کیا کمی ہے
جائیں گے نہ اِس دیار سے ہم
اُٹھے نہ جنازہ بھی یہاں سے
ہے سہل ہمیں جہاں سے جانا
کیوں نازِ خزاں اُٹھانے آئیں
ہر وقت عیاں ہے فیضِ باری
ہر روز ہیں روزِ عید کا ڈھنگ
ہے عیش کی یہ خوشی ہمیشہ
ہر سن سن ابتہاج ٹھیرا
انوار سے ہے بھری ہوئی رات
آرام ہے اس جناب کا رام
شادی کی ہوس نہیں رہوں میں
دِل غم سے جُدا تو دل سے غم دُور
آراستہ بزمِ خسروی ہے
اپنی اپنی سُنا رہے ہیں
مُشتاقِ سخن ہیں اہلِ محفل
سرکار سے مدح کا صلا لے
دے طبع کو سیل کی روانی
ہر لفظ ہزار داستاں ہو
دے مُلکِ سخن کا تاج یارب
اے افصحِ افصحاں کرم کر

آیا ہوں میں درگہِ سخی میں۔
بے مانگے ملیگا مجھ کو سب کچھ
اے حُبِّ وطن سفر کی ٹھیرا
اُٹھیں گے نہ کوئے یار سے ہم
کیا کام کہ چھوڑ کر یہ گلشن
مشکل ہے اس آستاں سے جانا
دیکھا نہ یہاں اسیر کوئی
ہر فصل ہے موسمِ بہاری
تفریح و سرور ہر گھڑی ہے
حاضر رہے ہر گھڑی ہمیشہ
شوال یہاں کا ہر مہینہ
ہر شب نہیں یہاں کی چاندنی رات
مقصود دلِ انبساطِ خاطر
آرام مجاوروں کو دُوں میں
طلعت سے دل و دماغ روشن
شادی کی گھڑی رچی ہوئی ہے
ہاں اے حسن اے غلامِ سرکار
منت کشِ انتظار ہے دِل
اے خالقِ قادرِ توانا۔
دِلکش ہو ادائے خوش بیانی
مقبول مرا کلام ہو جائے
رکھ لے مری آج لاج یارب
اے روح امیں مدد کو آنا

لغزش سے کلام کو بچانا

آغاز روایت از کتاب مستطاب تحفۂ قادریہ مؤلفہ مولٰنا ابوالمعالی محمد مسلمی معالی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

تحفہ ہے کہ گوہرِ لآلی ۔ فرماتے ہیں اُسمیں یوں معالی جب زیبِ زباں ہوئے وہ سرور
تھی ساٹھ برس کی عمر مادر ۔ یہ بات نہیں کسی پہ مخفی یہ عمر ہے عمر نا امیدی
اِس امر سے ہم کو کیا عجب ہو مولود کی شان کو تو دیکھو نومید کے درد کی دوا ہے
مایوس دلوں کا آسرا ہے کیا کیجے بیان دستگیری ہے جوش پہ شانِ دستگیری
گرتے ہوؤں کو کہیں سنبھالا ہے ڈوبے ہوؤں کو کہیں نکالا سب داغِ الم مٹا دیئے ہیں
بیٹھے ہوئے دل اُٹھا دیئے ہیں نومید دلوں کی ٹیک ہے وہ امداد میں آج ایک ہے وہ
یاور جو نصیب ہے ہمارا قسمت سے ملا ہے کیا سہارا طوفانِ الم سے ہم کو کیا باک
ہے ہاتھ میں کس کا دامنِ پاک آفت کا ہجوم کیا بلا ہے ۔ کس ہاتھ میں ہاتھ دیدیا ہے
بالفرض اگر غلامِ سرکار دریائے الم میں ہو گرفتار خود بحر ہو اِس خیال میں گم
دُکھ دے نہ اسے مرا تلاطم سوچے یہی سیل کی روانی پھر جائے نہ آبرد پہ پانی
طوفاں ہو اسی قلق میں بیتاب موجیں بنیں ماہیانِ بے آب گرداب ہو گرد پھر کے صدقے
ساحل لبِ خشک سے دعا دے ہو چشمِ حباب اشک سے تر ہر موج کہے یہ ہاتھ اُٹھا کر

رکھ لے مرے کریم تو لاج | غیرت سے نہ ڈوبنا پڑے آج

روایت دیگر از اخبار الاخیار شریف مؤلفہ مولٰنا شاہ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

مولٰنا عبدِ حق محدث وہ سرورِ انبیاء کے وارث ہے اُن کی کتابِ پاک اخبار
تحریر ہے اُس میں ذکرِ اخیار مرقوم ہے اُس میں یہ روایت چمکا جو وہ ماہِ قادریت
آیا رمضان کا مہینا روزوں کا ہوا جہاں میں چرچا کی شہرِ صیام کی یہ توقیر
دن میں حضور نے نہ پیا شیر گو عالمِ شیر خوارگی تھا ۔ پر پاسِ شریعت بنی تھا
جبتک نہ ہو پیرو شریعت کیا جانے حقیقتِ طریقت جو راہ نہ پوچھے مصطفےٰ سے
کس طرح وہ جا ملے خدا سے جس شخص نے رستہ کو چھوڑا منزل کی طرف سے منہ کو موڑا
جو آپ ہی راہ گم کئے ہو ۔ کیا راہ بتائے وہ کسی کو خود گم سے کوئی پتا نہ پوچھے
گمراہ سے رستہ نہ پوچھے رہبر کی جو اقتدا نہ بھولا وہ بھول کے رستا نہ بھولا

روایتِ دیگر از تحفۂ قادریہ شریف

فرماتے ہیں تحفہ میں معالی — ہیں ابنِ[1] حضورِ پاک راوی — فرماتے ہیں ابنِ[2] مصطفٰے یہ
بچپن کا ہے میرے ماجرا یہ — طفلی میں جو چاہتا کبھی جی — اطفال میں ہوں شریک بازی
دیتا کوئی غیب سے بکایک — آواز اِلَیَّ یَا مُبَارَکْ — سُن کر یہ صدا جو خوف آتا۔
میں گود میں والدہ کی جاتا — تھی پہلے جو یہ صدائے عشرت — سُنتا ہوں اب اسکو وقتِ خلوت
کچھ تو نے سُنا حسن یہ کیا تھا — یہ کون انہیں بُلا رہا تھا — ہاں کیوں نہ ہوں وہ کمالِ محبوب
اللہ کو ہے جمالِ محبوب — کیونکر ہو ثنائے خوبرویاں — قربان ادائے خوبرویاں
جبلاں میں طلب کے ساتھ یہ کد — معراج میں اُدْنُ یَا مُحَمَّدْ — مژدہ ہو تجھے مرے دلِ زار
تو بھی ہے انہیں کا کفش بردار — کیا ظلمتِ گور اُسے ڈرائے — قسمت سے جو ایسے چاند پائے
جب پردۂ رُخ اٹھا دیا ہے — کونین کو جگمگا دیا ہے۔ — پردہ سے یہ کس نے مُنہ نکالا
پھیلا ہے جہان میں اُجالا — ہر لمعہ ضیائے مہ سے بہتر — ہر جلوہ ہزار مہر در بر
لو آؤ سیاہ نامے والو آؤ — دل سے غمِ تیرگی نکالو۔ — ہے روزِ سیہ کا دل سے غم دور
تاریکیٔ قبر کا الم دور — کمزوری سے جس کو چکر آیا — آنکھوں کے تلے نہ تھا اندھیرا
ہے دور یہاں سے کالے کوسوں — پھر شا کی سجت تیرہ کیا ہوں — اس کو نہ کہو قمر کا جلوہ۔
کیا جلوہ وہ رات بھر کا جلوہ — یہ شمع نہیں جو جھلملائے — خورشید نہیں جو ڈوب جائے
کب ہے یہ تجلّیٔ کواکب — شب بھر ہے تعلّیٔ کواکب — دن رات جو ایک ساعیاں ہے
یہ جلوۂ حُسنِ گلرخاں ہیں — ہر وقت چمک رہے ہیں انوار — ہر شے میں جھلک رہے ہیں انوار
اٹھ جاتی ہیں جس طرف نگاہیں — روشن ہیں تجلّیوں سے راہیں — دل محوِ جمالِ جلوۂ طور

یا پیشِ نگاہ سورۂ نور

روایتِ دیگر

فرماتے ہیں شیخ عبدِ رزاق[1] — فرخندہ سیر ستودہ اخلاق[2] — پوچھا یہ جناب سے کسی نے
کب خود کو ولی حضور سمجھے — فرمایا کہ دس برس کے تھے ہم — جاتے تھے جو پڑھنے کیلئے ہم
پہنچانے کے واسطے فرشتے — مکتب کو ہمارے ساتھ جاتے — جب مدرسہ تک پہنچتے تھے ہم
لڑکوں سے یہ کہتے تھے وہ اکثر دم — محبوبِ خدا کے بیٹھنے کو — اطفال جگہ فراخ کر دو۔

[1] سیدنا شیخ عبدالرزاق رضی اللہ تعالےٰ عنہ [2] مراد ہے ازذاتِ پاک حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ ۱۲

ایک شخص کو ایک روز دیکھا
کچھ مجھ کو بتاؤ حال ان کا
بولا کہ ولی ہیں اولیا سے
بے پردہ لقا عطا کریں گے
حاصل ہو انہیں وہ قربِ اللہ
چالیس برس کے بعد دیکھا
شہزادہ جو مدرسہ سدھاریں
خالق نے کئے فرشتے ہمراہ

دیکھا تھا نہ اس سے پہلے اصلا
یہ کون صبی ہیں با وجاہت
تو قیر پائیں گے یہ خدا سے
تمکیں انہیں بے حجاب دینگے
جس میں نہ ہو مکر کو کبھی راہ
ایدل یہ طریق سروراں ہے
خدامِ ادب چلیں جلو میں
یعنی کہ نواسے کے جلو میں

اس نے یہ کسی ملک سے پوچھا
سرکار میں جن کی ہے یہ عزت
بے منع عطا عطا کریں گے
جو دینگے وہ بے حساب دینگے
سائل کو کہ وقت کا بدل تھا
آئین اکابرِ جہاں ہے۔
تھا عالمِ قدس سے جو وہ ماہ
نانا کے غلام خدمتیں دیں

روایتِ دیگر

دائیہ ہوئیں ایک روز حاضر
ہو جاتے تھے آپ میں گم
ارشاد ہوا بجوشِ بیانی
کمزوری و ضعف کے وہ دن تھے
اب ایسے ہزار مہر آئیں
قربان تری تجلیوں کے
وہ حسن دیا تجھے خدا نے
ہر عکس طرازِ دامنِ نور
کہتی ہے یہ تیرے رخ کی تنویر
تاریکیِ قبر سے بچالے
ظلمت ہو بیان کیا گنہ کی
اللہ خوشی کا دن دکھادے
آفت میں غلام ہے گرفتار

اور عرض یہ کی کہ عبد قادر
امکان میں ہے یہ حال اب بھی
وہ عہد تھا عہدِ ناتوانی
طاقت تھی جو ہم میں مہر سے کم
گم ہم میں ہوں پھر پتا نہ پائیں
تو رخ سے اگر اٹھادے پردے
محبوب کیا تجھے خدا نے
تو نورِ جنابِ کبریا ہے
میں سورۂ نور کی ہوں تفسیر
میں داغِ گنہ کہاں چھپاؤں
چھائی ہوئی ہے گھٹا گنہ کی
پھر شامِ الم نے کی چڑھائی
اب میری مدد کو آؤ سرکار
للہ مری پکار سن لے

بچپن میں تو اڑ کے گود سے تم
کر سکتے ہو یہ کمال اب بھی
اس وقت میں ہم صغیر سن تھے
چھپ جاتے تھے آفتاب میں ہم
صدقے ترے اے جمال والے
ہر ذرہ کو آفتاب کردے
ہر جلوہ بہار گلشنِ نور
تو چشم و چراغ مصطفیٰ ہے
اے دونوں جہان کے اجالے
یہ روئے سیاہ کسے دکھاؤں
اے مہر ذرا نقاب اٹھادے
بغداد کے چاند کی دہائی۔
حالِ دلِ بیقرار سن لے

روایتِ دیگر

منقول ہے تحفہ میں روایت
مسنون ہے کسبِ حیلۂ رزق
نرگاؤ کو لے چلے جو آقا
مخلوق نہ اس لئے کیا ہے
وہ نیّرِ دیں جو بام پر آئے
یہ بام کہاں کہاں وہ میدان
ہاں چاند ہیں بامِ آسماں ہے
گویا ہوئے اِس طرح سے سرور
بغداد کو جاؤں علم سیکھوں
دیکھا تھا جو کچھ وہ کہہ سنایا
ارشادِ پدرِ حضورِ عالی۔
چالیس برادرِ دوم نے پائے
پھر عہد لیا کہ راستی کو
باہر آئیں برائے رخصت
اب تیری یہ پیاری پیاری صورت
اِک چھوٹے سے قافلہ کے ہمراہ
لُوٹا مارا کیا گرفتار
پُوچھا کہ تمہارے پاس ہے کیا
رہزن نے کہا کہو کہاں ہیں؟
موقع پوچھا جگہ بتائی
اِک اور بھی سامنے سے گذرا
چلتا بنا دل لگی سمجھ کر
سردار کو حال جو سنایا

بچپن میں ہوا یہ قصدِ حضرت
جس دن یہ خیال شہ کو آیا
مُنہ پھیر کر اس طرح وہ بولا
سُن کر یہ کلام ڈر گئے آپ
حاجی عرفات میں نظر آئے
صدہا منزل کا فاصلہ تھا
گردوں سے قمر کو سب عیاں ہے
امی مجھے اذن کی ہو امداد
اللہ کے نیک بندے دیکھوں
وہ روئیں اُٹھیں گئیں پھر آئیں
دینار شمار میں تھے اسّی
دینار وہ اُمِّ مشفقہ نے
ہر حال میں اپنے ساتھ رکھو
ارشاد ہوا برائے یزداں
آئیگی نظر نہ تا قیامت
ہمداں سے جو لوگ باہر آئے
شہ کو نہ دیا کسی نے آزار
مولےٰ نے کیا یہ سُن کے اظہار
فرمایا تو بغل نہاں ہیں۔
سُنکر یہ جواب چل دیا وہ
اُس سے بھی یہ حال پیش آیا
دونوں جو ملے دلوں کی صورت
اُس نے اُنہیں بھیجکر بُلایا

تکمیلیتی کو کریں وسیلہ رزق
لکھتے ہیں وہ روز عرفہ کا تھا۔
یہ حُکم نہ آپ کو دیا ہے
گھر آئے تو سقف پر گئے آپ
سبحان اللہ اے تری شان
پر پاؤں تلے کا ماجرا تھا۔
یہ دیکھ کر آئے پیشِ مادر
اب کارِ خدا میں کیجے آزاد
مادر نے سبب جو اس کا پُوچھا
میراثِ پدر جو تھی وہ لائیں
چالیس اُن میں سے شہ نے پائے
جامہ میں سیئے بغل کے نیچے
پھر بہرِ سفر لی اجازت
کرتی ہوں میں تجھ سے قطعِ ایجاں
جیلاں سے چلا وہ شاہِ ذیجاہ
قزاق اُنہوں نے ساٹھ پائے
اِک شخص اِدھر بھی ہو کے نکلا
جامہ میں سِلے ہوئے ہیں دینار
گنتی پُوچھی وُہ کہہ سنائی
اُس سچ کو ہنسی سمجھ لیا وہ
وہ بھی سر کا ہنسی سمجھ کر
کی ایک نے ایک سے حکایت
وہ آپ کو ساتھ لے کے پہنچے

جس ٹیلے پہ مال اُنٹتے تھے — اُس نے بھی کئے وہی سوالات — فرمائی حضور نے وُہی بات
آخر ٹھیری کہ امتحاں ہو — اِس جامہ کو چاک کر کے دیکھو — نکلے صادق کی کرتے تائید
چاک جیب سحر سے خورشید — یُوسف کا قمیص تھا وہ کُرتا — تصدیق وہ چاک کیوں نہ کرتا
حیرت ہوئی اُسکو کی یہ گفتار — کیوں تُم نے کیا یہ حال اظہار — فرمایا کہ ماں کی تھی نصیحت
یہ عہد لیا تھا وقتِ رُخصت — ہر حال میں راستی سے ہو کام — ہر کام میں بس اسی سے ہو کام
وہ عہد ہے صورتِ امانت — کرتا نہیں اُس میں مَیں خیانت — سردار نے جب سُنا یہ احوال
رونے رونے ہُوا بُرا حال — سچوں کی تھی پُر اثر وہ تقریر — کیوں کرتی نہ دل میں گھر وہ تقریر
تاثیر بیاں بیاں ہو کیونکر — دِل کھینچ لیا ہے لب ہلا کر — رونے سے جو کچھ افاقہ پایا
سردار حضور سے یہ بولا — قائم رہو ماں کے عہد پر تُم — اور عہدِ خدا کو ہم کریں گم
کرتا ہوں میں ترک یہ معائب — ہوتا ہوں تمہارے آگے تائب — دیکھا جو یہ اُسکے ساتھیوں نے
سردار سے اس طرح وہ بولے — جب راہزنی تھی اپنا پیشہ — سردار رہا ہے تو ہمیشہ۔
توبہ میں بھی ہم سے تو ہے اقدم — یُوں بھی کریں تیری پیروی ہم — تائب ہوئے مال قافلہ کا
جس جس سے لیا تھا اُسکو پھیرا — فرماتے ہیں ہاتھ پر ہمارے — کی توبہ اُنہوں نے سب سے پہلے
آفاتیں بلا میں مبتلا ہوں — شیطان کے دام میں پھنسا ہوں — اب میری مدد کو آؤ یا غوث
رہزن سے مجھے بچاؤ یا غوث — لُٹتا ہے غریب آہ سرکار — درکار ہے اِک نگاہ سرکار
لُٹتا ہے یہاں غلام تیرا — اِدھر بھی کوئی پھیرا — مضطر ہے بہت غلام آقا
جنگل میں ہوئی ہے شام آقا — قُطاع طریق ہیں مقابل — نزدیک ہے شام دور منزل
کیجے مری سمت خوش خرامی — کہتے ہوئے لا تخف عُدا دی — ہو جائے شبِ الم کنارے
آجاؤ کہ دِن پھریں ہمارے

روایتِ دیگر

منقول ہے قول شیخ عمراں — فرماتے ہیں اِس طرح وہ ذیشاں — اِک دِن مَیں گیا حضور سرکار
لاکر عرض کی کہ شاہِ ابرار — گر کوئی بہ ادعائے نسبت — کہتا ہو کہ ہوں مرید حضرت

واقع میں نہ کی ہو بیعت اس نے
پائی نہ ہو یہ کرامت اُس نے
خرقہ نہ کیا گیا ہو حاصل

کیا وُہ بھی مریدوں میں ہے داخل
گویا ہوئے یُوں خُدا کے محبوب
جو آپ کو ہم سے کر دے منسوب

مقبول کرے خدائے برتر
ہوں عفو گناہ اُس کے یکسر
ہو گرچہ اسیرِ دامِ عصیاں

ہے داخلِ زُمرۂ مریداں
ہاں مُژدہ ہو بہرِ قادریاں
ہے جوش پہ بحرِ فیض و احساں

دیکھے تو کوئی حسن کہاں ہے
وہ وقفِ غم و محن کہاں ہے
کہدو کہ گئی الم کی ساعت

سرکار لُٹا رہے ہیں دولت
سلطان ہے بر سرِ عطا آ
دامن پھیلائے دوڑتا آ

کیوں کوہ الم تجھے دبائے
کیوں کاوشِ غم تجھے ستائے
سرکارِ کریم ہے یہ دربار

دربارِ کریم ہے دُرِ بار
جھوٹوں بھی جو ہو غلام کوئی
اُس کا بھی رُکے نہ کام کوئی

رد کرنے کا نہیں ہے معمول
ہیں نام کی نسبتیں بھی مقبول
تجھ کو تو ہے واقعی غلامی

لے دولتِ عشرتِ دوامی
اِس ہاتھ میں آ کے ہاتھ دیجے
اور دونوں جہان میں چین کیجے

احسانِ خدا کہ پیر پایا
اور پیر بھی دستگیر پایا

روایتِ دیگر

آے دِل یہ بیاں ہے قابلِ سیر
فرماتے ہیں حضرتِ ابوالخیر
بیں اور مرے ساتھ کچھ مکرم

حاضر تھے حضورِ غوثِ اعظم
فرمانے لگے جناب والا
مقبول حضور حق تعالے

ہم آج کہ بر سرِ عطا ہیں
اور مظہرِ رحمتِ خدا ہیں
جو کچھ مانگو عطا کریں گے

حاجت سب کی روا کریں گے
سُنکر یہ ابوسعید اُٹھے
یُوں پیشِ جناب شیخ اُٹھے

یہ خواہشِ دِل ہے تاجدار آج
امداد ہو ترک اختیار آج
یعنی کہ فقط یہ چاہتا ہوں

میں اپنی طرف سے کچھ نہ چاہوں
پھر حضرتِ ابن قائد اُٹھکر
گویا ہوئے اسطرح کہ سرور

ہے میری یہی مراد و حاجت
پاؤں میں مجاہدہ کی قوت
بزاز عمر نے عرض کی یہ

یا شاہ! ہے مطلبِ دلی یہ
ہو خوفِ خدا مجھے عنایت
اور صدق و صفا عطا ہو حضرت

پھر بولے حسن کہ شاہِ عالم
یہ حال مرا فزوں ہو ہر دم
بولے یہ جمیل مجھ کو حضرت

حفظِ اوقات کی ہے حاجت
پھر بوالبرکات نے کہا یُوں
محبوب ہو عشق مانگتا ہوں

پھر میں نے یہ عرض کی کہ سرکار
معلوم رہے یہ حال مجھ کو
پھر شیخِ خلیل حاضر آئے

بندہ کو وہ معرفت ہے درکار
رحمٰن کی طرف سے تھا یہ وارد
سائل ہوئے جاہِ قطبیت کے

فارق رہے واردات میں جو
شیطاں کی طرف سے تھا یہ وارد
پائی جو سوال سُن کے فرصت

فرمائی جواب میں یہ آیت

كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ۚ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا

یعنی کہ ہوا یہ سب سے ارشاد
کچھ حد نہیں فضلِ کبریا کی
ہے عام عطا یہ شاہِ باذل
سر پاؤں پہ رکھ کے گود پھیلا
شاہا مری صرف یہ صدا ہے
تو میرا تو سب جہان میرا
ہے بیچ میں اک کریم باذل
یا تاروں میں چاند ہے ضیا بار
ذرّوں میں ہے مہر کی تجلّی
ایمان کی جان جان جاں کی جان
گر پردۂ رُخ یہ دور فرمائیں
سورج کہے ذرہ ہوں تمہارا
وہ آنکھیں قابلِ زیارت
دِل میں یہ جمال میہماں ہو
اُن ہاتھوں کا ہے عجب نصیبا
برگشتہ نصیب ہے وہ غافل
کہہ دیجیے ان کے مدعی سے

ہم کرتے ہیں فضلِ رب سے امداد
ہو الخیر یہ کہتے ہیں قسم سے
ہیہات گدا کدھر ہے غافل
محتاج کو آج تاج دیں گے
منگتا ترا تجھ کو مانگتا ہے
اے دل میں نثارِ فیضِ باری
گھیرے ہوئے ہر طرف سے سائل
محبوب ہے اپنے مائلوں میں
گھر آئے ہیں آئنہ پہ طوطی
کہتا ہوں یہ حُسن کی زبانی
کیا بزمِ نصیب تک چمک جائیں
عالم سے نرالی ہیں ادائیں
ہو جنمیں یہ پیاری پیاری صورت
وہ پاؤں ہیں چومنے کے قابل
پایا ہے جنہوں نے دامن انکا
خالی ہے جو ان کی آرزو سے
مایوس جہاں ہو تو وہیں سے

رُکتی ہے کہیں عطا خدا کی
مطلب جو طلب کئے تھے پائے
ہاں تھام لے دامنِ مسلّے
ٹھیری ہے جو مانگی آج دینگے
بھٹکا پھرے کیوں گمان میرا
کیا بزم دکھائی پیاری پیاری
پروانوں میں شمع ہے نمودار
یا پھول ہزار بلبلوں میں۔
ہر عکس نہار آن کی جان
ہم آج ہیں شرحِ مَنْ تَرَانِیْ
ہو چاند چکور بن کے شیدا
دل کھینچنے والی ہیں ادائیں
اُس دل کی خوشی کا کیا بیاں ہو
طے جن سے ہو اُن کے گھر کی منزل
الیسوں سے پھرا ہوا ہے جو دل
وہ آنکھ بھری رہے لہو سے
کمبخت اگر یہی ہیں محتاج

تو کون ہے آج صاحبِ تاج
جو اِن سے ملا ملا خدا سے

مردانِ خدا خدا نما شند
لیکن ز خدا جدا نباشند

بدبخت ہے بدنصیب ہے وہ
ایسوں کو بُرا کہا ستمگر

اور تجھ کو ڈکار تک آئی
اُف رے ترے معدہ کی صفائی

کب گرگ کے شر سے امن پائے
کہتا ہے تُو ان کو خاک کا ڈھیر

شیطاں نے تجھے کیا ہے مجنوں
کیا تُو نے سُنا نہ لَا یَمُوْتُوْنَ

اس درجہ ہے بدلگام تو اُف
قدرت انہیں دی ہے کبریا نے

پھر کیوں نہ دکھائیں یہ کرامت
کیا جائے عجب ہے خرقِ عادت

زندوں کو خدا بنا لیا ہے
اُن زندوں کے آگے رُوپ بدلے

اِن زندوں کی زندگی سے ہے کور
جا مُردے تو خود ہے زندہ در گور

فاعل ہے خدا یہ واسطا ہیں
قرآن کی آیتِ جمیلہ۔

بیکار ہیں یہ تری نظر میں
بے زینے چڑھا گرا سقر میں

توہین کے بول بولتا ہے۔
اِک امر کا تجھ سے ہوں میں سائل

کس طرح خدا خدا کو جانا
اسلام کہیں سے مول لایا

یا وحی سُنا گئے فرشتے۔
کیا دین ہے باپ کی کمائی

گھر میں ترے چرخ سے گرا ہے
یا دین زمین سے اُگا ہے۔

آج اُن کی تُو کر رہا ہے توہین
احسان کا کیا یہی عوض تھا

جس گھر کی تجھے ملی غلامی۔
زیبا تھی وہاں نمک حرامی

مردود ہے سب تری عبادت
رہبر سے الگ چلا ہے غافل

خائن ہے تُو حق اولیا میں
سچ جان کہ آگیا بلا میں۔

ہیں شومیٔ بخت کے یہ سامان
ایمان کا اب سے لے نہ تُو نام

جو داسنِ ناخدا کو چھوڑے
منجھدھار میں اپنی ناؤ توڑے

اولوں کا بھی کچھ خیال رکھا
اِن باتوں کو اپنے دل سے کر دُور

بس تیرے لئے نجات ہے یہ
سو بات کی ایک بات ہے یہ

ناپاکوں کے مُنہ عبث لگا تُو
پڑھ کوئی غزل کہ وجد آجائے

جو اِن سے پھرا پھرا خدا سے
جو اِن سے پھرے عجیب ہے وہ

ایمان نکل گیا ستمگر
چوپاں سے الگ الگ جو جائے

ناپاک تری سمجھ کا ہے پھیر
کیا سوجھی ہے سنکر تصرف

مقبول کیا انہیں خدا نے
مشرک تجھے شرک سُوجھتا ہے

حُکّام و حکیم سے مدد لے
غافل کہ مدد کے معنے کیا ہیں

خود کہتی ہے وَابْتَغُوْا الْوَسِیْلَہ
تعظیم سے اُن کی تُو پھرا ہے

دے اِس کا جواب مجھ کو غافل
خالق نے کیا کلام تجھ سے

یا اُمِّ شقیقہ ساتھ لائی۔
جن لوگوں سے کل تجھے ملا دیں

نیکی کا مگر یہی ہے بدلا۔
مقبولوں سے ہے تجھے عداوت

کس طرح تجھے ملے گی منزل
مُحسن کے بھلا دیئے ہیں احسان

بدنام کنندہ نکو نام
نجدی پہ جو سر منڈا کے بیٹھا

کیوں ان سے ہٹا ہے بے خبر تُو
ہے خیر حسن کہ ہر گیا تُو

مستانہ سخن ترے دکھا جائے

غزل

اللہ برائے غوث اعظم — دے مجھ کو ولائے غوثِ اعظم — دیدار خدا تجھے مبارک
اے محوِ لقائے غوثِ اعظم — وہ کون کریم صاحبِ جُود — ہیں کون گدائے غوث اعظم
سُوکھی ہوئی کھیتیاں ہری کر — اے ابرِ سخائے غوثِ اعظم — امیدیں نصیب مُشکلیں حل
قربانِ عطائے غوثِ اعظم — کیا تیزیِ مہرِ حشر سے خوف — ہیں زیرِ لوائے غوث اعظم
وہ اَور ہیں جنکو کہیے محتاج — ہم تو ہیں گدائے غوث اعظم — ہیں جانبِ نالۂ غریباں
گوش شنوائے غوثِ اعظم — کیوں ہم کو ستائے نارِ دوزخ — کیوں رد ہو دعائے غوث اعظم
بیگانے بھی ہو گئے یگانے — دِلکش ہے ادائے غوثِ اعظم — آنکھوں میں ہے نُور کی تجلّی
پھیلی ہے ضیائے غوثِ اعظم — جو دم میں غنی کرے گدا کو — وہ کیا ہے عطائے غوثِ اعظم
کیوں حشر کے دن ہو فاش پردہ — ہیں زیرِ قبائے غوثِ اعظم — آئینہ جُدائے خوبرویاں
نقشِ کفِ پائے غوث اعظم — اے دِل نہ ڈران بلاؤں سے اب — وہ آئی صدائے غوث اعظم
اے غم جو ستائے اب تو جانوں — لے دیکھ وہ آئے غوث اعظم — تارِ نفسِ ملائکہ ہے
ہر تار قبائے غوثِ اعظم — سب کھولے عقدہائے مُشکل — اے ناخنِ پائے غوثِ اعظم

کیا اُن کی ثنا لکھوں حسن میں — جاں باد فدائے غوث اعظم

روائتِ دیگر

منقول ہے قاسم و عمر سے — دِل شاد ہُوا ہے اِس خبر سے — کہتے تھے حضور مایۂ نُور
جب چھک کے گرے حضور منصور — اسوقت میں تھا نہ کوئی ایسا — جو ہاتھ پکڑ کے روک لیتا۔
ہوتا جو وہ عہد ہم سے آباد — ہم کرتے ضرور اُن کی امداد — جو شخص ہُوا ہے ہم سے بیعت
یاور ہیں ہم اُس کے تا قیامت — ہر حال میں اُس کا ساتھ دینگے — پھسلے گا قدم تو ہاتھ دینگے
اس شانِ رفیع کے تصدّق — اُس لطفِ وسیع کے تصدّق — یا غوث صراط پر چلوں جب
لغزش میں نہ آئے پائے مرکب — ثابت قدمی پہ لُطف کیجائے — جنت مجھے ہاتھوں ہاتھ لیجائے

گھبرائے صراط پر نہ خادم — حافظ ہو صدائے رَبِّ سَلِّمْ

روایتِ دیگر

کہتے ہیں عدی بن مسافر
تھا مجلسِ وعظ میں یہ حاضر
ناگاہ ہوا شروع باراں

ہونے لگی انجمن پریشاں
دیکھے جو یہ برہمی کے اطوار
سر کوئے فلک اٹھا کے یکبار

کہنے لگے اس طرح وہ ذیشاں
ہم تو کریں جمع تو پریشاں
فوراً وہ مقام چھوڑ کر ابر

تھا قطرہ فشاں اِدھر اُدھر ابر
اللہ رے جلالِ قادریت
قربانِ کمالِ قادریت

اَے حاکم و بادشاہِ عالم
اے دادرس و پناہِ عالم
گھر آئے ہیں غم کے کالے بادل

چھائے ہیں الم کے کالے بادل
سینہ میں جگر ہے پارہ پارہ
للہ اِدھر بھی اِک اشارہ

روایتِ دیگر

عیسےٰ نے وہ ماجرا سنایا
جس نے دلِ مُردہ کو جلایا
کہتے ہیں کہ پیشِ شاہِ ابرار

آکر یہ کیا کسی نے اظہار
اِک شخص کہ حال میں مرا ہے
کیا جانیئے اُس پہ کیا بلا ہے

مرقد میں ہے دردمند ہر دم
ہے شور و فغاں بلند ہر دم
فرمانے لگے یہ سُن کے حضرت

کیا ہم سے وہ کر چکا ہے بیعت
کیا اُس کا یہاں ہوا ہے آنا
کھایا ہے ہمارے گھر کا کھانا

مخبر نے کہا کہ شاہ ذیجاہ
ان باتوں سے میں نہیں کچھ آگاہ
ارشاد ہوا کرم کا جھالا

محروم پہ ہے فزوں برستا
کچھ دیر مراقبہ کیا پھر
بیعت ہوئی روئے شہ سے ظاہر

پھر آپ یہ سر اٹھا کے بولے
دیتے ہیں ہمیں خبر فرشتے
اس شخص نے ایک بار سرور

دیکھا تھا جمالِ روئے انور
اور دل میں گمان نیک لایا
اسوجہ سے حق نے اُسکو بخشا

اُس قبر کو جا کے پھر جو دیکھا
فریاد کا کچھ اثر نہ پایا
عیسےٰ نے عجب خبر سنائی

کی جس کی ادا نے جانفزائی
کیوں جان میں جاں نہ آ جائے
ٹوٹے ہوئے آسرے بندھائے

کیا جوشِ سرور آجکل ہے
ہر دل سے نشاط ہم بغل ہے
شادی نے وہ نوبتیں بجا دیں

سوتی ہوئی قسمتیں جگا دیں۔
ہیں وقفِ زباں خوشی کی باتیں
دن عیش کے خرمی کی باتیں

عالم سے خزاں ہوئی روانہ
آیا ہے بہار کا زمانہ
عشرت کا سماں بندھا ہوا ہے

ہر پیڑ نہال ہو رہا ہے
کیا موسمِ گل نے گُل کھلایا
ہر پھول نے قہقہہ لگایا

آنکھوں میں بسا ہے جلوۂ گُل
ہر پھُول چمن چمن ہے خنداں
مستوں کو صبا پکار آئی
ہاتھوں میں لئے ہوئے گریباں
جب تک کہ ہے یہ بہار باقی
سر بیچنے کو چلیں خریدار
اِک شور ہے سبزہ زار دیکھو
ہے سب سے نئے چلن کی رفتار
ہونٹوں میں بھرا ہُوا تبسّم۔
دل سینہ میں دِل میں آرزوئیں
یا غوث ترے نثار جاؤں۔
کیا ذکر وہاں غم والم کا
سُلطانِ کریم تُو گدائیں۔
زندانِ گُناہ میں گرفتار
بندے کو عذاب سے بچا لو
کردو مجھے محوِ حُسنِ رُخسار
دل سے خلشِ الم نکل جائے
مرقد مجھے خانہ باغ ہوجائے
عزّت سے مری بسر ہو دُنیا
محتاج رہوں نہ میں کسی کا
ماں میری کہ ہے کنیزِ سرکار
ہو لطفِ حضور سایہ گستر
جس طرح کہ اب ہیں شیر وشکر
جنّت میں بھی ساتھ ساتھ جائیں
سرکارِ کریم سے عنایت۔

کیونکر نہ ہو باغ باغ بُلبُل۔
شبنم نے لٹائے ہیں جو گوہر
گلزار چلو بہار آئی۔
کرنے لگی فصلِ گُل اشارہ
دامن میں رہے نہ تار باقی
مستوں نے کیا ہجوم ہر سمت
صحرا کو چلو بہار دیکھو
آنکھوں میں بہارِ اشک شادی
خاموش کبھی کبھی تکلّم۔
کیفیت ذوق و وجد طاری
قربان ہزار بار جاؤں۔
وہ مژدہ سُنا دیا ہے تُو نے
کھاتا ہوں تمہارا دیا ہوا میں۔
پُر کر دو گرہ کُشائی۔
اپنے درِ پاک پر بُلا لو۔
دیکھوں جو بہارِ جلوۂ حُسن
ارمان کے ساتھ دم نکل جائے
محشر میں نہ پاؤں شرمساری
ذلّت نہ ہو مجھ کو روزِ عُقبےٰ
مغفور ہوں میرے سب اب و جد
غم دُکھ سے نہ ہو کبھی خبردار
غم اُن سے جُدا رہے ہمیشہ
یُوہیں رہیں ہم جناں میں مِلکر
دلشاد رہیں حسنین وحامد
ہو دونوں کو دوجہاں کی نعمت

آباد سرور ہے گلستاں
ہے شاہدِ گُل کی یہ نچھاور
تیار ہوئے جنوں کے ساماں
ہو دامن وجیب پارہ پارہ
سودے کا جما ہے آج بازار
ہے موسمِ گُل کی دھوم ہر سمت
دیکھے تو کوئی حسن کی رفتار
چہرہ سے ظہور بامرادی
کرتی ہیں کسی کی جستجوئیں
ہر گام لب وزباں سے جاری
ہو جوشِ جہاں ترے کرم کا
روتوں کو ہنسا دیا ہے تُو نے
باشاہ غلام ہے خطا کار
اِس دامِ بلا سے دو رہائی
عارض سے نقاب اُٹھا کے اِک بار
ہوجاؤں نثارِ جلوۂ حُسن
پُر نُور مرا چراغ ہوجائے
ہو ساتھ ترے ترا بھکاری
کافی ہو مجھے ترا سہارا
ہوں منزلِ نُور اُن کے مرقد
کونین میں میرے بھائیوں پر
مقبولِ دُعا رہے ہمیشہ۔
دُنیا میں الگ نہ ہونے پائیں
آباد رہیں حسین وحامد
دونوں کی دُعا نہ کیوں ہو دل سے

مشہور ہے میرے دونوں میٹھے	شاہا مرے دوست اور اعزہ	منظورِ کرم رہیں ہمیشہ۔
بس اے دلِ محو التجا بس	مُشتاقِ حصولِ مدعا بس	بغداد سے آتی ہیں صدائیں
تمام	مقبول ہوئیں تری دعائیں	شد

مثنوی در ذکرِ ولادت شریف حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

وہ اُٹھی دیکھ لو گردِ سواری
عیاں ہونے لگے انوارِ باری
نقیبوں کی صدائیں آرہی ہیں

کسی کی جان کو تڑپا رہی ہیں
مؤدّب ہاتھ باندھے آگے آگے
چلے آتے ہیں کہتے آگے آگے

خدا جن کے شرف پر سب بنی ہیں
یہی ہیں وہ یہی ہیں وہ یہی ہیں۔
یہی والی ہیں سارے بیکسوں کے

یہی فریادرس ہیں بے بسوں کے
یہی ٹوٹے دلوں کو جوڑتے ہیں
یہی بندِ الم کو توڑتے ہیں

اسیروں کے یہی عقدہ کشا ہیں
غریبوں کے یہی حاجت روا ہیں
یہی ہیں بیکلوں کی جان کی کل

اِنہیں سے ٹیک ہے ایمان کی کل
شکیبِ بیقراراں ہے اِنھیں سے
قرارِ دلفگاراں ہے اِنھیں سے

اِنہیں سے ٹھیک ہے سامانِ عالم
اِنہیں پر ہے تصدّق جانِ عالم
یہی مظلوم کی سُنتے ہیں فریاد

یہی کرتے ہیں ہر ناشاد کو شاد
اِنہیں کی ذات ہے سب کا سہارا
اِنہیں کے دَر سے ہے سب کا گزارا

اِنہیں پر دونوں عالم مر رہے ہیں
اِنہیں پر جان صدقے کر رہے ہیں
اِنہیں سے کرتی ہیں فریاد چڑیاں

اِنہیں سے چاہتی ہیں داد چڑیاں
اِنہیں کو پھیر سجدے کر رہے ہیں
اِنہیں کے پاؤں پر سر دھر رہے ہیں

اِنہیں کی کرتے ہیں اشجار تعظیم
اِنہیں کو کرتے ہیں احجار تسلیم
اِنہیں کو یاد سب کرتے ہیں غم میں

یہی دکھ درد کھو دیتے ہیں دم میں
یہی کرتے ہیں ہر مشکل میں امداد
یہی سُنتے ہیں ہر بیکس کی فریاد

اِنہیں ہر دم خیالِ عاصیاں ہے
اِنہیں پر آج بارِ دو جہاں ہے
کسے قدرت نہیں معلوم ان کی

مچی ہے دو جہاں میں دھوم اِنکی
سہارا ہیں یہی ٹوٹے دلوں کے
یہی ہیں یہی مرہم ہیں غم کے گھائلوں کے

یہی ہیں جو عطا فرمائیں دولت
کریں خود جَو کی روٹی پر قناعت
فزوں تر ہے صبح و شام اِن کا

محمد مصطفےٰ ہے نام اِن کا
مزیّن سر پہ ہے تاجِ شفاعت
عیاں ہے جس سے معراجِ شفاعت

بدن میں وہ عبائے نور آگیں
کہ جس کی ہر ادا میں لاکھ تزئیں
کہوں کیا حال نیچے دامنوں کا

جھکا ہے رحمتِ باری کا پلہ
یہی دامن تو ہیں ایجانِ مضطر
مچل جائینگے ہم محشر میں جن پر

سواری میں ہجومِ عاشقاں ہے
کوئی چپ ہے کوئی محوِ فغاں ہے
کوئی دامن سے لپٹا رو رہا ہے

کوئی ہر گام محوِ التجا ہے
کوئی کہتا ہے حق کی شان ہیں یہ
کوئی کہتا ہے میری جان ہیں یہ

یہ کہتا ہے کوئی بیمارِ فرقت
ترقی پر ہے اب آزارِ فرقت
اِدھر بھی اِک نظر او تاج والے

کوئی کب تک دلِ مضطر سنبھالے
زمہجوری برآمد جانِ عالم
ترحّم یا نبی اللہ ترحّم

نہ آخر رحمۃ اللعالمینی
زمحرومان چرا فارغ نشینی
بدہ دستے زپا اُفتادگانرا

بکن دلداریٔ دلدادگاں را
بہت نزدیک آپہنچا وہ پیارا
فدا ہے جان و دل جس پر ہمارا

اُٹھیں تعظیم کو یارانِ محفل
ہوا جلوہ نما وہ جانِ محفل
خبر تھی جن کے آنے کی وہ آئے

جو زینت ہیں زمانے کی وہ آئے
فقیر و جھولیاں اپنی سنبھالو
بڑھو سب حسرتیں دل کی نکالو

پکڑ لو ان کا دامن بے نواؤ
مراذ مہ ہے جو مانگو وہ پاؤ
مجھے اقرار کی عادت ہے معلوم

نہیں پھرتا ہے سائل انکا محروم
کرو تو سامنے پھیلا کے دامن
یہ سب کچھ دینگے خالی پاکے دامن

حسن ہاں مانگ لے جو مانگنا ہو
بیاں کر آپ سے جو مدعا ہو
مرے آقا مرے سردار ہو تم

مرے مالک مرے مختار ہو تم
تصدّق تم پہ اپنی جان کردوں
ملیں تو دو جہاں قربان کردوں

تمہیں افضل کیا سب سے خدا نے
دیا تاجِ شفاعت کبریا نے
تمہیں سے لو لگائے بیٹھے ہیں ہم

تمہارے در پہ آئے بیٹھے ہیں ہم
تمہارا نام ہم کو حرزِ جاں ہے
یہی تو وا روئے درِ دہناں ہے

بلا لیجے مدینے میں خدا را۔
نہیں اب ہند میں اپنا گزارا
تمہارا در رہو اور ہو سر ہمارا

اُسی کوچہ میں ہو بستر ہمارا
قضا آئے تو آئے اُس گلی میں
رہے باقی نہ حسرت کوئی جی میں

نہ ہو گور و کفن ہمکو میسّر
پڑا یوں ہی رہے لاشہ زمیں پر
سگانِ کوچۂ پُر نور آئیں۔

مرے پیارے مرے منظور آئیں
مرے مُردے پہ ہوں آکر فراہم
غذا اپنی کریں سب مِلکے باہم

تمام | ہمیشہ تم پہ ہو رحمت خدا کی | دُعا مقبول ہو مجھ سے گدا کی | شُد

مثنوی ناتمام

یا رب تو ہے سب کا مولےٰ
سب سے اعلےٰ سب سے اولےٰ
تیری شنا ہو کس کی زباں سے

لائے بشر یہ بات کہاں سے
تیری اِک اِک بات نرالی
بات نرالی ذات نرالی

تیرا ثانی کوئی نہ پایا۔
ساتھی ساجھی کوئی نہ پایا
تو ہی دے اور تو ہی دلائے

تیرے دیئے سے عالم پائے — تُو ہی اوّل تُو ہی آخر — تُو ہی باطن تُو ہی ظاہر
کوئی تیرا کیا بھید بتائے — تُو وُہ نہیں جو فہم میں آئے — پہلے نہ تھا کیا اب کچھ تو ہے
کوئی نہیں کچھ سب کچھ تُو ہے — تُو ہی ڈبوئے تُو ہی اُچھالے — تو ہی بگاڑے تُو ہی سنبھالے
تجھ پر ذرّہ ذرّہ ظاہر — نیت ظاہر ارادہ ظاہر — تجھ سے بھاگ کے جانا کیسا
کوئی اور ٹھکانا کیسا — تُو ہی یاد دلا کے بھلائے — تُو ہی بھلا کر یاد دلائے
تُو ہی چھٹا دے تو ہی ملا دے — تُو ہی گما دے تُو ہی پتا دے — کوئی نہ تھا جب بھی تھا تو ہی
تھا تو ہی تو ہو گا تو ہی — تیرے در سے جو بھاگ کے جائیں — پھر تیرے ہی در پر آئیں
تیری قدرت کا ہے نمونہ — نارِ خلیل و بادِ مسیحا — آٹھ پہر ہے لنگر جاری

سب ہیں تیرے در کے بھکاری

نعت شریف کے اشعار جاتے رہے۔

صانع نے اِک باغ لگایا — باغ کو رشکِ خلد بنایا — خُلد کو اِس سے نسبت ہو کیا
گلشن گلشن صحرا صحرا — چھائے لطف و کرم کے بادل — آئے نیل و نعم کے بادل
خوب گھریں گھنگھور گھٹائیں — کرنے لگیں غُل شور گھٹائیں — لہریں کرتی نہریں آئیں
موجیں کرتی موجیں لائیں — سرد ہوا کے آئے جھونکے — آنکھوں میں نیند کی لائے جھونکے
سبزہ لہریں لیتا نکلا — مینہ کو دُعائیں دیتا نکلا — بولے پپیہے کوئل کوکی
ساعت آئی جام و سبو کی — پھرتی ہے بادِ صبا متوالی — پتے پتے ڈالی ڈالی۔
چپّے چپّے ہوائیں گھومیں — پتلی پتلی شاخیں جھومیں — فصل بہار پر آیا جوبن
جوبن اور گدرایا جوبن — گُل پر بلبل سرو پر قمری — بولے اپنی اپنی بولی۔
چٹکیں کچّی کچّی کلیاں — خوشبو نکلی بس گئیں گلیاں — آئیں گھٹائیں کالی کالی
جگنو چمکے ڈالی ڈالی — کیونکر کہیے بہار کی آمد — آمد اور کس پیار کی آمد
چال میں سو انداز دکھاتی — طرزِ خرامِ ناز اُڑاتی — رنگِ رُخِ گلرنگ دکھاتی
غم کو گھٹاتی دل کو بڑھاتی — یاس کو کھوتی آس بندھاتی — آنکھ کے رستے دل میں سماتی
گھونگٹ اُٹھائے شاہدِ گُل کا — رنگ جمائے ساغر و مُل کا — طرزِ تبسم سب کو دکھاتی
فرطِ طرب سے ہنستی ہنساتی — ساتھ میں بادل کالے کالے — مستِ طرب برساتے جھالے

تشنہ لبوں کو پانی دیتی ۔ | مُژدۂ راحتِ جانی دیتی | ابر سے دَو دَو چھینٹے لڑتی
برق سے پیہم ہنستی اکڑتی | آتشِ غم پر چھینٹا دیتی | سوختہ دِل کی دُعائیں لیتی
حُسن سراپا نُور کا عالم | سر سے پا تک حور کا عالم | مستِ جوانی محوِ تجمّل
ابرِ سیہ سے کھولے کاکل | پھول کا سر سے پا تک زیور | شکلِ عروسِ تازہ معطّر
اوڑھے دوپٹہ آبِ رواں کا | برق نے جس پر لپکا ٹانکا | لب کی ہنسی ہے رنگ سوسن
غازۂ عارض جلوۂ گلشن ۔ | آتشِ گُل سے کاجل پارا | سُرمہ لگایا پیارا پیارا
باغ نے کی پھولوں کی نچھاور | ڈالی لائے پیڑ بنا کر | کنگھی شانہ بنا کر لائی ۔
نہر آئینہ دکھانے لائی | غُنچوں نے اپنی گٹھڑی کھولی | کشتی لائے قبائے گُل کی
غُل ہے بادِ بہاری آئی ۔ | شاہدِ گُل کی سواری آئی | ابکی بہار انداز سے آئی
آئی اور کس ناز سے آئی | پھولے پھول عنادل چہکے | گلشن مہکے صحرا مہکے
رنگِ خزاں عالم سے ہوا ہے | پھولوں سے گلزار بھرا ہے | دامن گلچیں دامن دامن

بھرنے لگے گلہائے گلشن

قصائد

آئیں بہاریں برسے جھالے | نغمہ سرا ہیں گلشن ڈالے | شاہدِ گُل کا جوبن اُمڈا
دل کو پڑے ہیں جان کے لالے | ابرِ بہاری جم کر برسا | خُوب چڑھے ہیں ندی نالے
کوئل اپنی کوک میں بولی ۔ | آئے بادل کالے کالے | حُسنِ شباب ہے لالہ و گُل پر
قہر ہیں اُٹھتے جوبن والے | پھیلی ہیں گلشن میں ضیائیں | شمع و لگن ہیں سرو اور تھالے
عارضِ گُل سے پردہ اُٹھا ۔ | بلبلِ مضطر دِل کو سنبھالے | جوشِ طبیعت روکے تھامے
شوقِ رویت دیکھے بھالے | سُن کے بہار کی آمد آمد | ہوش سے باہر ہیں متوالے
بوٹے گلروبانِ کم سِن | پیارے پیارے بھولے بالے | فیضِ ابرِ بہاری پہنچا ۔
پودے پودے تھالے تھالے | جمع ہیں عقد[illegible] اِس گُل میں | سب رنگین طبیعت والے
بانٹتی ہے نیرنگیٔ موسم ۔ | بزم میں سُرخ[illegible] سبز دوشالے | نکہت آئی عطر لگانے ۔

پھول نے ہار گلوں میں ڈالے
پنکھے جھلنے والی نسیمیں
بادل پانی دینے والے

گاتے ہیں مِل مِل کے عنادِل
سہرا مبارک ہو ہر لالے
ایسی فصل میں جوشِ طبیعت

کِس سے سنبھلے کون سنبھالے
آنکھ نے کیا کیا دل کو اُبھارا
تارِ نظر نے ڈورے ڈالے

کیسا موسم پیارا موسم
اُس پر نُورِ سحر کے اُجالے
شمعوں کے چہروں پہ سپیدی

تارے رُخصت ہونے والے
نکلے اپنے گھروں سے مسافر
گھر بھر کر کے خدا کے حوالے

آئی کان میں بانگِ مؤذن
چونکے مسجد جانے والے
پہلے کچھ احباب سے مِل کر

ہجر کی شب کے رونے والے
کوئی کسی سے طالبِ رُخصت
دردِ انگیز کسی کے نالے

عشق سراپا عجز و زاری
حُسن و نازش رد سوالے
خواب ہوئی آنکھوں سے رُخصت

نیند سے چونکے سونے والے
ساقی نے میخانہ کھولا
سائل آئے جھولی ڈالے

دیکھیے بادہ کشوں کی آمد
لب پہ دُعا ہاتھوں میں پیالے
خواہشِ مے میں سب کی زباں پر

تیرے صدقے اے متوالے
داتا آج پیالا بھر دے
ہمسے فقیروں کی بھی دُعا لے

غنچۂ لب سے دم ہے لبوں پر
پیارے کب تک ٹلے بالے
شوق کو ہم بہلائیں کہاں تک

لا اے پینے پلانے والے
گہرا سا اِک جام عطا کر
جھوم کر آئیں کیف نرالے

رنگ پہ پھر آجائیں ترنگیں
لطفِ سرور سے روح مزالے
لرزش پا کے ہاتھوں سیکش

خوب مزے گر گر کے اُٹھالے
جب ہوں قائل تیزیِ مے کے
ہاتھ میں اُڑ کر آئیں پیالے

کہتے اُٹھے ہر رند سے بادل
دل کو بڑھالے غم کو گھٹالے
پینا کیسا پلانا کیسا۔

آج تو حوضِ مے میں نہالے
ہاں اے لرزشِ پا کے شیدا
گرتے گرتے لُطف اُٹھالے

بادہ و حُسن و لطف و گلشن
بیخود ہیں سب دیکھنے والے
ایسی فصل میں بخت نے ہمکو

ڈالدیا صیاد کے پالے
سوزِ فراق نے آگ لگادی
آتشِ گُل کے چھالے ڈالے

ہجر میں بارش ابر غضب ہے
پڑتے ہیں زخمی دل پر بھالے
آگ لگاؤ ایسے مینہ کو

جلتے ہیں اور بھی جلنے والے
فصلِ بہاراں صحنِ گلستاں
کوئے رقیب و ماہ جبالے

اے تری قدرت دیدۂ تر کو
آنکھیں دکھائیں ندی نالے
سوزِ جدائی کس کو سناؤں

پڑ گئے کام و زباں میں چھالے
کُنجِ قفس آلامِ جدائی۔
گوشۂ عزلت ماہ خیالے

آئے ترس اِس دُکھ پر کِس کو
مجھ بیکس کی کون دُعا لے
پنجۂ وحشت تو نہ ہوا شل

زخم ہوئے چھل چھل کر آلے
جو کچھ گذری جو کچھ بیتی۔
کِس سے کہیں دُکھ بھر نیوالے

اے ظالم اے دردِ جدائی — اب تو پڑے ہیں تیرے پالے — جانِ غضب میں ہونٹ ہے ہاتھوں
دل میں چٹکی لینے والے — ناؤ میں خاک کہاں سے آئی — کھانا ہے تو ظالم کھالے
تیرے بس میں قید ہوئے ہیں — جتنا ستایا جائے ستالے — تڑپے ہونٹوں کو آہ و فغاں پر
خاموشی کو باتیں سنالے — اُن سے کریں گے تیری شکایت — ہم ہیں جن کے ناز کے پالے
سب کے حامی سب کے یاور — جانِ کی راحت دل کے اُجالے — عرض کروں اب مطلع ایسا

دل سے جو خارِ الم کو نکالے

مطلعِ دیگر

چھائے غم کے بادل کالے — میری خبر لے بدرِ دُجے لے — گرتا ہوں میں لغزشِ پا سے
آ اے ہاتھ پکڑنے والے — زلف کا صدقہ تشنہ لبوں پر — برسا مہر و کرم کے چھالے
خاک مری پامال ہو کب تک — نیچے نیچے دامن والے — پھرتا ہوں میں مارا مارا
پیارے اپنے در پہ بلالے — کام کئے بے سوچے سمجھے — راہ چلا بے دیکھے بھالے
ناری دے کر خطِ غلامی — مجھ سے لیں جنت کے قبالے — تو نے احساں میرے یاور
میں مرے مطلب تیرے حوالے — تیرے صدقے تیرے قرباں — میرے آس بندھانے والے
بگڑی بات کو تو ہی بنائے — ڈوبتی ناؤ کو تو ہی سنبھالے — تم سے جو مانگا فوراً پایا
تم نہیں کرتے ٹالے بالے — وسعت خوانِ کرم کے تصدق — دونوں عالم تم نے پالے
دیکھیں جنہوں نے تیری آنکھیں — وہ ہیں حق کے دیکھنے والے — تیرے عارض گورے گورے
شمس و قمر کے گھر کے اُجالے — ابرِ لطف و غلافِ کعبہ — تیرے گیسو کالے کالے
آفت میں ہے غلام ہندی — تیری دُہائی مدینے والے — تنہا میں اے حامیِ بیکس
سینکڑوں ہیں دُکھ دینے والے — تیرے لطف ہوں میرے یاور — تیرا قہر عدو کو جالے
آج ہے پیشی میں ہوں مجرم — زیرِ دامن مجھ کو چھپالے — روزِ حساب اور مجھ سا عاصی
میری بگڑی بات بنالے — تورے بل بل جاؤں کھویا — نہ یا گہری نیا پالے
گھر گھر آئے غم کے بدرا — جیرا کانپت کملی والے — رین اندھیری دور نگریا

توری دُہائی جگ اُجیالے	تن من دھن کی سُدھ بُدھ بسری	موری کھیریا مورے پیالے
نیناں کے بلہاری جاوے	درسن بھیچا جو منگتا لے	وا کو سمندر پار ہو جاوے
جا کو ڈراویں ندی نالے	اپنے حسین و حسن کے حسن کو	زہر کرب و بلا سے بچالے

قصیدہ حضرت مولانا فصل رسول صاحب قادری مجیدی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کی مدح میں

ساقیا کیوں آج رندوں پر ہے تو نامہرباں
کیوں نہیں دیتا ہمیں جام شراب ارغواں

تشنہ کاموں پر ترس کس واسطے آتا نہیں
کیوں نہیں سُنتا ہے میخواروں کی فریاد و فغاں

جام کیوں اوندھے پڑے ہیں کیوں ہیں مے شیشوں کے بند
عُقدہ لاحل بنا ہے کیوں خُمِ مے کا دہاں

کیوں صدا قلقل کی میناسے نہیں ہوتی بلند
کیوں اُداسی چھا رہی ہے کیوں ہوئی سونی دُکاں

کیوں ہی مُہرِ خامشی لب پر سبو کے جلوہ ریز
کیوں نہیں کھُلتا مجھے کیا بند ہلا ہے یہ سماں

کس قدر اعضا شکن ہے یہ خمارِ جاں کسل
ہے جما ہی پر جما ہی لُوٹتی ہیں ہچکیاں

کیا غضب ہے مجھ کو اس حالت پہ رحم آتا نہیں
خشک ہے مُنہ میں زباں آتی ہیں پیہم ہچکیاں

آمدِ بادِ بہاری ہے گلستاں کی طرف
فصلِ گُلشن کر رہی ہے کیا ہی رنگ آمیزیاں

ابر کی اٹکھیلیوں سے جوبنوں پر ہے بہار
پڑ رہی ہیں پیاری پیاری ننھی ننھی بُوندیاں

چار جانب سے گھٹاؤں نے بڑھائے ہیں قدم
توسنِ بادِ صبا پر لی ہے راہِ بوستاں

جشنِ گُل کا شور ہے فصلِ چمن کا زور ہے
ابر اُٹھا ہے گرجتا کوندتی ہیں بجلیاں

ہچکی باندھے ہوئے نرگس تلے شہ پر ہے لوٹ
محوِ صفِ جلوۂ گُلشن ہے سوسن کی زباں

شاخِ گُل پر بُلبلیں ہیں نغمہ سنجِ فصلِ گُل
سرو پر بیٹھی ہوئی کرتی ہیں کُو کُو قُمریاں

اسقدر ہے جوش پر حُسنِ عروسِ گُل کہ آج
باغ میں ملتی نہیں بُلبُل کو جائے آشیاں

ٹھنڈی ٹھنڈی پیاری پیاری چلتی ہے بادِ نسیم
جھومتی ہیں وجد میں کیا کیا چمن کی ڈالیاں

مست و بیخود بیٹھے ہیں مُرغانِ گُلشن شاخ شاخ
کر رہے ہیں اپنی اپنی لے میں مدحت خوانیاں

تاکہ دیکھے گُل کا جوبن نرگسِ مخمور بھی
سوتے سوتے چونک کر اُٹھی ہے ملتی انکھڑیاں

دیتے ہیں غُنچے چٹک یہ صدا ہر سمت سے
ہم بھی دیکھیں گے ذرا فصلِ بہاری کا سماں

کب ہیں یہ شبنم کے قطرے برگِ گُل پر آشکار
ہیں عروسِ گُل کے کانوں میں جڑاؤ پتیاں

گُد گُداتی ہے مرے دل کو ہوائے میکشی
آرزوئیں کر رہی کس قدر اٹھکھیلیاں

حسرتیں کہتی ہیں ہم کو کس پہ چھوڑا آپ نے
خواہشیں کرتی ہیں شکوے کیوں ہوئے نامہرباں

دیر کارِ خیر میں اس درجہ کرتا ہے کوئی۔
ہاں خُدا را ساقیا! اِرحَم بحالِ نیم جاں

چار دن کی چاندنی ہے پھر اندھیرا پاکھ ہے
پھر کہاں ہم اور کہاں یہ دُھوپ رزکی شوخیاں

پانی پی پی کر دُعا دوں تجھ کو گر پاؤں مراد
دیر کیوں کرتا ہے پیارے فصلِ گلشن پھر کہاں

دے کوئی ساغر چھلکتا سا شرابِ تُند کا
بول بالا ہو مرا اے ساقیٔ حاتم نشاں

مدح کرنی ہے مجھے اِک رہنما کے عُرس کی
چھوڑ کر فکرِ خط و خالِ حسینانِ جہان

واہ وا کیا عُرس ہے کیا عُرس ہے کیا عُرس ہے
جس میں ہیں تشریف فرما غوث و ابدالِ جہاں

سر جُھکائے بیٹھے ہیں حلقہ کئے سارے مُرید
حالِ دل کرتے ہیں سرکارِ معلّےٰ میں عیاں

ہر ادا سے انکشافِ معنی و مقصود ہے۔
ہو رہا ہے کیا لطیفوں میں عیاں سرِّ نہاں

ہے کہیں ذکرِ جلی تو ہے کہیں ذکرِ خفی
اپنے اپنے حال میں مصروف ہیں پیر و جواں

دل کے آئینوں کی صیقل ذکر ارّہ سے کہیں
ہیں کسی جا ذکرِ قمری کی عیاں رنگینیاں

ضربِ اِلّا اللہ سے کرتا ہے کوئی دل کو صاف
ہے کہیں اثبات نفی غیر کا لا سے عیاں

سب کو منہ مانگی مرادیں ملتی ہیں اس عُرس میں
آتے ہیں روتے ہوئے جاتے ہیں ہنستے شادماں

اِس طرف ایسی بہاریں اُس طرف حُکمِ خدا
جاتی ہے سر پیٹتی اِس بزم سے عُمرِ رواں

کچھ خیر بھی ہے تجھے اَیدل یہ کس کا عرس ہے
پائی اس محفل نے کس سے زیب و زین و فر و شاں

طالبِ مطلوبِ یزداں حضرتِ فضلِ رسول
مورد فضلِ رسول و رحمِ خلاقِ جہاں

سالکِ راہِ حقیقت رہبر و مقصودِ شرع
رہنمائے گمرہاں و پیشوائے مُرشداں

حاکمِ اصل فروع و عالمِ رمزِ اصول۔
واقفِ حالِ حقیقت کاشفِ سرِّ نہاں

حامیٔ دینِ پیمبر ماحیٔ بُنیادِ کُفر۔
زاہدِ زینِ عبادت واعظِ شیوا بیاں

آفتابِ چرخِ علم و ماہتابِ بُرجِ حلم
گوہرِ دُرجِ شرف یاقوتِ کانِ فر و شاں

شاہ دیہیم جلال و خسروِ تختِ کمال
نائبِ شاہنشہِ کونین فخرِ مُرسلاں

انجمن آرائے شرع و شمعِ بزمِ معرفت۔
زینتِ بُستانِ فقر و زیبِ گلزارِ جناں

سیفِ مسلولِ حقیقت فارسِ میدانِ فقر
طلعتِ شمعِ ہدایت مقتدائے سالکاں

مزرعِ اسلام کو ابرِ کرم ذاتِ جناب
خرمنِ ادیانِ باطل کو ہے برقِ بے اماں

حاضرِ عرسِ معلّٰے ہیں بہت اربابِ علم
وہ پڑھوں مطلع کہ سُن کر سُن ہوں سب اہلِ زباں

مطلع

گر کبھی فرمائے تو توحیدِ واحد کا بیاں
کہدے ہندوئے فلک بھی ٹھیک ہے یہ بیگماں

دی خدائے پاک نے تجھ کو حیاتِ بے ممات
لَا یَمُوْتُوْنَ ہے تیری شان میں اے جانِ جاں

دینِ پیغمبر کو تیری ذات سے ہے تقویت
تیرے جلووں سے منوّر خطۂ ہندوستاں

تیرے اچھے ہونے میں کس کو رہی جائے سخن
تیرے مرشد کے ہیں مرشد حضرت اچھے میاں

ملحدوں کو بات تیری سیف ہے جبّار کی
معتقد کو قول تیرا موجبِ امن و اماں

دے جو کچھ دینا ہے تجھ کو اسکے جلد دیں مجھے
تیرے در پر لیکر آیا ہوں قصیدہ ارغواں

ہو دعائے خیر میری دین و دنیا کی قبول
یہ صلہ پائے شہا تیرا گدائے آستاں

اے حسنؔ اب کر دعا اللہ سے بالالتجا
کیا عجب ہے گر کہے آمین گردونِ قدسیاں

یا خدا جب تک ہے مہر و ماہ میں جلوہ گری
دہر میں قائم رہے جب تک یہ دورِ آسماں

گنجِ خلوت میں ہو جب تک زاہد گوشہ نشیں
شمع کو حاصل ہیں جب تک انجمن آرائیاں

کعبہ کے در پر ہے جبتک فرقِ زاہد سجدہ ریز
شاغلِ حمدِ خدا جب تک رہیں کروبیاں

جلوۂ وحدت رہے کثرت میں جب تک آشکار
صوفیوں کا دہر میں جب تک رہے نام و نشاں

مولوی عبدِ قادر زیبِ سجادہ رہیں
تابعِ فرمانِ والا ہو ہر اک پیر و جواں

دے مدد اقبالِ والا کو کلامُ اللہِ پاک
پیشِ حضرت قول دشمن کا ہو شاخِ زعفراں

ان کے دشمن کو ہمیشہ کلفت و کربت نصیب
جو دعاگو ہیں رہیں فرحت نصیب و شادماں

یہ قصیدہ نذیر احمد خاں دہلوی مقدس سید احمد خاں کولی کے قطعہ کی رو میں ہے

تو انائی نہیں صدمہ اٹھانے کی ذرا باقی
نہ پوچھو ہائے کیا جاتا رہا کیا رہ گیا باقی

زمانے نے ملائیں خاک میں کیفیتیں ساری
بتا دو گر کسی شے میں رہا ہو کچھ مزا باقی

نہ اب تاثیرِ مقناطیسِ حسنِ خوبرویاں میں
نہ اب دلکش نگاہوں میں رہا دل کھینچنا باقی

نہ جلوہ شاہدِ گل کا نہ گل فریادِ بلبل کا
نہ فصلِ جاں فزا باقی نہ باغِ دلکشا باقی

نہ جوبن شوخیاں کرتا ہے اونچے اونچے سینوں پر
نہ نیچی نیچی نظروں میں ہے اندازِ حیا باقی

کہاں وہ قصرِ دلکش اور کہاں وہ دلربا جلسے
نہ اسکا کچھ نشاں قائم نہ اس کا کچھ پتا باقی

کہاں ہیں وہ چلا کرتے تھے جنکے نام کے سکے
نشاں بھی ہے زمانہ میں اب انکے نام کا باقی

کہاں ہیں وہ کہ جن کے دم سے تھے آباد لاکھوں گھر
خدا شاہد جو ان کی قبر کا بھی ہو پتا باقی

شجاعت اپنے سر پر ڈالتی ہے خاک میداں کی
نہ کوئی صف شکن باقی نہ کوئی سورما باقی

سحر جا کر اسے دیکھا تو سناٹا نظر آیا۔
وہ محفل جسمیں شب کو تھی نہ تل رکھنے کی جا باقی

نہ کل تک نیند آتی تھی جنہیں بے فرشِ گل سے کل
نہیں آج ان غریبوں کے گھروں میں بوریا باقی

جنہیں سب جانِ جاں کہتے تھے جن پر جان جاتی تھی
فنا کے ہاتھ سے کون رہی ان کی بقا باقی

مبارک دل مبارک آرزو ہے حکم عنقا میں
نہ اب وہ دل ہی باقی ہے دعا کا مدعا باقی

خدا ہی جانے کیا کیا گل ہوئے کس کس طرح مٹی
خبر کی جب خبر پائیں کہ ہو کچھ بست و با باقی

کسی کو ذکر کرتے بھی نہ دیکھا ان کا عالم میں
زبانِ حال پر شاید ہو کچھ یہ ماجرا باقی

عبث ہم یاد کر کے رو رہے ہیں آج پہلوں کو
ہمیں کل روئیں گے پچھلے اگر ہے یہ فنا باقی

یہ دو آنکھیں ہیں رونا سینکڑوں کو رونیں کس کس کو
یہ اک دل غم بہت پھر غم نہ ہوگا جائیگا کیا باقی

یہ مطلب ہے کہ ان باتوں سے مطلب ہی نہ رکھیں ہم
ہمیں کیا مر گیا کوئی کہ کوئی بچ رہا باقی

جو کوئی مر گیا تو حکم ہی سے جان دی اس نے
جو کوئی بچ رہا تو حکم ہی سے بچ رہا باقی

یہ جینا کیا مرے گر آج تو کل دوسرا دن ہو
مریں اس زندگی پر جو رہے بعدِ فنا باقی

وہ پیاری زندگی کیا ہے یہی اسلام کی دولت
یہ ہے وہ بے بہا نعمت ہے جو دائما باقی

فنائے تابِ مہر و ماہ ہے روشن زمانے پر
مگر اس کا اجالا رات دن ہے ایک سا باقی

یہ سچ ہے ضعف کی حالت میں ہی اسلام بیشک ہے
مگر اب بھی ہے اس کی اگلی شوکت جا بجا باقی

ابھی برجوں کے گرنے کی چلی آتی ہیں آوازیں
ابھی تک کوشکِ کسریٰ میں ہے وہ زلزلہ باقی

چمکتی ہیں ابھی تک بدر کے میدان میں تیغیں
نگاہوں میں ہے ابتک بجلیوں کا کوندنا باقی

مسلماں قبر میں بھی ہیں فدا صدیقِ اکبرؓ پر
ابھی تک یہ اثر ہے حبِ یارِ غار کا باقی

ابھی تک خاک کے نیچے بہادر کانپ اُٹھتے ہیں
ابھی تک صولتِ فاروق کا ہے دبدبا باقی

غنی کی شرم کے جلوے مسلمانوں کے دلمیں ہیں
مسلمانوں کی آنکھوں میں ہے اب تک وہ حیا باقی

ابھی ہے نعرۂ شیرِ حق کی گونج کانوں میں۔
ابھی ہے ہیبتِ مرحب کش و خیبر کشا باقی

مسلمانوں کی تلواروں نے جو قبضے بٹھائے ہیں
رہیگا اُن کا پھل ان باغیوں پر دائما باقی

بیانِ شوکتِ اسلام پورا ہو نہیں سکتا۔
فنا ہو جائیں گے ہم ذکر یہ رہ جائے گا باقی

مٹائیں شوق سے اسلام کو اسلام کے دشمن
وہ خود مٹ جائینگے اور یہ رہیگا دائما باقی

اگرچہ اس کی تلواروں نے بے گنتی ہی چھانٹے ہیں
مگر بدخواہ اس کے پھر بھی ہیں بے انتہا باقی

قدم رکھیں نہ رکھیں پھونک کر اسلام کے رہرو
ابھی منزل میں ہے کانٹوں کا کھٹکا جا بجا باقی

مٹایا چاہتے ہیں دین کو ایمان کے دشمن
ابھی مرمٹ کے ہیں شیطان سے بے انتہا باقی

کہیں تقلید کے انکار پر تلوار چلتی ہے
کہیں دعوے نہ چھوڑینگے دروغ و فلسفہ باقی

کہیں پابند دونوں ہاتھ کا دفعِ یدین اب تک
کہیں بالجہر آمیں پر ہے فریاد و بکا باقی

کسی جا بعد مُردن خاک کہدینا اکابر کو
کہیں توہینِ قبرِ انبیاء و اولیا باقی

کسی جا یا رسول اللہ پر ہے شرک کا فتوے
کہیں کوشش نہ ذکرِ استمداد کا باقی

کہیں تسلیم پر شش مثل کے انکار سے منکر
کہیں تفہیم پر امکانِ کذبِ کبریا باقی

طریقِ ذکرِ محبوبانِ حق پر حجتیں قائم
جوازِ محفلِ میلاد پر چون و چرا باقی

لڑے جاتے ہیں مُوئے پر کٹے مرتے ہیں بکرے پر
ذرا دیکھیں تو ہے ایمان کا بھی کچھ پتا باقی

انھیں بیکار باتوں پر جھگڑ کر یہ ہُوا حاصل
بجائے دین و ملت صرف جھگڑا رہگیا باقی

یہانتک باغیوں نے فرع میں شاخیں نکالی ہیں
کہ اُس کی اصل میں اب کچھ نہیں غیر از خطا باقی

تبرے کی کہیں بوچھاڑ یارانِ پیمبر پر
کہیں آلِ نبی سے ہے تعلق رنج کا باقی

یزید اس کام کو اک سال کر کے نار میں پہنچا
یہاں ہے سینکڑوں سالوں سے نقلِ کربلا باقی

وہ پردیسی مسافر تخت سے اُن کو غرض مطلب
الٰہی پھر نمونہ ہے یہ کس کے تخت کا باقی

یہ تاشے باجے کب تھے سیدِ مظلوم کی جانب
کہ جنکا جاہلوں میں ہے ابھی تک پیٹنا باقی

کہاں تک فتحِ ظالم کی بنائی جائیگی صورت
شہِ مظلوم سے کینہ رہیگا تا کجا باقی

محبت کا ہے دعوے آل سے پر دیکھنا یہ ہے
عداوت کا دقیقہ کوئی ان سے رہ گیا باقی

تو تب[1] اور تشنیع سے ہوا جو کچھ ہوا لیکن | | نہ رکھا نیچریت نے ذرا تسمہ لگا باقی

اگر دعوے مرا محتاجِ حجت ہے تو سن لیجے
کلام اُس کا نہیں جس کو غمِ روزِ جزا باقی

اشعار مسٹر نذیر احمد مع ردّ

مسیحا کون سرِ دید پکارے سب میں کہتا ہوں	قال	صد و سی سال رکھیو اور اُس کو اے خدا باقی
مسیحا کہتے جاؤ اور جینے کی دُعا مانگو	اقول	مگر ہے اپنے مذہب پر تمہیں غم دار کا باقی
مسیحا پھر بنانا پہلے کھو دو اِس رسّولی کو		ابھی تو ہے اُسے اپنا علاج اپنی دوا باقی
نہیں رہیا بتائے کوئی بلبل اپنے اُلّو کو		رہے جس وقت تک وہ صورتِ نکبت قرا باقی
بھلا ہے یا بُرا یہ جانے یا اس کا خدا جانے	قال	مگر ہے کوئی اس کی شان کا اِس کے سوا باقی
نبی اسکو کہا تم نے خدا اسکو بنا لیتے	اقول	جو ہوتا کوئی اِس انداز کا اِس کے سوا باقی
تمہاری فکرِ نازک میں وجود اس کا جو قائم ہو		تم آپ ہی جان لو اک اور ہے اس رگ کا باقی
عقائد کسی کے دخل دینے کی ضرورت کیا	قال	قیامت کو بھی رہنے دو گے کوئی فیصلہ باقی
عقائد سے کسی کے بحث کیا اتنے ہی کہنے پر	اقول	ذرا اے پردہ والے دیکھ کچھ پردہ رہا باقی
بظاہر بھولی باتیں اور باطن میں غضب گھاتیں		ابھی دنیا میں ہیں عیار نادانی نما باقی
یہی اک فردِ اکمل ہے کہ جس کو دیکھ کر جانا	قال	ہماری ناؤ کا یارب ہے اب تک ناخدا باقی
تمہارے ناخدا نے ڈوبتو گنگا اٹھائی ہے	اقول	نہ چھوڑے گا نہ چھوڑے گا یہ بیڑے کا پتا باقی
تُم اپنی ناؤ کا لنگر اگر اُس کو تھما بیٹھے		سمجھ رکھو کہ بس اب ڈوبنا ہی رہ گیا باقی
جزاک اللہ خیرا قوم کی اصلاح حالت میں	قال	دقیقہ ایک بھی تُو نے نہیں رکھا اُٹھا باقی
کریگا دین میں جو شر نہ ہرگز خیر پائے گا -	اقول	عبث رکھتے ہو تم میرے خدا سے آسرا باقی
رہی اصلاح اُسکی کیفیت صورت سے ظاہر ہے		کہیں ہے چکنے گالوں پر محاسن کا پتا باقی

[1] میرے پیارے سُنّی بھائی ضرور خیال فرمائینگے کہ ندوہ مخذولہ کی خبر نہ لی گئی۔ اسکی نسبت مجھے اسقدر عرض کرنے کی ضرورت ہے کہ یہ قصیدہ ندوۂ ہند کی پیدائش سے پہلے کا عرض کیا ہوا ہے اور اگر غور کی نظر سے ملاحظہ فرمائیں تو جس طرح ندوہ کا رد سب بدمذہبوں کا رد ہے اسیطرح انکا رد اُس کا رد تو اس حالت میں ضمناً میں اِس اعتراض سے بری ہو چکا ۱۲ حسن

خدا نے تم کو پہنچایا ہے اُن اعلےٰ مراتب پر — قال — فزوں تر جن سے اب کوئی نہیں ہے مرتبہ باقی
طریقِ مختصر پر گر ترے القاب یک جا ہوں — — تو مشکل کہ ابجد میں رہے حرف ہجا باقی
معاذ اللہ الوہیت پہ تم نے مہربانی کی — اقول — خدا نے تجھ کو کہکر دکھ لیا یہ مرتبہ باقی
جو سچی ہجو سچے عیب لکھے کوئی کولی کے — — بہت مشکل ہے رہجائے کوئی حرف ہجا باقی
مگر معلوم ہے تجھ کو مسرت کچھ نہیں اس کی — قال — کہ تو ہے دردِ سندِ قوم اور تیرا گلہ باقی
ہو اُسکے واسطے دنیا بہشت اسکو الم کیا ہے — اقول — غلط بالکل غلط اب بھی ہو کچھ اس کا گلہ باقی
محالِ عقل ہے تجھ کو اس دنیائے فانی میں — قال — سوائے قوم کوئی آرزو یا التجا باقی
محالِ عقل ہی بیشک کہ اب دنیا میں کولی کو — اقول — سوائے زر ہو کوئی آرزو یا التجا باقی
نہو بیدل اور اپنی ہی کیئے جا صرف ہمت بس — قال — کہ سب کے سر پہ اب تو ہی ہے اک بوڑھا بڑا باقی
تمہیں انکار ہے جسکا یہ اُس کا اک خلیفہ ہے — اقول — وہ اس بوڑھے کے سر پر بھی ہے اک بوڑھا بڑا باقی
اگر انعام کی تجھ کو توقع ہے تو باور رکھ — قال — خدا کے پاس ہے تیری جزا تیرا صلہ باقی
خدا اُس سے مسلمانوں کو اپنے حفظ میں رکھے — اقول — خدا کے پاس ہے اُس کے لئے جو کچھ صلہ باقی
تجھے رویگی سر پر ہاتھ رکھ کر قومِ بدقسمت — قال — اور اُسکو دیکھ لیگا جو کوئی جیتا رہا باقی
کہو عیسےٰ صد و سی سال جینے کی دعا مانگو — اقول — پھر اُسکی لاش پر رونیکا بھی ہے آسرا باقی
نہو ویں کارگر گر لاکھ تدبیریں تو کیا پروا — قال — ابھی سب سے بڑی باقی ہے تدبیر دعا باقی

اقول — طویلہ میں اگر لتیاؤ کی ٹھیری غضب آیا
وہ مُکّر ہے دعا کا آپ کے لب پر دعا باقی

اختتام ردّ اشعار مسٹر و آغاز حال پیر نیچر و مقلدان پیر نیچر

اسے کہتے ہیں خضرِ قوم بعض احمق زمانہ میں — — یہ وہ ہے آٹھ سو کم کر کے جو کچھ رہ گیا باقی
مزارِ پیر نیچر سے بھی نکلے گی صدا پیہم — — چڑھا جاؤ گرہ میں ہو جو کچھ پیسا ٹکا باقی
نئی ہمدرد یاں ہیں لوٹ کر ایمان کی دولت — — نہ چھوڑا قوم میں اخلاس عقبےٰ کے سوا باقی
ظروفِ میکدہ توڑے تھے چنکر محتسب نے سب — — الٰہی رہ گیا کس طرح یہ چکنا گھڑا باقی
مریدوں پر جو پھیرا دستِ شفقت پیر نیچر نے — — نہ رکھا دونوں گالوں پر بتا بھی بال کا باقی
مسلماں بن کے دھوکے دے رہا ہے اہلِ ایماں کو — — یہی ہے ایک پہلے وقت کا بہروپیا باقی

غضب ہے نیچری حسنِ خرد پر ناز کرتے ہیں
نہیں کیا شیر پور میں کوئی ان کے جوڑ کا باقی

علی گڑھ کے سفر میں صرف کردی دولتِ ایماں
بتاؤ مجھ کو زیرِ تر باقی کیا رہا باقی

گیا ایمان تو داڑھی بھی پیچھے سے روانہ کی
پرانے رنگ کا اب کیوں رہے کوئی پتا باقی

بپا بوٹے بہ بر کوٹے و بر سر سرخ سر پوسے
کہو اب بھی مسلماں ہو نہیں کچھ رہ گیا باقی

عقب میں ہو اگر کتا تو پھر میں کیا کہوں کیوں ہو
جو آگے ہے تو ان کا ہے یہی اک پیشوا باقی

مشائخ تو مشائخ ہیں کرامت تو کرامت ہے
انہوں نے انبیا میں بھی نہ رکھا معجزا باقی

یہ منکر اس کے منکر اسکے منکر سب کے منکر ہیں
سمجھ لیجے کہ سارے کلمہ میں ہے حرف لا باقی

رسولی کو رسالت کی سند سمجھے ہیں کیا جاہل
نہ رکھا جو نبی کہنے میں کوئی مرحلہ باقی

کیا تو پارسل ایمان کا سی۔ ایس۔ آئی کو
پر اس کے ٹوٹنے کا دل میں اندیشہ رہا باقی

لگائی احتیاطاً چار جانب آڑ داڑھی کی
اور اتنے وزن کی محصول میں تھی نہ بھیجا باقی

عجب ہے نیچری بیوقت کی کیونکر اڑاتے ہیں
اگر تم نے چری دیکھو نہ پاؤ گے صدا باقی

جو مرغی کے گلے کا گھونٹنا جائز سمجھتے ہیں
انہیں پھر حرمت و حلت سے کیا مطلب رہا باقی

چھری کا ٹانسلیئے مردار مرغی سے جو لڑتے ہیں
پھر ایسوں کی شجاعت میں رہا کیا مرحلہ باقی

الٰہی نیچریت ہے کہ کوئی بالخوارہ ہے
سر مو بھی نہ رکھا جس نے داڑھی کا پتا باقی

جسے تکتی تھیں وقت بذلہ سنجی میر و مرزا میں سب
سوائے ڈیم فول اس منہ میں اب کچھ بھی نہ رہا باقی

علم ان کے مسلمانوں کے ہیں اور ان سے ظاہر ہے
برائے نام اب اسلام ان میں رہ گیا باقی

مڈل نے مذہب و ملت سے غفلت میں رکھا کیا کیا
نہ یاد کبریا باقی نہ ذکرِ مصطفےٰ باقی

قریب پاس جا کر دور ایماں سے ہوئے اکثر
جو دور اس پاس سے ہیں پاس ان کو رہا باقی

رہی ہے زک پہ زک بدمذہبوں کو اہلِ سنت سے
مگر اب بھی ہے وہ جرأت وہ ہمت حوصلہ باقی

اگر ایمان رکھتے ہوں تو وہ ایماں سے کہدیں
جو دل میں منصفی آنکھوں میں ہو شرم و حیا باقی

ثبوتِ حق میں اہلِ حق نے تحقیقات کی کیا کیا
کوئی ابرادِ کوئی شبہ کوئی شک رہا باقی

معاند اہلِ سنت پر اگر پا جائیں گے قابو۔
مسلمانی کا عالم میں نہ چھوڑینگے پتا باقی

حسنؔ پہلے تو کرتا ہے دعا انکی ہدایت کی
نہ ہو منظور تو ان کو فنا فرمادے یا باقی

اشعارِ متفرقات

یہ رحمت ہے کہ بیتابانہ آئینگے قیامت میں
جو غُل پہنچا گرفتارانِ اُمت کے سلاسل کا

ہے جمالِ حق نما بارہ اماموں کا جمال — دیگر
اس مبارک سال میں ہے ہر مہینہ نُور کا

مَلک ہفت آسماں کے جبہ سا ہیں — دیگر
تعالے اللہ یہ رتبہ آستاں کا

ابھی روشن ہوں میرے دل کی آنکھیں
جو سُرمہ ہو غبار آستاں کا

حسنؔ ہم کو نہیں خوفِ معاصی
سہارا ہے شفیعِ عاصیاں کا

خوفِ محشر سے ہے فارغ دلِ مضطر اپنا — دیگر
کہ ہے محبوبِ خدا شافعِ محشر اپنا

داغِ دل یاد وہاں شہ میں مرجھائینگے کیا — دیگر
جنکو دیں کوثر سے پانی گُل وہ کُملائیں گے کیا

جس قدم کا عرش پامالِ خرام ناز ہو
اُس کے نیچے موم یہ پتھر نہ ہو جائیں گے کیا

جنکی پیاری اُنگلیوں سے نُور کے چشمے بہے
اُن سے عصیاں کے سیہ نامے نہ دُھلجائیں گے کیا

کوثر و تسنیم کس کے ہیں ہمارے شہ کے
حشر کے دن پھر ہمیں پیاسے بھی رہجائیں گے کیا

کیا بیاں ہو عزّ و شانِ اہلِ بیت — دیگر
کبریا ہے مدح خوانِ اہلِ بیت

لاش میری ہو پڑی یارب میانِ کوئے دوست — دیگر
پٹتی ہو اُڑ اُڑ کے گردِ رہروانِ کوئے دوست

مولے دکھا دو جلوۂ دیدار الغیاث — دیگر
بے چین ہی بہت دلِ بیمار الغیاث

کیا خوف ہو خورشیدِ قیامت کی تپش کا — دیگر
کافی ہے ہمیں سایۂ دامانِ محمدؐ

ہوتے ہیں فدا مہر و قمر حسنِ بیاں پر
پر مٹتا ہوں جو مدحِ رُخِ تابانِ محمدؐ

رنگِ چمن آرائی اُڑانے کی ہوا میں — دیگر
چلتی ہی صبا دامنِ مولے سے لپٹ کر

رو رہا ہوں یادِ دندانِ شہِ تسنیم میں — دیگر
عین دریا میں ہے مجھ کو آبِ گوہر کی تلاش

سایۂ نخلِ مدینہ ہو زمینِ طیبہ ہو۔
تختِ زرّیں کی مجھے خواہش نہ افسر کی تلاش

چھوڑ کر خاکِ قدم اکسیر کی خواہش کرے
خاک میں ملجائے یارب کیمیا گر کی تلاش

ان لبوں کی یاد میں دِل کو فدا کیجے حسنؔ
لعل پتھر ہیں کریں ہم خاک پتھر کی تلاش

ہے شادیٔ تجلّیِ جاناں مآلِ عشق۔ — دیگر
کیونکر نہ ہو خوشی سے گوارا ملالِ عشق

لا پھُل ساقیا کہ گُل داغ کھِل گئے
آئی ہے جوبنوں پہ بہارِ جمالِ عشق

جس کو یہ سرفراز کرے دار ہو نصیب
کیا کیا بیان کیجیے اوج و کمالِ عشق

مدہوشیوں کے لطف اُٹھائیں میں آہِ حسن
دِل پر مرے گرے کہیں برقِ جمالِ عشق

دیگر
شمسُ العُظما امامِ اعظم
بدرُ الفُقہاء امامِ اعظم
مقبول جنابِ مصطفائی
محبوبِ خدا امامِ اعظمؓ
چالیس برس نہ سوئے شب بھر
تاج العُرفا امامِ اعظمؓ
گمراہ ہوں کس طرح مقلد
ہیں راہنُما امامِ اعظمؓ

دیگر
کیا کہوں کیا ہیں مرے پیارے نبیؐ کی آنکھیں
دیکھیں ان آنکھوں نے نورِ ازلی کی آنکھیں
نیم وا غنچۂ اسرارِ الٰہی کہیے
یا یہ ہیں نرگسِ باغِ ازلی کی آنکھیں
دُھل گئی ظُلمتِ اعمال پڑی جس پہ نظر
عین رحمت ہیں شہِ بطحی کی آنکھیں
چشمِ بد دُور عجب آنکھ ہے ماشاءاللہ
ہم نے دیکھیں نہ سُنیں ایسی کسی کی آنکھیں

دیگر
کس کا جلوہ نظر آیا مجھکو
آپ میں دل نے نہ پایا مجھکو
لب و حسنِ نمکین کے آگے
نمک و قند نہ بھایا مجھکو
اے مرے ابرِ کرم ایک نظر
آتشِ غم نے جلایا مجھکو
جب اُٹھا پردۂ غفلت دل سے
ہر جگہ تو نظر آیا مجھکو
پردہ کھل جائیگا محشر میں مرا
گر نہ دامن میں چھپایا مجھکو
کیوں کھلی رہتی ہے چشمِ مشتاق
کون ایسا نظر آیا مجھکو
کیا کہوں کیسی وہ صورت تھی حسن
جس نے دیوانہ بنایا مجھکو

دیگر
گلو! دیکھو ہمارے گُل کی نکہت ہو اور ایسی ہو
قمر میری نظر سے دیکھ طلعت ہو اور ایسی ہو
شہا نامِ خدا تیرا تو کیا کہنا کہ خالق کو
ترے پیرو بھی پیارے ہیں محبت ہو اور ایسی ہو

دیگر
یارب وہ دل دے جسمیں کسی کی وِلا نہ ہو
غیرِ خدا نہ ہو کوئی جُز مصطفےٰ نہ ہو
صُورت بنائی حق نے تری اپنے ہاتھ سے
پیارے ترا نظیر نہ پیدا ہُوا نہ ہو
اے بُوانہوس نصیب تجھے کیمیا کہاں
جب تک تُو خاکپائے حبیبِ خدا نہ ہو
یارب وہ نخل سبز رہے جسکی شاخ میں
جُز داغِ عشق اور کوئی گُل کھلا نہ ہو

دیگر
معاذ اللہ اُس دل کو عذابِ حشر کا غم ہو
کہ جس کا حامی و یاور جنابِ غوث اعظمؓ ہو
لبِ جاں بخش نے دی جانِ تازہ دینِ ایماں کو
محی الدین نہ کیونکر پھر تمہارا اسمِ اعظم ہو
چلا دیتے ہو مُردوں کو دلِ مُردہ جلا دیجے
تُم اس اُمت میں شاہا یادگارِ ابنِ مریم ہو

اصحابِ پاک میں ہو شمارِ معاویہ — دیگر — کیونکر بیاں ہو عزّ و وقارِ معاویہ
آپ ہیں ختمِ رُسل ختمِ رسالت مہر ہے — دیگر — آپ آئینہ ہیں وہ تصویر پُشت آئینہ
گر رسالت کی گواہی چاہتے ختمِ رسل — بول اُٹھتا طوطیٔ تصویر پُشت آئینہ
غُبارِ بیکساں کو کوئی پہنچا دے مدینہ تک — دیگر — لپٹتا ہے ہر اک دامن سے سب کے پاؤں پڑتا ہے

فانی فانی ہستی فانی — دیگر — باقی باقی باقی فانی
ہستی کی پھر ہستی کیا ہو — ٹھیری جب یہ فنا بھی فانی
نفس کافر ناز ہے کس پر — ہے سب رام کہانی فانی
میرا تیرا کب تک پیارے — ہیں بھی فانی تُو بھی فانی
طعمۂ خاک ہیں شاہ گدا سب — تخت و تاج و گدائی فانی
نیست ہیں یہ سب مجنوں عاقل — صحرا فانی بستی فانی
دیکھ لے حالِ حباب و شرو کو — دَم میں ہو گئی ہستی فانی
ایک بقا ہے ذاتِ خدا کو — باقی ساری خُدائی فانی

قولِ حسن سُن قولِ حسن ہے
باقی باقی فانی فانی ۔

تمّت

تواریخ

تاریخ طبع نتیجۂ فکر عرش پیما عالیجناب اعلیحضرت مجدد مائۃ حاضرہ قبلہ وکعبہ مولٰنا مولوی حاجی محمد احمد رضا خاں صاحب قادری برکاتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

قوتِ بازوئے من سنّی نجدی فگن ۔ — حاج و زائر حسن سلمہٗ ذوالمنن
نعت چہ رنگیں نوشت شعر خوش آئیں نوشت — شعر نگو دیں نوشت دُور زہر ریب و ظن
شرعِ ز شعرش عیاں عرش ہ بیتش نہاں ۔ — سنّیہ را حرزِ جاں نجدیہ را سرشکن

قلقل ایں تازہ جوش بادہ بہنگام نوش		نور فشاند بگوش شہد چکاں در دہن
کلک رضا سالِ طبع گفت بہ افضالِ طبع		زانکہ ز اقوال طبع کلک بود نغمہ زن
اوج بہیں محمدت جلوہ گہِ مرحمت ۱۳۵۲۶		عافیت عاقبت باد نوائے حسن ۱۳۲۶ھ
باد نوائے حسن باب رضائے حسن ۱۳۲۶ھ		باب رضائے حسن باز بہ جلب منن ۱۳۲۶ھ
باز بہ جلب منن بازِ بخت قوی ۱۳۵۲۶		بازِ بخت قوی نیک حجاب محن ۱۳۵۲۶
نیک حجاب محن فضل عفو و نبی ۱۳۵۲۶		فضل عفو و نبی حبل وی و حبل من ۱۳۵۲۶

نعتِ حسن آمد و نعتِ حسن ۱۳۲۶ھ		حسن رضا باد بریں سلام ۱۳۲۶ھ
ان من الذوق لسحرا ہمہ ۱۳۵۲۶		ان من الشعر لحکمۃ تمام ۱۳۲۶ھ
کلک رضا داد چناں سال آں ۱۳۵۲۶ھ		یافت قبول از شہِ رأس الانام ۱۳۵۲۶

مختصر تذکرہ حضرت مصنف نوّر اللہ مرقدہٗ السامی از شاعرِ گرامی جناب حکیم سید برکت علی صاحب نامی بریلوی

سرگذشتِ عہدِ گل را از نظیری بشنوید ✤ عندلیب آشفتہ تر میگوید ایں افسانہ را

آہ چمنستانِ سخن کا وہ سرسبز و شاداب گلشن جسمیں طرح طرح کے غنچے تر و تازہ نظر آتے تھے۔ آج ایک مکمل یا ہوا پھول بصد حسرت و حرمان نظر آرہا ہے کہ زمانہ کے ناگوار صدموں سے مرجھا گیا ہے۔ آہ! یہ پھول کونسا ہے۔ یہ حضرت استاذی حسن بریلوی ہیں جن کے کمال سخن کی خوشبوؤں سے چمنِ شاعری مہک رہا تھا۔ جن کی رنگینیِ کلام کی سرسبز و شاداب شاخیں میدانِ سخن کو گھیرے ہوئے تھیں۔ جن کے محاورات کی بندشیں عالم و عالمیان کو اپنا وارفتہ بنائے ہوئے تھیں۔ اور کیوں نہ ہوتے آخر کس کیاری کے پھول تھے کس چشمہ سے سیراب ہوئے تھے۔ یہ اپنے پدرِ بزرگوار اعلےٰ حضرت امام العلماء حضور سیدنا مولوی محمد نقی علی خاں صاحب قدس سرہ العزیز کے خزائنِ علم و عقل سے مستفیض اور جواہرِ معانی و فضل سے بہرہ ور تھے۔ اور سرچشمہ سخن فصیح الملک بلبل ہندوستان حضرت استاد داغ دہلوی مرحوم کی نہروں سے اپنے گلستانِ شاعری کے پودوں کو سینچا تھا۔ ایک مدت تک ریاست رام پور میں رہ کر استاد کے گلشنِ سخن سے گل چینی فرماتے رہے۔ اور بریلی آکر اپنے اخی معظم مرکز دائرہ علوم مجدد مائۃ حاضرہ عالمِ اہلسنت حضرت مولینا مولوی حاجی مفتی جناب محمد احمد رضا خاں صاحب قبلہ ادام اللہ

Checked 1987

تعالےٰ برکاتہم وافضالہم کی صحبت سے فیض معنوی حاصل کیا کیے۔ غرض ۲۲ ربیع الآخر ۱۳۲۶ھ سے ۳۔ شوال ۱۳۲۶ھ تک اسی گھر میں نشو ونما پائی۔ اللہ اللہ خوش قسمتی دیکھیے کہ سنِ رحلت سے ایک ہی سال پہلے حج بیت اللہ کے اہم فرض کو پورا کر کے اپنے اندر سچے اور پاک قلب کو زیارتِ حرمین طیبین کے چمکتے ہوئے نور سے منور کیا۔ اس سچے نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی سچی محبت نے اُن کے دل پر ایسا گہرا اثر کیا کہ واپس آکر دنیوی کاموں کی طرف نگاہ اُٹھا کر نہ دیکھا۔ آتے ہی اُن کے جذبِ محبت نے اُن کو طبعِ دیوانِ نعت پر آمادہ کر دیا۔ اور اشاعت شروع کرادی۔ انشاء اللہ العظیم سرکارِ کریم سے وہ حسنِ قبول فرمایا کہ دیوانِ طبع ہی میں یٰاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ کا حکم پہنچا وہ تو اچھے تھے۔ اور انشاء اللہ الکریم بہت اچھے رہے۔ مگر مہجوروں پر گذری جو گذری۔ اُف اس قیامت خیز سین کو نامی محزون کے قلم و زبان کے دل میں کہاں قوت جو کچھ بھی لکھ سکے۔ لہٰذا سلسلۂ مضمون کو اس دعدہ پر ناتمام چھوڑ کر رخصت ہوتا ہے۔ کہ اس کے بعد کسی موقع پر مضمون پورا کر دیا جائے گا۔

تاریخ وفات حضرت مصنف

از نتیجۂ طبع گرامی حکیم سید برکت علی صاحب نامی تلمیذ مصنف

نامی خستہ نہ نالم بچہ رو — کوہ افتاد دریا افتاد
دلم از فرقتِ استادم سوخت — از لبم چوں نہ برآید فریاد
ہر کہ پرسید زمن باعثِ غم — گفتمش سوئے جناں رفت استاد
سالِ فوتش ز جوابم جوئید — دیگر امروز ۱۳۲۶ھ نمیدارم یاد

CENTRAL LIBRARY

مکتبہ رضویہ
نیو ٹاور شاہراہ آرام باغ
کراچی